ربیع الاول/ربیع الثانی 1446ھ ستمبر/اکتوبر 2024ء
SEP & OCT-2024 Rs. 30/-

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

مدیر اعلیٰ — مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

عالم اسلام کو
جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مبارک ہو

ڈاکٹر ساحل سہسرامی پر خصوصی ضمیمہ

- آمد بہار
- علم انسانی فلاح و بہبود کا ضامن
- اکل حلال کے بغیر تقویٰ ممکن نہیں
- حضور غوث اعظم اور احیائے دین متین
- خانقاہوں کو اپنی روش بدلنے کی ضرورت
- اتر پردیش میں مدارس پر افتاد! چند حقائق
- میلاد اکبر! موضوع روایات، مقامات احتیاط
- حیات حضور صابر پاک کے چند تابندہ نقوش
- کاروان علم وفن کا ساحل
- علامہ ساحل شہسرامی اور اسلاف شناسی
- مدتوں روئے گا تجھ پر یہ زمانہ ساحل
- مظہر فکر رضا کے شناسا! علامہ ساحل سہسرامی
- ڈاکٹر ساحل شہسرامی! ساحل تحقیق تشنہ کام
- آبروئے علم وحکمت! علامہ ساحل سہسرامی
- ڈاکٹر ساحل شہسرامی! کچھ یادیں کچھ باتیں
- ڈاکٹر ساحل سہسرامی! جنھیں بھلایا نہیں جاسکتا

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشۂ مفسر اعظم ہند شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری**

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور
حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

بیادگار
امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدہ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی، دینی و اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۹-۱۰
Issue No. 9-10
Vol. 9 جلد نمبر ۹

۱۴۴۶ھ
ربیع الاول/ربیع الثانی
ستمبر/اکتوبر
۲۰۲۴ء

تزئین کار
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپئے
سالانہ ۳۵۰ روپئے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۶۰۰ روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپئے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ورڈ فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
کاروان علم وفن کا ساحل	محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی	۵
اکل حلال کے بغیر تقویٰ ممکن نہیں	مولانا مدثر حسین اشرفی	۷
علم انسانی فلاح وبہبود کا ضامن	مولانا شمس تبریز مرکزی	۹
آمد بہار	مولانا خلیل احمد فیضانی	۱۴
حضور غوث اعظم اور احیائے دین متین	علامہ سید اولاد رسول قدسی	۱۶
حیات حضور صابر پاک کے چند تابندہ نقوش	حافظ تحسین رضا نوری	۲۲
جامعہ حبیبیہ الہ آباد کو بچائیں	مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی	۲۵
اتر پردیش میں مدارس پر افتاد! چند حقائق	مولانا محمد ایوب مصباحی	۲۷
میلاد اکبر! موضوع روایات، مقامات...	مولانا محمد زاہد علی مرکزی	۳۳
خانقاہوں کو اپنی روش بدلنے کی ضرورت	مولانا شہزاد عالم مصباحی	۳۷
مظہر فکر رضا کے شناسا! علامہ ساحل سہسرامی	پروفیسر مجید اللہ قادری	۳۸
ڈاکٹر ساحل سہسرامی! جنھیں بھلایا نہیں جاسکتا	ڈاکٹر امجد رضا امجد	۴۰
علامہ ساحل شہسرامی کی رحلت! قوم وملت..	مفتی مقصود عالم فرحت	۴۲
مفتی ارشاد احمد ساحل شہسرامی! ایک تعارف	مولانا انیس عالم سیوانی	۴۳
علامہ ساحل! اخلاق کے گنج گراں مایہ	مفتی عبد المالک مصباحی	۴۶
آبروئے علم وحکمت! علامہ ساحل سہسرامی	علامہ فروغ القادری	۴۷
ڈاکٹر ساحل سہسرامی! بحیثیت مصنف و...	مولانا طفیل احمد مصباحی	۴۸
مفتی ساحل شہسرامی! قرطاس وقلم کے ایک.	مفتی مشتاق احمد امجدی	۵۴
علامہ ساحل شہسرامی اور اسلاف شناسی	مفتی راحت خاں قادری	۵۸
ایک واجد اوج علامہ مفتی ساحل شہسرامی	مفتی مشتاق احمد عزیزی	۶۴
حضرت علامہ ارشاد احمد ساحل! حیات و...	مولانا عبد المقتدر خاں	۶۶
ڈاکٹر ساحل شہسرامی! کچھ یادیں کچھ باتیں	ڈاکٹر معین احمد خان	۶۸
ڈاکٹر ساحل شہسرامی! ساحل تحقیق تشنہ کام..	غلام مصطفےٰ رضوی	۶۹
ڈاکٹر ساحل شہسرامی کی غربا پروری	مفتی اختر علی واجد القادری	۷۰
مدتوں روئے گا تجھ پر یہ زمانہ ساحل	مولانا مجیب الرحمٰن نوری	۷۲

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
ایک دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے	مولانا سبطین رضا مرتضوی	۷۴
ڈاکٹر ساحل سہسرامی! حیات وخدمات	حافظ محمد افتخار احمد قادری	۷۶
مفتی ساحل سہسرامی کی اصاغر نوازی	مولانا فرقان فیضی	۷۷
علامہ ساحل شہسرامی! کچھ یادیں کچھ باتیں	مولانا جسیم اکرم مرکزی	۷۹
علامہ ساحل سہسرامی! ایک علمی شخصیت	مولانا ذیشان رضا مرکزی	۸۴
علامہ ساحل سہسرامی! ایک معتبر عالم دین	مولانا مدثر حسین اشرفی	۸۶
مفتی ساحل شہسرامی! ایک جامع شخصیت	مفتی رضوان عالم مرکزی	۸۸
ڈاکٹر ساحل شہسرامی! ترجمہ نگاری میں...	مفتی اشرف رضا قادری	۸۹
اہل سنت ایک مایہ ناز قلم کار سے محروم	مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی	۸۹
آہ! ڈاکٹر مفتی ساحل سہسرامی	مولانا خواجہ آصف رضا	۸۹
ڈاکٹر ساحل سہسرامی! ایک عظیم اسلامی...	مولانا ماہر القادری	۹۰
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم	مولانا فیضان رضا علیمی	۹۰
لو لگی ہے آقا سے	منصور محورؔ کھیروی	۹۲
لے کے آیا طیبہ سے خیرات سب سے مختلف	پھول محمد نعمت مظفر پوری	۹۲
یارو! احباب منہ پھراتے ہیں	قاری نعیم الدین نعیمؔ	۹۲
ڈھونڈوں تمہیں کہاں میرے ساحل رفیق...	علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ	۹۳
ادیبوں کی طلب ارشاد ساحل	مولانا سلمان رضا فریدیؔ	۹۳
ڈاکٹر ارشاد ساحل تھے ادیب عالی شان	محبوب گوہرؔ اسلام پوری	۹۳
ساحل شہسرامی جناں چل دیئے	حافظ سید منورؔ سراجی	۹۴
چراغ چرخ ہدایت تھے حضرت ارشاد	ضیا سہسرامی	۹۴
یاد ساحل سہسرامی	مولانا شہزاد حسین مرکزی	۹۴
سید زبید رضوی ہاس پیٹ کو صدمہ	مفتی مقصود عالم فرحت	۹۴
علامہ اعجاز احمد برہانی کا وصال! علمی خسارہ	مولانا قمر الزماں مصباحی	۹۴

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

کاروانِ علم وفن کا ساحل

اداریہ

۲۰۰۵ء کی ایک سرمئی شام تھی، اساتذہ جامعۃ الرضا اور راقم الحروف اکیڈمک بلڈنگ کے سامنے بیٹھے تھے، چائے نوشی کا دور چل رہا تھا، طلبہ صحن جامعہ کے مختلف حصوں میں کھیل کود اور خوش گپیوں میں مگن تھے کہ ایک نحیف وناتواں اور میانہ قدوقامت کے حامل فرد کا ورود ہوا، رامپوری ٹوپی لگائے جیسے ہی یہ صاحب صحن جامعہ کے وسط میں پہنچے، چند بڑے طلبہ تیزی کے ساتھ ان کی طرف لپکے اور دست بوسی کرنے لگے، جلد ہی ان کے گردوپیش اچھے خاصے طلبہ جمع ہو گئے، یہ دیکھ کر اساتذہ میں سے کسی نے مزاحاً کہا'' لگتا ہے اس چھوٹے قد میں کوئی بڑی شخصیت جلوہ گر ہے'' جس سے سبھی اساتذہ مسکرانے لگے، راقم قدوقامت اور مخصوص چال ڈھال سے انھیں کسی حد تک پہچان چکا تھا لیکن ان کے گرد بڑھ رہی طلبہ کی تعداد میرے اندازہ کو غلط ثابت کر رہی تھی، دراصل محب مکرم خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل شہسرامی صاحب آغاز تعلیم کے بعد پہلی بار جامعہ تشریف لا رہے تھے اور میرے خیال سے جامعۃ الرضا کے طلبہ کے لئے ایک غیر معروف شخصیت تھے، ایسے میں جامعۃ الرضا کے طلبہ کا ان کے گرد جمع ہونا مجھے متحیر ومتعجب کر رہا تھا۔

بعد میں یہ عقدہ کشائی ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب طلبائے علوم اسلامیہ کے ساتھ اس قدر شفقت فرماتے ہیں کہ طلبہ خواہی نخواہی آپ کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، جو بھی طالب علم ان سے ایک بار مل لیتا وہ ہمیشہ کے لئے ان کی زلف محبت کا اسیر ہو جاتا، یہی وجہ تھی کہ جب ڈاکٹر صاحب جامعہ تشریف لائے تو شناسا طلبہ ان کی جانب کشاں کشاں چلے آرہے تھے، یوں تو مفتی صاحب کی طرح دار شخصیت بہت سی منفرد خوبیوں کا مرقع تھی، لیکن اس دن پہلی بار مجھ پر ان کی یہ خوبی منکشف ہوئی تھی جو میرے باعث حیرت واستعجاب بنی۔

طالبان علوم نبویہ کی تعلیم وتربیت اور ان کی حوصلہ افزائی ڈاکٹر صاحب کی فطرت ثانیہ تھی، جب بھی کوئی طالب علم ان سے ملتا، غایت درجہ شفقت ومحبت سے پیش آتے، خندہ پیشانی کے ساتھ تعلیمی مصروفیات کا جائزہ لیتے، مزید رہنمائی فرماتے، مفید مشورے دیتے، طلبہ آپ سے اپنی تعلیمی مشکلات کا حل پاتے، یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ طالبان علوم اسلامیہ کے کاروانِ شوق کے لئے یقیناً ایک ''ساحل'' کی حیثیت رکھتے تھے، جہاں طلبہ کے متلاطم خیالات وسوالات اپنے ساحل مراد سے ہم کنار ہو جاتے تھے۔

کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ بھی آپ کے اخلاق وکردار کے معترف نظر آئے، یہاں تک کہ علی گڑھ کی کئی علمی شخصیتیں بھی آپ کی قدردان ہیں، بالخصوص نبیرۂ ملک العلما سید کاشف طارق اور محترم رفعت بصیر خان صاحبان دوران گفتگو بارہا آپ کا ذکر خیر کرتے ہیں اور آپ کی گوناگوں خوبیوں کا اعتراف کرتے ہیں، طلبہ سے آپ کے قلبی لگاؤ کا یہ اثر تھا کہ برسر روزگار ہو جانے کے بعد بھی کئی طلبہ آپ سے رہنمائی حاصل کرتے اور بعد میں اس کے مثبت ثمرات کا تذکرہ کرتے تھے۔

مفتی صاحب کا علمی وقار واعتبار اس قدر بلند تھا کہ کئی بڑے اداروں نے جب اپنے مؤقر نمبرات کی اشاعت کا منصوبہ بنایا تو ان کی ترتیب وتدوین کے لئے ان کی نظر انتخاب آپ ہی پر جا ٹکی، آپ کی تصنیفات وترتیبات میں جابجا آپ کی فنی مہارت کے نمونے دیکھے جا سکتے ہیں، ڈاکٹر صاحب ہمیشہ عالمانہ وقار کے ساتھ رہے لیکن کبھی کسی پر بھی اپنے علمی طمطراق کا رعب نہیں جھاڑا، یہی وجہ ہے کہ صاحبان علم وفضل کا ہر طبقہ آپ کی دینی، علمی اور فکری خوبیوں کا معترف ہے اور آپ کے وصال پر مغموم ومحزون ہے۔

مفتی صاحب سے میری شناسائی قریب ۲۷ رسال پرانی تھی، وہ بریلی شریف اکثر میرے حجرے میں قیام فرماتے، دیر تک

دینی اور ملی موضوعات پر علمی گفتگو فرماتے، کچھ میری سنتے کچھ اپنی سناتے، جس میں گزشتہ تدریسی، تصنیفی اور تعلیمی کارناموں کے شذرات ہوتے، حال و مستقبل کے کارنامے، منصوبے اور پیش بندیاں ہوتیں، حاسدین و معاندین کے دیئے زخموں کی کسک ہوتی، عالم اسلام اور مدارس کے موجودہ حالات پر فکری تڑپ ہوتی، اسباب و تدارک پر تبادلۂ خیال ہوتا، غرض کہ مفتی صاحب ایک بالغ نظر دانش ور اور اعلیٰ فکر و نظر کے حامل مبلغ اسلام تھے، وہ بہت کچھ کرنے کا حوصلہ اور ارادہ رکھتے تھے لیکن آسیبی اثرات ہمیشہ سد راہ رہے۔

راقم کو مفتی صاحب کے ساتھ عرس دعوۃ الصغریٰ میں شرکت کے لئے بلگرام شریف کے ایک یادگار سفر کا بھی اتفاق ہوا، اس سفر میں محب گرامی وقار حضرت علامہ غلام ناصر صاحب بانی دار العلوم کنز الایمان اندھیری ممبئی کی بھی موجودگی شامل تھی، ہم تینوں بریلی شریف سے تلہر کے لئے روانہ ہوئے، جہاں ناصر ملت کے شاگرد رشید قاری مخدوم اشرف صاحب ہمارے منتظر تھے، راستے میں ہم نے قاری صاحب کے زیر تعمیر مدرسہ کا معائنہ کیا، ماشاء اللہ تعمیری کام بڑا ہی عمدہ چل رہا تھا، پھر وہاں سے ہم ان کے پرانے ادارہ خیر پور پہنچے، وہاں سے غالباً دوسرے دن ہم بلگرام شریف کے لئے نکلے، بزرگوں کی بارگاہوں میں حاضری دی، قل میں شرکت کی اور صاحب سجادہ سے ملاقات کی، پھر بریلی شریف واپس ہوئے، اس دوران سرکاروں میں مفتی صاحب کی نیازمندی اور ان کی عزت افزائی کے جو مناظر دیکھے وہ لفظوں میں بیان نہیں کئے جاسکتے۔

مفتی صاحب بزرگوں کے سچے عقیدت مند اور ان کے فیوض و برکات سے بہرہ ور تھے، کثیر اوراد و وظائف کے پابند تھے، اکثر پیر کے دن روزہ رکھتے، کھانے پینے میں ترک جلالی اور جمالی کی رعایت کرتے تھے، دسترخوان پر انواع و اقسام کی نعمتیں موجود ہوتیں مگر شاید ہی کبھی ان کی طرف التفات فرماتے، غضب کے شاکر و صابر تھے، ہمیشہ اور ہر حال میں خوش و خرم رہتے تھے، میں نے کبھی انھیں کسی بات کا شکوہ کرتے نہیں دیکھا، دوست و احباب کا بڑا حلقہ تھا، سب کی خیر و خبر رکھتے تھے۔

مفتی صاحب اپنے شیخ طریقت مرشد گرامی حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے تھے، خود حضور تاج الشریعہ بھی اپنے اس مرید وفا کیش پر بڑا اکرم فرماتے تھے، غالباً ۲۰۰۴ء کی بات ہے جب مفتی صاحب نے علی گڑھ سے راقم کو فون کیا کہ ''فتاویٰ ملک العلما'' کی ترتیب مکمل ہونے والی ہے، اب اس کی طباعت کا مسئلہ درپیش ہے، میں نے کہا: تکمیل کے بعد بریلی شریف تشریف لائیں، حضور تاج الشریعہ کی خدمت بابرکت میں عرضی پیش کریں گے، ان شاء اللہ الرحمٰن حضرت طباعت کے لئے تیار ہوجائیں گے، چنانچہ کچھ دنوں بعد مفتی صاحب بریلی شریف آئے، میں انھیں لے کر حضور تاج الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کی: مفتی ساحل صاحب فتاویٰ ملک العلما کی اشاعت کے سلسلے میں حاضر ہوئے ہیں، حضرت نے آپ سے مخاطب ہوکر دریافت فرمایا: کیا آپ نے اس کی ترتیب و تخریج انجام دی ہے؟ مفتی صاحب نے عرض کیا: جی حضور! پھر حضور تاج الشریعہ نے مجھے حکم فرمایا: اسے چھپوا دو، پھر چند فتاویٰ جو راقم کے پاس محفوظ تھے، مفتی صاحب نے انھیں بھی شامل کیا اور کتاب طباعت کے لئے مکتبہ نعیمیہ دہلی بھیج دی گئی، اس واقعہ سے بارگاہ مرشد میں مفتی صاحب کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، شہزادۂ تاج الشریعہ حضور قائد ملت کی بارگاہ میں بھی مفتی صاحب بے حد مقبول تھے، آپ جب بھی تشریف لاتے تھے قائد ملت آپ پر خصوصی التفات فرماتے۔

مختصر یہ کہ حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی صاحب گوناگوں خوبیوں کے مالک، مختلف علوم و فنون کے فاضل اور منفرد اعزاز و اکرام کے حامل فرد فرید تھے، قوم کی بہت سی امیدیں ان سے وابستہ تھیں، علمی دنیا کو وہ مزید بہت کچھ دے سکتے تھے اور بہت سے طالبان علوم کی آبیاری کرکے انھیں وہ ثمر بار شجر کا پیکر دے سکتے تھے کہ قضا آئی، لے چلی اور وہ چل دیئے۔ ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

اداریہ

(از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی*

اکل حلال کے بغیر تقویٰ ممکن نہیں

جاندار کی حیات وزیست کے لیے جہاں دیگر اشیا کی ضرورت ہوتی ہے وہیں خورد ونوش کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے، خالق کائنات عزوجل کا بڑا فضل وکرم ہے کہ وہ ہر جاندار کو رزق عطا فرماتا ہے، اس کی شان کریمی ورحیمی کہ جو اسے معبود مانتا ہے اسے بھی رزق عطا فرماتا ہے اور جو منکرین ہیں اسے بھی رزق عطا فرماتا ہے۔

مخلوقات میں انسان کو اشرف ہونے کا شرف حاصل ہے، بندوں پر یہ فرض ہے کہ رزق حلال کے حصول کے لیے جد وجہد کرے اور اسی سے خود کی اور اپنے اہل وعیال کی پرورش کرے، انبیائے کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، قصداً یہ مقدس گروہ غلطی نہیں کرتے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے رسولو! پاکیزہ روزی کھاؤ، اس سے حلال رزق کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ-(پ2، سورۃ البقرہ، آیت نمبر188) ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو جان بوجھ کر۔'' (کنزالایمان)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"اس آیت میں باطل طور پر کسی کا مال کھانا حرام فرمایا گیا خواہ لوٹ کر یا چھین کر، یا چوری سے، یا جوئے سے، یا حرام تماشوں یا حرام کاموں یا حرام چیزوں کے بدلے یا رشوت یا جھوٹی گواہی یا چغل خوری سے یہ سب ممنوع وحرام ہے، مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ ناجائز فائدہ کے لیے کسی پر مقدمہ بنانا اور اس کو حکام تک لے جانا ناجائز وحرام ہے، اسی طرح اپنے فائدہ کی غرض سے دوسرے کو ضرر پہنچانے کے لیے حکام پر اثر ڈالنا رشوتیں دینا حرام ہے، جو حکام رس لوگ ہیں (یعنی جس کی پہنچ حکمرانوں تک ہے) وہ اس آیت کے حکم کو پیشِ نظر رکھیں، حدیث شریف میں مسلمانوں کے ضرر پہنچانے والے پر لعنت آئی ہے۔" (خزائن العرفان)

اسی آیت کے ضمن میں تفسیر ضیاء القرآن میں ہے:

"اسلامی نظامِ معاشیات کا ایک اور قاعدہ بیان ہو رہا ہے، یعنی ناجائز طریقہ سے لوگوں کے مال نہ کھاؤ، علامہ قرطبی فرماتے ہیں وہ شخص جس نے ایسے طریقے سے مال حاصل کیا جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی تو اس نے باطل ذریعہ سے کھایا، اس میں جوا، دھوکہ دہی، زبردستی چھین لینا کسی کے حقوق کا انکار اور وہ مال جسے اس کے مالک نے خوشی سے نہیں دیا، سب اکل باطل میں شامل ہیں، علامہ قرطبی نے یہ تصریح بھی کی ہے، اگر کوئی شخص رشوت دے کر جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹی گواہیاں دلوا کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لے تو قاضی کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کرسکتا۔" (ضیاء القرآن)

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۔(پ5، آیت نمبر29، سورۃ النساء) ترجمہ: اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضا مندی کا ہو۔" (کنزالایمان)

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہ آیت مذکورہ کے تحت رقمطراز ہیں:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ چونکہ مالی معاملات میں حرام وحلال سے بچنا بہت مشکل ہے اور اللہ تعالیٰ مشکل احکام سناتے وقت پہلے مسلمانوں کو خطاب اور پھر حکم سناتا ہے، نیز اعمال سے ایمان مقدم ہے نیز حرام کمائیوں سے بچنے کا حکم صرف مسلمانوں کو ہے، کفار ان احکام کے مخاطب نہیں ہوتے، ان وجوہ سے پہلے مسلمانوں کو پیارے خطاب سے پکارا تاکہ اس خطاب کی لذت سے مسلمانوں پر یہ بھاری احکام آسان ہوجائیں، لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ اگرچہ حرام مال کا استعمال مطلقاً حرام ہے، مگر چونکہ کھانا مال کا اصل مقصود ہوتا ہے، اس لیے یہاں کھانے کی ممانعت فرمائی، اَموال جمع فرما کر اس طرف اشارہ کیا کہ ہر قسم کے حرام مال سے بچو، روٹی، کپڑا، مکان، جائیداد، جانور وغیرہ جو بھی حرام ذریعہ سے حاصل ہوں ان سے بچو۔" (تفسیر نعیمی)

تفسیر ضیاء القرآن میں ہے:

"کسبِ حلال پر قرآن پاک نے جتنا زور دیا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، ایسے موقعوں پر قرآن پاک کا انداز بیان بڑا اثر انگیز ہوتا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ دوسروں کے مال ناجائز طریقوں سے مت کھاؤ بلکہ فرمایا اپنے مال باطل طریقوں سے مت کھاؤ، اس سے یہ حقیقت واضح کرنا مطلوب ہے کہ اُمّت کے کسی فرد کا مال پرایا مال نہیں بلکہ اپنا ہی مال ہے، اس میں ناجائز تصرّف کرنا دھوکہ فریب سے اس کو ہڑپ کرنا اپنے آپ سے ہی دھوکہ کرنا ہے، ہاں اگر تم آپس میں تجارت کرو اور تجارت میں کسی کی سادہ لوحی یا مجبوری سے ناروا فائدہ نہ اٹھایا گیا ہو بلکہ فریقین نے راضی خوشی سے لین دین کیا ہو اور اس طرح تمہیں نفع حاصل ہو تو یہ نفع حلال ہے عَنْ تَرَاضٍ کے کلمات پر مزید غور فرمائیے، اسلام جس صاف ستھری تجارت کی اجازت دیتا ہے اس کے خدّوخال آپ پر واضح ہوجائیں گے۔" (ضیاء القرآن)

مندرجہ بالا آیات کریمہ اور تفاسیر میں ہر قسم کے ناجائز و حرام مال کھانے کی ممانعت کی گئی ہے، اب احادیث شریفہ اس تعلق سے پیش ہیں، مشہور صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

"ضرور لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ کچھ پرواہ نہیں کرے گا کہ جو مال اس نے حاصل کیا وہ حلال ہے یا حرام۔" (بخاری شریف)

سرکار کے اس فرمان عبرت نشان کو پڑھیے اور دور حاضر میں لوگوں میں مال ودولت کے حصول میں تفکر اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جنون دیکھیے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ زمانہ آچکا ہے، لوگ دولت کے اس درجہ حریص ہو چکے ہیں کہ حلال وحرام میں بالکل تفاوت نہیں کرتے۔

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو کوئی دس درہم میں کپڑا خریدے اور اس میں ایک درہم حرام کا ہے جب تک وہ کپڑا اس پر رہے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔" (مشکوٰۃ شریف)

خلاصۂ کلام یہ کہ بہرحال رزق حلال سے خود کی اور اہل وعیال کی پرورش کرنی چاہیے، واضح رہے کہ شیطان جو انسانوں کا کھلا دشمن ہے، وہ انسانوں کو ہمہ وقت بہکانے کی فراق میں رہتا ہے، مگر جب وہ کسی عابد کو دیکھتا ہے کہ عبادت میں بہت مصروف ہے لیکن خورد ونوش میں حلال وحرام میں کوئی امتیاز نہیں کرتا، تو ابلیس لعین اپنے چیلوں سے کہتا ہے اسے بہکانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، خواہ یہ کتنی ہی عبادت کرکے اپنے نامۂ اعمال پُر کرلے مگر اس کا کھانا حرام ہے تو اس کی کوئی بھی عبادت بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں۔

تف ہے دور حاضر کے ان اہل علم دنیا بقیہ ص ۱۳ پر

(از: مولانا شمس تبریز خاکی مرکزی*

علم انسانی فلاح و بہبود کا ضامن

اسلامیات

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

علم اس کِرمَکِ شَب تاب (جگنو) کی مانند ہے، کہ اگر ہمسفر ہے تو تاریک سے تاریک رات میں بھی بغیر مشعلِ راہ کے اپنی منزل مقصود تک پہنچنا ممکن ہے اور اگر خدانخواستہ کوئی بندۂ خدا اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہے، تو آنکھیں ہونے کے باوجود بھی وہ اس دیدۂ کور کی طرح ہے جس کے لیے سورج کے شعائیں بھی بے سود ہوتی ہیں۔

چودہ سو سال کی ضرب المثل تاریخ آج بھی لوگوں کی ذہن سازی کررہی ہے کہ علم انسان کی شخصیت کو اپنے ہم عصر میں ممتاز کرتی ہے۔ علم کی بنیاد پر ہی معاشرے تشکیل پاتے ہیں، اقوام عروج وارتقا کی منازل طے کرتی ہیں، لیکن افسوس صد افسوس اپنے ان مسلمان بھائیوں پر جو علم جیسی عظیم دولت سے تہی دامن نظر آتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق۔
(سورۂ علق، آیت ۵/ پارہ ۳۰) ترجمہ: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔“
(کنز الایمان)

نوعِ انسانی (امت مسلمہ) کی اس سے بڑھ کر اور کیا معراج ہوگی کہ جب اس کا خالق اس سے ہم کلام ہوتا ہے، تو سب سے پہلے حصولِ علم کا حکم دیتا ہے، چونکہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے کہ اگر انسانی فلاح و بہبود کی ضامن کوئی بات ہوگی تو وہ علم ہے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ اسلم نے ارشاد فرمایا:

" عنقریب فتنے ہوں گے، صبح انسان مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوجائے گا، سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ زندہ رکھا۔" (صحیح مسلم، جلد 7)

اس پرفتن دور میں جہاں قدم قدم پر ایمان فروش لوگ خیمہ زن ہیں، وہیں فتنہ وفساد کا وہ بازار گرم ہے کہ انسانی زندگی اخروی سعادت سے کوسوں میل دور نظر آتی ہے، مذکورہ بالا حدیث قدسی کو آپ! سامنے رکھ کر اطراف واکناف کا جائزہ لیں، تو آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ واقعی وہ دور آگیا ہے جس دور کی خبر مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل دے دی تھی، کہ لوگ صبح کو مومن ہوں گے اور شام کو کافر، سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کی ساتھ زندہ رکھا ہے۔

علم و ہنر سے پاتی ہے انسانیت فروغ
انسان زندہ لاش ہے تعلیم کے بغیر

کیا آپ اس شخص کو نہیں دیکھتے جو علم سے کورہ ہے؟ وہ کفریہ عقائد و نظریات پر دھڑلے سے یقین کرلیتا ہے، جبکہ سچی باتیں اس کے دل پر اثر نہیں کرتیں، حد تو یہ ہے کہ لوگ کفریہ کلمات اور گانے اتنے ذوق وشوق کے ساتھ سنتے ہیں جیسے ان کی فلاح و نجات کا سامان اسی میں پوشیدہ ہو، مان لیتے ہیں کہ وقتی طور پر وہ کفریہ گانے ان کے اطمینان دل کا سامان فراہم کرتے ہوں گے۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ یہی کفریہ گانے انھیں جہنم سے قریب کررہے ہیں۔ ہاں اگر انھیں علم ہوتا تو وہ خوب جانتے اور بچتے اور اللہ کی پناہ مانگتے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

"اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ (پ ۳۰، سورۃ العلق) ترجمہ: پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم، جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔"

اسی آیت مبارکہ میں دوسری مرتبہ پھر حکم ہوا کہ "پڑھو" غور وخوض کا مقام یہ ہے کہ خالق کا مخلوق سے ایک مرتبہ کسی بات کا حکم دے دینا کافی تھا، لیکن دوسری مرتبہ کیوں حکم دیا؟ تو بات واضح ہے کہ جب بات میں زور اور تاکید پیدا کرنا مقصود ہوتی ہے، تب ایک بات دوسری مرتبہ کہی جاتی ہے، خالق نے مخلوق کو دوسری مرتبہ حکم دے کر یہ بتا دیا کہ علم سیکھنا کتنا ضروری ہے اور اسلام میں اس کی کتنی اہمیت ہے، اللہ تعالیٰ آگے ارشاد فرماتا ہے کہ تمہارا رب کریم ہے! یعنی اگر بندہ محنت کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے حق میں بہتری فرمائے گا۔ ؎

آرام طلب جو ہوتا ہے وہ علم کی دولت کھوتا ہے
جو علم کا طالب ہوتا ہے وہ رات کو دن کر دیتا ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو سب سے پہلے انھیں تمام اشیا کا علم دیا تاکہ ان کی ذات بابرکت فرشتوں میں ممتاز ہو جائے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وعلم ادم الاسمآء کلھا ثم عرضھم علی الملئکۃ فقال انبؤنی باسمآء ھؤلآء ان کنتم صدقین۔ (پ۱، سورۃ البقرہ، ۳۱) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیا کے) نام سکھائے پھر سب (اشیا) کو ملائکہ پر پیش کرکے فرمایا: سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔" (ترجمہ کنز الایمان)

فرشتوں نے حضرتِ آدم علیہ السلام کے مقابل اپنی کم علمی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے جو اللہ عزوجل کے سامنے عرض کیا اس کو قرآن خود بیان فرماتا ہے:

"قالوا سبحنک لا علم لنآ الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ (پ۱، سورۃ البقرہ، ۳۲) ترجمہ: بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم وحکمت والا ہے۔" (کنز الایمان)

پتہ چلا حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر جو فضیلت حاصل ہوئی وہ علم کی بنیاد پر ہے، یہی علم ہے جس کی بنیاد پر حضرت آدم علیہ السلام کو وہ مقام حاصل ہوا، جس کو شیطان ایک لمحہ برداشت نہ کرسکا اور خدا کا نافرمان ہو کر راندۂ بارگاہ ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں ارشاد فرمایا:

"یا أبا ذر، لأن تغدو فتعلم آیۃ من کتاب اللہ، خیر لك من أن تصلی مائۃ رکعۃ، ولأن تغدو فتعلم بابا من العلم، عمل بہ أو لم یعمل، خیر من أن تصلی ألف رکعۃ۔ (سنن ابن ماجہ، ۲۱۹) ترجمہ: ابوذر! اگر تو صبح کو (علم سیکھنے کے لئے) نکلے اور اللہ کی کتاب کی ایک آیت سیکھ لے، یہ تیرے لئے سو رکعت (نفل) نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اگر تو صبح نکل کر علم کا ایک باب سیکھ لے، خواہ اس پر عمل کر سکے یا نہ کر سکے، یہ تیرے لیے ہزار رکعت (نفل) نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔"

یہ حدیث ان جہلا کی خام خیالی کا رد کرتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ علم تو سیکھ لیا لیکن جب اس پر عمل نہ کر سکے تو علم سیکھنے سے کیا فائدہ ہوا، شاید انھیں اس بات کا علم نہیں کہ علم کی روشنی کبھی بھی انسان کو تاریکیوں میں نہیں لے جاتی ہے، حدیث پاک پڑھ کر ایک دو سوال ذہن میں قائم ہوتے ہیں کہ سو رکعت نماز نفل پڑھنے پر ایک آیت قرآن کی سیکھ لینے کو ترجیح کیوں دی گئی ہے؟ پھر فرمایا: ہزار رکعت (نفل) نماز پڑھنے سے بہتر ہے کہ تو علم کا ایک باب سیکھ لے! اب جو بات قابلِ توجہ ہے وہ یہ کہ معلم کائنات نے فرمایا: خواہ اس پر عمل کر سکے یا نہ کر سکے، آئیے! ان سوالات کے جوابات کے لئے ایک اقتباس میں بغور مطالعہ کرتے ہیں:

"ایک روز عصر کے بعد شیطان نے اپنا تخت بچھایا اور دیگر شیاطین نے اپنی اپنی کارگزاری کی رپورٹ پیش کرنا شروع کر دی، کسی نے کہا: میں نے اتنی شرابیں پلائیں، کسی نے کہا: میں نے اتنے زنا کرائے، غرض ہر شیطان نے اپنے کرتوت اپنے سردار کو پیش کیے، ابلیس سب کی سنتا رہا اور شاباشی دیتا رہا اتنے میں ایک چھوٹا شیطان آیا اور اس نے کہا: آج میں نے ایک طالب علم کو پڑھنے سے باز رکھا، اس نے کھڑے ہو کر پر جوش انداز سے اس چھوٹے شیطان کو شاباشی دی اور کہا "أَنْتَ أَنْتَ" تو نے کام کیا ہے تو نے کام کیا ہے، دوسرے شیطان یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے

کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے کام کیے، انھیں اس طرح نہ سراہا گیا جتنا اس معمولی کام کرنے سے خوش ہوا ہے، شیطان نے اپنے چیلوں سے کہا: تمھیں معلوم نہیں جو کچھ بھی کام تم نے کیا ہے، یہ سب کام اس کام کی وجہ سے پائے تکمیل تک پہنچے ہیں، اگر انھیں علم ہوتا تو وہ گناہ نہیں کرتے، لو میں تمھیں دکھاتا ہوں وہ کون سی جگہ ہے جہاں بڑا عابد رہتا ہو مگر وہ عالم نہ ہو اور قریب ہی عالم دین بھی رہتا ہو انھوں نے ایک جگہ کا نام لیا، صبح کو طلوع آفتاب سے قبل دیگر شیاطین کو لے کر شیطان اس مقام پر پہنچا دیگر شیاطین مخفی رہے۔ یہ انسان کی شکل بن کر راستے میں کھڑا ہو گیا عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد فجر کی نماز کیلئے تشریف لا رہے تھے راستہ میں شیطان انسانی صورت میں کھڑا تھا۔"

"السلام علیکم ،وعلیکم السلام ۔ حضرت! مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے، عابد صاحب نے کہا: جلدی پوچھو، مجھے نماز کے لیے مسجد جانا ہے، شیطان نے جیب سے ایک شیشی نکالی اور سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ یہ سارے آسمانوں اور زمینوں کو اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کر دے، عابد صاحب نے شیشی کو دیکھا اور کہا کہ: کہاں آسمان و زمین اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی، شیطان جلدی سے بولا: بس یہی پوچھنا تھا جناب! تشریف لے جائیے اور دیگر شیاطین سے کہا: دیکھو میں نے اس کی راہ ماردی اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین ہی نہیں باقی عبادات کس کام کی؟ دوسری جانب ایک عالم دین جلدی جلدی مسجد کی جانب تشریف لا رہے تھے، انھیں روکا۔

السلام علیکم وعلیکم السلام! مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے، جلدی پوچھیں، شیشی دکھائی اور وہی سوال کیا، عالم نے فرمایا: ملعون تو شیطان معلوم ہوتا ہے، ارے! وہ رب عز وجل قادر ہے، یہ شیشی تو بہت بڑی ہے میرا رب عز وجل اگر چاہے تو ایک سوئی کے ناکے کے اندر سے کروڑوں آسمان اور زمین داخل کر دے، کیونکہ "ان اللہ علی کل شئ قدیر "عالم دین کے تشریف لے جانے کے بعد شیطان نے دیگر شیاطین کی طرف دیکھا اور کہا: یہ علم ہی کی برکت ہے۔

جس نے طالب علم کو پڑھنے سے روکا اس نے بہت بڑا کام کیا تا کہ وہ علم حاصل نہ کر سکے اور نہ عالم بن سکے۔"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، صفحہ ۲۱ – ۲۲ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

اس لیے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم کا سیکھنا ہر اک پر فرض قرار دیا اور ارشاد فرمایا:

"طلب العلم فريضة على كل مسلم، وواضع العلم عند غير أهله كمقلد الخنازير الجوهر واللؤلؤ و الذهب۔ ترجمہ: علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور علم کو نااہلوں کے سامنے رکھنے والا ایسے ہے، جیسے خنزیروں کو جواہرات، موتیوں اور سونے کے ہار پہنانے والا۔"

حدیث پاک میں مرد و عورت کی تخصیص نہیں ہوئی کہ مرد کے لیے فرض ہے اور عورت کے لیے نہیں، بلکہ دونوں کے لیے علم کا سیکھنا فرض قرار دیا گیا، لہٰذا مرد و زن سب حصول علم کے لیے کوشاں رہیں، جہاں تک مجھے محسوس ہوا ہے، وہ یہ کہ مرد سے زیادہ عورت کو حصولِ علم کے لیے سرگرداں رہنا چاہئے، چونکہ اس کی آغوش میں اس کے بچوں کا مستقبل پروان چڑھتا ہے، اگر وہ علم و عمل کے زیور سے مزین ہوگی تو بچوں کی پرورش عمدہ پیرائے میں ہوگی، چونکہ عمر کا وہ حصہ جس میں بچے بالکل اس پودے کی مانند ہوتے ہیں جس کو ہر دن مالی کی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے، اگر مالی بے توجہی کا شکار ہو جائے اور وقت پر پودے کو پانی نہ دے اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے، تو ظاہر ہے وہ پودا ہرا بھرا ہونے سے قبل ہی مرجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر کمسنی میں بچے کی اچھی تربیت نہ ہو، تو پھر جوانی تو جوانی بڑھاپا بھی جہالت کی تاریکیوں کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔

طالب علم کی وجہ سے والد کی قبر میں نور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر پر گزرے تو ملاحظہ فرمایا کہ قبر میں عذاب ہو رہا ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد اسی قبر کے پاس سے آپ علیہ السلام کا دوبارہ گزر ہوا تو ملاحظہ فرمایا قبر میں نور ہی

اسلامیات

نور ہے اور رحمت الٰہی عزوجل کی برسات ہو رہی ہے، آپ علیہ السلام حیران ہوئے اور بارگاہ رب العزت میں عرض گزار ہوئے: اے میرے رب عزوجل! مجھے اس قبر کے راز سے آشنا فرما دے، ارشاد ہوا: اے روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! یہ بندہ سخت گناہ گار اور بدکردار تھا، اس وجہ سے اس پر قبر میں عذاب ہو رہا تھا لیکن موت سے قبل اس نے اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑا تھا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور آج وہ علم کی طلب میں مکتب بھیجا گیا ہے، اس کے استاد نے آج اسے بسم اللہ پڑھائی ہے، مجھے حیا آتی ہے کہ میں اسے عذاب دوں جس کی اولاد مجھے الرحمن الرحیم کہہ رہی ہے۔"

(تفسیر کبیر اردو، جلد اوّل، ص ۴۰۱)

مسلمانو! ذرا توجہ دو کہ ایک سخت گنہگار کو عذاب قبر سے بچنے کے لئے کوئی ممکنہ صورت نظر نہیں آتی ہے، لیکن جب اس کی شریک حیات اس کی اولاد کو جنتی ہے اور وہ مکتب کا رخ کرتا ہے، اللہ عزوجل کو رحیم کہہ کر اس کی رحمت کا طالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ کو حیا آتی ہے کہ جس کی اولاد مجھے رحیم کہے میں اس پر عذاب مسلط کروں اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی قبر رحمت و نور کی کیاری بن جاتی ہے، محسن انسانیت ارشاد فرماتے ہیں:

"یوزن یوم القیامة مداد العلماء ودم الشهداء فیرجح مداد العلماء على دم الشهداء رواه الديلمي. (أخرجه الديلمي في مسند الفردوس، ٥/ ٤٨٦، الرقم/ ٤٨٨) ترجمہ: روز قیامت علما کے قلم کی سیاہی اور شہدا کے خون کو تولا جائے گا تو علما کے قلم کی سیاہی شہدا کے خون سے زیادہ وزنی ہو جائے گی۔"

سبحان اللہ! جہاں نفسی نفسی کا عالم ہوگا وہاں ایک علم حاصل کرنے والے کا یہ مقام و مرتبہ ہوگا، کہ اس کے قلم کی سیاہی کا وقار و معیار شہدا کے خون سے بھی زیادہ منفرد و ممتاز ہوگا، اب اس سے بڑھ کر اور کیا حصول علم میں سرگرداں رہنے والے کے لیے مسرت و شادمانی کا مقام ہو سکتا ہے، ایک اور حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له طريقا إلى الجنة قال أبو عيسى هذا حديث حسن۔

(جامع ترمذی، ٢٦٤٦) ترجمہ: جو علم حاصل کرنے کے ارادہ سے کہیں جائے، تو اللہ اس کے لیے جنت کے راستے کو آسان (وہموار) کر دیتا ہے۔"

معلوم چلا اگر ہم حصولِ علم کے لیے گھر سے نکلتے ہیں تو وہ جنت ہم سے قریب ہو جاتی ہے، جس کے لیے ہمارے بہت سے اعمال کارگر ثابت نہیں ہوتے تو ہم پر لازم و ضروری ہے کہ ہم حصول علم کے لیے ہمہ وقت متحرک فعال رہیں، تاکہ بروزِ حشر ہمیں بھی مژدۂ جاں فزا سنایا جائے اور ہم جنت کے حقدار بن سکیں، بفضلہ تعالیٰ یہ بات ممکنات میں سے ہو سکتی ہے کہ اب ہم نے خود کو حصولِ علم کے لیے آمادہ کر لیا ہو۔ تو پھر ہمیں چاہیے کہ جو علم سیکھیں وہ دین کی سربلندی کے لیے سیکھیں اور اگر اس کے سوا کوئی اور مقصد آڑے آئے گا، تو ہمارا سیکھنا اور نہ سیکھنا برابر ہے اور ہم دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو کر اٹھائے جائیں گے، چونکہ آقائے کائنات کا فرمان عالیشان ہے:

"جو شخص علم (اس لیے) طلب کرے تا کہ بحث و گفتگو میں علمائے کرام سے برابری کرے یا جاہلوں اور بے وقوفوں کے ساتھ جھگڑا کرے یا اس لیے کہ لوگوں کے منہ اپنی جانب پھیرے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔"

(اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے وہ علم سیکھا جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا حاصل کی جاتی ہے مگر وہ اپنے رضائے الٰہی عزوجل کے لیے نہیں (سیکھتا) بلکہ ذلیل دنیا جمع کرنے کے لیے سیکھے، تو ایسا شخص بروز قیامت جنت کی ہوا بھی نہیں پائے گا۔"

(اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ)

اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھی فتنہ
املاک بھی اولاد بھی جاگیر بھی فتنہ
ناحق کے لیے اٹھے تو شمشیر بھی فتنہ
شمشیر ہی کیا نعرۂ تکبیر بھی فتنہ

لہٰذا اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ حصول علم میں سرگرداں رہیں، تا کہ کامیابیاں ہمارے قدم چومیں، نیز علم ایک دریا ہے، اس میں ہم جتنا غوطہ زن ہوں گے اتنے علمی وادبی موتی اپنے دامن میں سمیٹیں گے، لیکن ہماری زندگی ہمیشہ ایک طالب علم کی طرح بسر ہو، اسی میں فلاح ونجات کا راز مضمر ہے۔

حد سے بڑھے جو علم تو ہے جہل دوستو!
سب کچھ جو جانتے ہیں وہ کچھ جانتے نہیں

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں علم حاصل کرنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۸/ کا بقیہ..

داروں پر جو اکل حرام کی نحوست کا علم رکھتے ہوئے اس فانی دنیا میں عارضی عیش وعشرت کے لیے حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے، یاد رہے کہ تقویٰ وپرہیزگاری کی صفت تب ہی آئے گی جب خورد ونوش حتّٰی کہ سارے معاملات حلال وجائز طریقے سے ہوں۔

◆◆◆

ص ۲۱/ کا بقیہ..

کوئی بندہ مومن کہلانے کے باوجود کذب بیانی کا خوگر ہو جائے اور جھوٹ بولنا اپنا شیوہ بنا لے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے انسان کے ایمان میں کہیں نہ کہیں نقص ضرور ہے، بلفظِ دیگر یوں کہہ لیں کہ سچا اور پکا مومن وہ ہے جو راست بازی اختیار کرے اور کذب ودروغ سے خود کو دور ونفور رکھے۔

جاری.........

ص ۳۶/ کا بقیہ..

نہیں بل کہ بے جا عقیدت اور عقیدہ اہل سنت سے بغاوت ہے، خدا ہونے کو کیسے فضیلت میں شمار کیا جا سکتا ہے؟ حضرت علی کو مولائے کل کہنا، ایک مقام پر سرکار علیہ السلام کی خصوصیات شمار کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

" آپ پاک وطاہر تھے، بحالت غسل بھی آپ کو اور مولائے کائنات علی علیہ السلام کو مسجد میں بے تکلف آنا جانا جائز تھا، وہ خصوصیتیں جو "مولائے کل" علی علیہ السلام کے ساتھ حضور کو ہیں کسی اور کو نصیب نہیں۔" (میلاد اکبر، صفحہ 62)

اکثر مقام پر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" کا لاحقہ موجود ہے جو کہ اہل سنت کا طریقہ نہیں، نیز یہ جملہ قابل غور ہے کہ "وہ خصوصیتیں جو "مولائے کُل" علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور کو ہیں کسی اور کو نہیں" یہاں جملہ برعکس استعمال کیا ہے، ہونا یہ چاہیے تھا کہ جو خصوصیات مولی علی رضی اللہ عنہ کو سرکار علیہ السلام کے ساتھ ہیں............... ان میں سے بعض کسی اور کو نہیں، لیکن لکھا برعکس ہے۔ (کیوں کہ بعض خصوصیات میں بہت سے صحابہ ایک دوسرے سے ممتاز ہیں) یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "مولائے کُل" کہا گیا ہے یہ عقیدہ بھی اہل سنت کا نہیں ہے، مولائے کل صرف اور صرف ہمارے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ واضح ہو گیا کہ میلاد اکبر میں بہت سے مقامات احتیاط ہیں لیکن ہماری بہنوں کو یہ معلوم نہیں، اس لئے وہ انھیں بلا جھجھک پڑھتی ہیں، ہماری معلمات کو چاہیے کہ وہ اپنی تقاریر، دروس میں میلاد اکبر کے تعلق سے یہ چیزیں کثرت سے بیان کریں تا کہ خواتین عقیدے کی حفاظت ہو سکے۔

نوٹ: مضمون میں کی قسم کی شرعی گرفت ہو تو ضرور آگاہ فرمائیں خاص کر شعرا حضرات تاویلات بعیدہ بھی ہو سکتی ہوں تو آگاہ فرمائیں، جزاک اللہ۔

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

اسلامیات

(از: مولانا خلیل احمد فیضانی *

آمد بہار

اسلامیات

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس مبارک ساعت پہ لاکھوں سلام
(رضا بریلوی)

ماہ نور کی آمد سے فضاے بسیط معطر ومشک بار ہو گئی ہے، حل وحرم، صحرا و کہسار، وادی وجبل اور بام و در سب کے سب مہبط انوار الٰہیہ کے مراکز بن چکے ہیں، ذکر مصطفیٰ کے نغمات کی روحانی نغمگی ہی کچھ ایسی ہے کہ دل فدا کارنہ کھنچے چلے آتے ہیں، ان کے ذکر کی خوش بو سے مشام ایمانی معنبر معنبر ہو گئے، افکار کی دنیا میں ایمانی حلاوت محسوس کی جانے لگی، بایں وجہ آج دیدہ و دل مسرتوں سے سرشار اور قلب وجگر نکہتوں سے شادکام ہیں، ان کی آمد سے سحاب ظلمت چھٹ گئے، رحمتوں کی برکھا برسنے لگی، محبتوں کی سوغات بٹنے لگی، خیرات وحسنات کا دور دورہ ہوا، جبر واستبداد کے ملبے تلے سسکتی بلکتی انسانیت نے سکوں کی سانس لی، لاریب! تڑپتی انسانیت کے درد کا درماں آج بھی اسی بارگاہ سے وابستگی میں پنہاں ہے، اس ماہ نور ونکہت میں صبح درخشاں سے لے کر شب تاباں تک عطاؤں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

عشاق یہاں سے اپنے اپنے ظروف کے مطابق گوہر مراد سے شادکام ہو کر شاد ماں لوٹتے ہیں، ان کی نوازشات وعنایات کا سلسلہ آج بھی ٹھیک اسی طرح جاری ہے، جس طرح قرون اولیٰ میں جاری تھا، بس شرط یہ ہے کہ جھولی پھیلانے کا سلیقہ ہو پھر قلب مضطر کی پکار سننے میں انہیں دیر نہیں لگتی ہے، تذکار حبیب سے اپنی روحوں کو جلا بخشنا پاکیزہ سرشت افراد کا شعار ہے، ذکر رسول کے نغمات کی آج ہر جگہ گونج گونج ہے، ایسی کوئی جگہ نہیں، جہاں ذکر مصطفیٰ ﷺ نہیں، ایسا کوئی لمحہ نہیں، جس میں ذکر مصطفیٰ ﷺ نہیں، ہر سو ذکر مصطفیٰ ﷺ کی گونج گونج ہے، ہر وقت رفعت مصطفیٰ ﷺ کے تذکرے ہیں۔

بلبلیں ان کے ذکر میں زمزمہ خوانی کر رہی ہیں، کلیاں ان کے ذکر کی حلاوت سے چٹخ رہی ہیں، مور وملخ ان کی یاد میں رقصاں ہیں، وحوش وطیور ان کی آمد پر فرحاں ہیں، گویا ہر اک ذکر مصطفیٰ، تذکرہ مصطفیٰ اور یاد مصطفیٰ کے پر بہار چمنستان کی فضاؤں سے لطف اندوز ہو رہا ہے تو پھر میں کیوں نہ کہوں:

سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

ان کے عروج کی کوئی حد نہیں ہے، جہاں عروج کی معراج ہوتی ہے وہاں سے مصطفیٰ ﷺ کی معراج شروع ہوتی ہے، ذکر مصطفیٰ ﷺ کی رفعتیں قرآن نے بیان کیں، رخ انور کی قسمیں خود قرآن نے اٹھائیں، زلف عنبریں کے پرنور تذکرے قرآن نے کیے، موج نور میں غوطہ زنی کرتی ان کی شب وروز کی ادائیں قرآن نے بیان کیں، اب بھلا ان کا ذکر پاک کیسے مٹایا جاسکتا ہے، بقول امام عاشقاں: مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا ان کا چرچا آسمانوں میں ہے، ان کا ذکر خلد بریں کی بلندیوں پر ہے، ان کے چرچے، ان کا ذکر کہاں کہاں نہیں، انہیں کے ذکر سے نبض ہستی تپش آمادہ ہے، وہ نہیں تو کچھ نہیں، بقول شاعر:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک استادہ اسی نام سے ہے، نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے، ڈاکٹر مسعود احمد مجددی نقشبندی لکھتے ہیں:

اسلامیات

”ذکر مصطفیٰ (ﷺ) کہاں نہیں؟ کوئی جگہ نہیں، جہاں نہیں، اللہ اللہ! اُن کے کرم سے موجودات نے لباسِ وجود پہنا، اُن کا چرچا آسمانوں میں، اُن کا چرچا زمینوں میں، اُن کا چرچا سمندروں میں، اَنبیا و رُسل، فلک و ملک، جن و انس سب اُن کی آمد آمد کے منتظر، اُن کا نام نامی، بہارِ زندگی، اُن کا وجود گرامی، شبابِ زندگی، اُن کی راتیں، مغفرت کی برسات، اُن کے دن، رَحمت کی پھوار، اُن کا تبسم، طلوعِ فجر، اُن کا غم، غروبِ سحر، اُن کی عنایت، دلوں کی ٹھنڈک، اُن کا کرم، روحوں کی فرحت، اُن کا دیدار، آنکھوں کی روشنی، اُن کا کردار، انسانوں کی معراج، ذکرِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بڑی سعادت ہے۔

وہ دل، دل نہیں جو اُن کے لیے نہ سلگے، وہ آنکھ، آنکھ نہیں جو اُن کی یاد میں نہ برسے، وہ سینہ، سینہ نہیں جو اُن کی محبت میں نہ پھلے، وہ زباں، زباں نہیں جو اُن کی مدح وثنا میں نہ کھلے، ہاں، رَگوں میں خون دوڑ رہا ہے، دل میں جذبات اُمنڈ رہے ہیں؛ دماغ میں خیالات پھوٹ رہے ہیں، زباں پر الفاظ مچل رہے ہیں، جسم میں ہلچل مچی ہے، پھر کیوں نہ اُس جانِ جاں (ﷺ) کا ذکر کریں، ہاں ربّ العالمین خود اُن کا ذکر فرما رہا ہے۔

اللہ اللہ! وہ ذکر کی کن بلندیوں پر فائز ہیں، اس سے بڑھ کر بلندی اور کیا ہوگی کہ نامِ نامی؛ ربِ کریم کے حضور اس طرح سرفراز ہوا کہ ہر سرفرازی، اُس سرفرازی کے قدم چومنے لگی، ہمارا کیا منہ؟ ہماری کیا اَوقات، ہماری کیا بساط جو اُن کا ذکر کریں، عقل نہیں جو اُن کی بلندیوں کو پا سکے، دماغ نہیں جو اُس جوامع الکلم کی بات سمجھ سکے، آنکھ نہیں جو اُن کے جلووں کو دیکھ سکے، کیا کریں اور کیا نہ کریں؟ دل بے قرار ہے، آنکھیں اَشکبار ہیں، اللہ اللہ! مگر وہ تو غریب نواز ہیں، ہاں:

اک ننگ غم عشق بھی ہے منتظر دید
صدقے ترے اے صورت سلطان مدینہ

(آمدِ بہار پی ڈی ایف، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں ۲۰۲۰ء ص ٦—٧)

اللہ اللہ! ان کے ذکر کی برکتیں دیکھیے، ان کے ذکر سے افکار نکھرنے لگے، کردار مہکنے لگے، زندگیاں دمکنے لگیں، صورتیں چمکنے لگیں، بہاروں میں بہار آگئی، دکھ کے مارے، مارے فرحت کے رقص کرنے لگے، غلاموں کو آزادی مل گئی، نہتوں کو آسرا مل گیا، یہ شان ہے ذکر مصطفیٰ ﷺ اور رفعت مصطفیٰ ﷺ کی۔

بلغ العلی بکمالہ، کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

ص ۷۴ کا بقیہ ....

کے مابین وسیع وعریض ربط وضبط سے واقف کار تھے، کامل مومن وہی ہے جو شریعت وطریقت کا جامع ہو اور یہ جامعیت تمام عرفانی احوال ومقامات، وجدانی ذوق اور علم لدنی سے عبارت ہے۔ ؎

وہ علم کم بصری جس میں ہمکنار نہیں
تجلیات کلیم ومشاہدات حکیم

حضرت علامہ ساحل سہسرامی کا شمار درحقیقت اپنے من میں ڈوب کر سراغ زندگی پا جانے والوں میں ہوتا تھا۔ وہ صاحب خرد، صاحب نظر، صاحب اسرار، درویش صفت، خودنمائی دور، خلوت پسند اور خاموش طبع انسان تھے تاہم ان کے خاموش وجود کے تہ میں عشق وعرفان کا بل کھاتا ہوا سمندر ان کی کامیاب زندگی کا راز تھا جس میں ہزاروں انقلابات خوابیدہ تھے، درحقیقت یہ ان لوگوں میں تھے جنہیں ان کی سادگی اور سچائی قابل قدر بناتی ہے اور جن کی صحبتوں میں پہروں بیٹھنے کو دل چاہتا ہے ان کی سحر انگیز شخصیت میں گم شدہ زمانوں کے علمائے ربانیین کی سی مقناطیسی کشش پائی جاتی تھی اور یہی ان کی زندگی کے غیر معمولی عناصر ترکیبی ہیں جو خورشید جہاں تاب کی طرح پس وصال بھی اندھیری رات کے مسافروں کے لئے انوار وتجلیات بکھیرتے رہیں گے، رب قدیر ان کے مرقد پر اپنی خصوصی رحمتوں کے پھول برسائے، آمین یارب العالمین۔

ترے آنے سے بڑھی رونق گلزار حیات
کیا گئے تم کہ کوئی گل بھی شگفتہ نہ رہا

اسلاف و اخلاف

از: علامہ سید اولادِ رسول قدسی*

حضور غوث اعظم اور احیائے دین متین

یہ بات نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور ہمارا بنیادی عقیدہ ہے کہ بلا شبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں، اب قیامت تک کسی بھی نبی یا رسول کی بعثت نہیں ہوگی، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب اصلاح وہدایت کے دروازے بند ہو گئے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ عظیم الشان کام ختمی مرتبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد کل بھی جاری تھا، آج بھی جاری ہے اور صبح قیامت تک جاری رہے گا۔

واضح رہے کہ اصلاحی امور کا تعلق فقط ظاہر سے نہیں بلکہ باطن سے بھی ہوتا ہے۔ بلفظِ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ انسان کے لیے جہاں ظاہر کا مصفیٰ ہونا ضروری ہے وہیں باطن کا بھی، بلکہ ظاہر کے بالمقابل تزکیۂ باطن از حد ضروری ہے اور یہ ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو انسانیت کی معراج سے ہمکنار کرنے میں ایک کلیدی رول ادا کرتا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ جب ختمی مرتبت رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا تو پھر آپ کے پردہ فرمانے کے بعد یہ اہم ترین امور کیسے انجام پذیر ہوں گے۔

خالق کائنات نے اپنے بندوں کی فلاح وصلاح کا بھرپور انتظام کر رکھا ہے، من جانب اللہ ان امور کی انجام دہی کی ذمہ داریاں دو جماعتوں کے سپرد کی گئی ہیں، وہ دو مقدس جماعتیں علما اور اولیا کی ہیں، دونوں جماعتوں کی کارگردگیوں میں بیّن فرق یہ ہے کہ علما ظاہری اصلاح کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور اولیا صفائے باطنی کا۔ یہی وہ جماعتیں ہیں جو ہمیں ایمان وعمل کا حسین سنگم بنائے رکھتی ہیں اور ہمارے ظاہر وباطن کو سنوار کر رب کائنات کی رضا وخوشنودی کے حصول کی سبیلیں ہموار کرتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں علما اور اولیا کی کثیر تعداد رہی اور یہ ذواتِ مقدسہ اصلاحِ امت کی روشنیاں بکھیرتے ہوئے خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیابت کا حق ادا کرتی رہیں، یوں تو حدیث پاک کی روشنی میں ربِ کائنات ہر سو سال میں ایک مجدد مبعوث فرماتا ہے جو دین میں تجدیدی امور کو انجام دیتا ہے، اہل اسلام کی برہم زلفوں کو سنوارتا ہے اور لوگوں کے ظاہر وباطن کو صیقل بناتا ہے لیکن جہاں تک احیائے دین کا تعلق ہے یہ متفق علیہ امر ہے کہ اس منصب پر صرف اور صرف تاجدارِ ولایت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فائز ہوئے اور آپ کا یہ طرۂ امتیاز وصف رہا کہ خود مذہب اسلام نے آپ کو محی الدین (دین کو زندہ کرنے والا) کے لقب سے ملقب کیا۔ بلفظِ دیگر یہ مہتم بالشان لقب صرف آپ ہی کی مقدس ہستی پر منطبق ہوتا ہے۔

تاجدارِ ولایت حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرتِ طیبہ پر سب سے زیادہ مستند ومعتبر کتاب مستطاب ''بہجۃ الاسرار'' میں آپ کا روشن بیان یوں مرقوم ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ۵۱۱ھ کی بات ہے، ایک بار جمعہ کے دن میں سفر سے بغداد کی طرف لوٹ رہا تھا معاً سرِ راہ کیا دیکھا کہ ایک انتہائی نحیف وناتواں بیمار شخص نیم بے ہوشی کے عالم میں بے سدھ پڑا ہے، جوں ہی اس کی نگاہیں مجھ سے چار ہوئیں اس نے مجھے سلام کیا اور میں جواب دے کر جب جانے لگا تو اس نے کہا جناب والا! اتنی جلدی بھی کیا ہے ذرا مجھ پر نظرِ کرم فرمائیے، میری اس دگرگوں اور ناگفتہ بہ حالت پر ترس کھائیے، للہ مجھے سہارا دے کر اٹھا دیجیے، میرے مردہ جسم پر تازہ روح پھونک دیجیے، مجھے حیات نوبخش دیجیے تا کہ ناتوانی دور ہو جائے اور میں حسبِ سابق صحت مند وتوانا بن جاؤں، آپ نے متعجب ہو کر فرمایا کہ یہ بتاؤ تم ہو کون؟ کس نے تمہاری یہ خستہ حالت بنائی؟ اس نے جواباً کہا حضور!

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

میں آپ کے نانا جان جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا وہی دین اسلام ہوں جس کی ترویج واشاعت کے لیے بانیٔ اسلام کو شدید تر مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا۔

کبھی آپ کی راہوں میں کانٹے بچھائے گئے، کبھی آپ کے جسمِ اطہر پر پتھروں کی برسات کی گئی، کبھی آپ پر آب ودانہ نہ پہنچانے کی قسمیں کھائی گئیں، کبھی آپ کو شعبِ ابوطالب میں تین سال کی قید وبند کی جانکاہ مشقتوں میں ڈالا گیا، کبھی آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا گیا۔ جانے کیسی کیسی مصیبتوں کے پہاڑ آپ پر توڑے گئے پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ کو اپنے وطنِ عزیز مکۃ المکرمہ کو خیرباد کہہ کر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنا پڑی۔ ربِ کائنات کا آپ پر ایسا فیضانِ کرم ہوا، تائیدِ ربّانی اور مشیتِ ایزدی کا ایسا بین اثر ہوا کہ میں خوب پھلا پھولا پروان چڑھا اور عرب کے گوشے گوشے میں نہ صرف یہ کہ میرا شہرہ ہو گیا بلکہ لوگ جوق در جوق میرے دامن میں آنے لگے۔ وہ مکہ جہاں ایک بھی خدا کا ماننے والا موجود نہ تھا مگر ایک دن وہ آیا کہ میرے سائباں میں ایک لاکھ چوبیس ہزار فرزندانِ توحید کی نورانی جماعت آ گئی۔ پھر رفتہ رفتہ آپ کے جاں نثار خلفائے عظام اور صحابۂ کرام کی کدوکاش کے ایسے اثرات مرتب ہوئے کہ میں چاردانگِ عالم میں پھیل گیا مگر حیف صد حیف گزشتہ کئی سالوں سے مجھ پر بے حد ظلم ڈھایا گیا، مجھے طبیعت سے مشقِ ستم بنایا گیا۔ میرے اصول کے تاروپود بکھیرے گئے، میری عظمتوں سے کھیلنے کی ناپاک کوششیں کی گئیں اور مجھ پر غیروں کے ساتھ ساتھ اپنوں نے بھی اس قدر شدید حملے کیے کہ میں زخموں سے چور چور ہو گیا میری طاقتیں سلب ہو کر رہ گئیں یہاں تک کہ میری حالت زندہ لاش کی طرح بن گئی۔

خدارا دیر نہ کیجیے دستِ کرم بڑھائیے اور مجھے اٹھا کر قیامت کے لیے زندۂ جاوید بنا دیجیے، مذہب اسلام کی روح فرسا اور دل دوز سرگزشت سن کر تاجدارِ ولایت اشک بار ہو گئے، آپ کا کلیجہ منھ کو آنے لگا، بلا تاخیر جوں ہی آپ نے اسے اٹھایا تو فوراً دیکھتے ہی دیکھتے اس میں توانائی عود کر آئی، اس کے چہرے میں رونقیں چھا گئیں اور وہ صحت مند وفربہ ہو کر ایسے کھڑا ہو گیا جیسے کبھی نقاہت وتوانائی نے اسے مس نہ کیا ہو، پھر وہ ہشاش بشاش آپ کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوا بڑے پر جوش لہجے میں کہنے لگا کہ آپ نے مجھے نئی زندگی عطا فرمائی، آج سے آپ محی الدین ہیں، تاجدارِ ولایت فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد پھر ہوا یوں کہ میں جدھر سے گزرتا پیہم یہ صدا گونجتی رہی کہ محی الدین جارہا ہے محی الدین جارہا ہے۔ لوگ دوڑتے ہوئے میری سمت آئے اور محی الدین، محی الدین پکارتے ہوئے میری دست بوسی کرنے لگے، آپ مزید فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے کبھی کسی نے مجھے اس نام سے پکارا نہیں تھا۔

اس سے پہلے کہ ہم حضور تاجدارِ ولایت کے ناقابلِ فراموش احیائی کارناموں کو بیان کریں آئیے، آپ کے لقبِ محی الدین کے معانی ومفاہیم پر غور کرتے ہیں، محی یہ عربی کا لفظ ہے باب افعال کا اسم فاعل ہے، اس کا معنیٰ ہے حیات دینے والا، زندہ کرنے والا، محی الدین کا مطلب ہوا دین کو زندہ کرنے والا، اب جب تک ہم دین کی گہرائی وگیرائی کو نہ سمجھیں گے اس وقت تک محی الدین کا کامل ادراک ہو نہ پائے گا۔ جہاں تک لفظِ دین کا تعلق ہے اس سلسلے میں شیخ علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں جو فرمایا ہے وہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے، فرماتے ہیں:

> ”اسلام اسمِ ظاہر اعمال است وایمان نام باطن اعتقاد ودین عبارت از مجموع اسلام وایمان است۔“ یعنی اسلام ظاہری اعمال کا، ایمان باطنی اعتقاد کا اور دین اسلام وایمان کے مجموعے کا نام ہے۔

مذکورہ بالا وضاحت سے یہ بات مترشح ہو جاتی ہے کہ دین ایسی جامعیت ووسعت کا متحمل ہے کہ اس کے اندر عقائد واعمال، ظاہر وباطن اور صورت ومعنیٰ کا ایک دبستان آباد ہے، اب یہ کہنا مبنی بر صداقت ہوگا کہ حضور تاجدارِ ولایت سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام وایمان، عقائد واعمال اور صورت ومعنیٰ کو اپنے کردار وعمل اور روحانی اقدار سے قیامت تک

کے لیے پُرشباب وتازہ دم کردیا۔اس دعوے کے ثبوت کے لیے ہمیں آپ کے دور کے پسِ منظر کا ایک مختصر جائزہ لینا ہوگا۔

جس وقت بغدادِ مقدس میں آپ کا ورودِ مسعود ہوا اس وقت صرف بغدادِ مقدس نہیں بلکہ اسپین سے لے کر مشرق وسطیٰ تک اور مصر سے لے کر ہندوستان و افغانستان تک مذہبی، روحانی، اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی حالات انتہائی پر آشوب و ناگفتہ بہ تھے، چاروں طرف انتشار واضطراب کی گرم گرم مسموم ہوائیں چل رہی تھیں، مذہب وایمان کی سودا بازیاں ہورہی تھیں، الحاد و لادینیت سے فضائیں مکدّر ہورہی تھیں۔تہذیب وتمدن پر شب خون مارا جارہا تھا، طوائف الملوکی کا تسلط بڑھتا جارہا تھا، فرقہ باطنیہ کی دہشت ناکیاں پھیلتی جارہی تھیں، رفض واعتزال اپنے پر پھیلائے جارہے تھے، حکام وامرا عیش وعشرت کی دلدل میں پھنسے اور دھنسے جارہے تھے، طاغوتی طاقتیں متحد ہوکر اسلام کے خلاف محاذ آرا نظر آرہی تھیں، ہر سو فتنہ وفساد کے دل بادل منڈلا رہے تھے، تہذیب وتمدن کی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے، جابجا کذب ودروغ کے پرخطر جال بچھے ہوئے تھے، مکر و فریب اژدھا کی صورت پھن ٹیکے کھڑے تھے، صدق وصفا کی حرمتوں کی نیلامی ہورہی تھی۔خلق و وفا کی آنکھیں رورو کر تھک چکی تھیں شرافت ونجابت کا بہت دور تک نام ونشان مٹ چکا تھا، یہودیت ونصرانیت اسلام پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے منصوبہ بندی کے ساتھ پر تول رہی تھی۔چوری اور ڈاکہ زنی اس قدر عام ہوچکی تھی کہ راہ چلنا دشوار سے دشوار تر ہوچکا تھا، قتل وغارت گری بازیچۂ اطفال بن کر رہ گیا تھا۔

ایسے مہیب و پر دہشت ماحول میں دینِ اسلام کی حفاظت وصیانت کے لیے مجدد کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ایک ایسے محی الدین کی ضرورت تھی جو قادر مطلق کی عطا کردہ قدرت و طاقت سے دشمنانِ دین کو چاروں شانے چت کردے، گم گشتہ راہوں کو راہِ راست پر گامزن کردے، سوئے عمل کے خوگروں کو عملِ خیر کا شاہکار بنادے، اسلام کے زخموں کو مندمل کرکے اور اس کے مردہ جسم میں تازہ روح پھونک کر تا قیامِ قیامت اسے حیات جاودانی عطا کردے۔

یہ پکار اہلِ اسلام کی نہیں بلکہ خود مذہب اسلام کی تھی، ربِ قدیر کی رحمتیں جوش میں آئیں اور اس نے بغداد کی مقدس سرزمین پر حضور تاجدار ولایت کو منصب محی الدین پر فائز فرما کر بھیجا اور آپ نے اس منصب جلیلہ کا حق کیسے ادا کیا اس سلسلے میں صاحب بہجۃ الاسرار فی معدن الانوار عارف باللہ حضرت نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف شطنونی علیہ الرحمہ کے قلم حق رقم سے سنیے، فرماتے ہیں:

”بمقدمه انهل السحاب و اعشب العراق و زال الغی و اتضح الرشد۔ ترجمہ: حضور تاجدار ولایت کے قدوم میمنت لزوم کے اثرات سے رحمت کی گھٹائیں سائبان بن گئیں، عراق کی سرزمین سے ظلمتیں چھٹ گئیں ہر سمت رشد وہدایت کا اجالا پھیل گیا۔“

آپ کے روحانی تصرفات کی جلوہ سامانیاں تھیں کہ اسلام دشمن طاقتیں زیر ہوکر رہ گئیں، ان کے ناپاک خوابوں کے شیرازے بکھر کر رہ گئے، ان کے پرخطر منصوبوں پر پانی پھر گیا، اسلام پھر تازہ دم ہوکر چہار دانگ عالم میں پھولتا، پھلتا اور پروان چڑھتا نظر آنے لگا، آپ ہی کے دور میں مصری حکومت باطنیہ (جسے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مستطاب میں دولتِ خبیثہ تحریر فرمایا ہے) روبہ زوال ہوگئی۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ کے وصال پر ملال کے پانچ سال کے اندر اس کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے کالعدم ہوکر رہ گیا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ مصر جہاں سے اسلام کو تہ وبالا کرنے کی کوششیں کی جارہی تھیں اور الحادی وبے دینی نظریات کو ہوا دی جارہی تھی وہاں سلطان نورالدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے خدا ترس ہستیوں نے حضورِ تاجدارِ ولایت کے احیائے دین کے مشن کو چار چاند لگادیا۔ایک وقت وہ بھی آیا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے جدوجہد سے مسلمانوں کے قبلۂ اول بیت المقدس کی بازیابی عمل میں آئی۔

حضور تاجدارِ ولایت کے فیوض وبرکات کے ایسے اجالے

پھیلے کہ جس دور کو فرنگی مورخوں نے دنیائے اسلام کے لیے سیاہ دور قرار دیا تھا وہ دور انتہائی تابناک و پاکیزہ اور روحانیت خیز دور میں متبدل ہو گیا۔ نہ صرف یہ کہ آپ نے باطنیہ کو مات دی بلکہ قرامطہ، رفض اور اعتزال کو بھی مغلوبیت کے دہانے تک پہنچا دیا۔ آپ ہی کے روحانی اثرات کے جلوے تھے کہ سلجوقیوں کی خانہ جنگی کا یکسر خاتمہ ہو گیا اور ساتھ ساتھ علما امرا اور عوام کے اندر ایک ایسا روحانی انقلاب رونما ہوا کہ ان کی زندگی کے لمحات رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے مشعلِ راہِ نجات بن گئے۔

اگر حیاتِ تاجدرِ ولایت کا بالغائر مطالعہ کیا جائے تو اس حقیقت سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے احیائے دین کی تحریک کو جامۂ تکمیل تو پہنایا ہی مگر اس کے پہلو بہ پہلو آپ نے اپنے خلفا اور تلامذہ کی بھی ایک ایسی بڑی جماعت تیار کی کہ جس نے آپ کے بعد بغداد ہی تک محدود نہیں بلکہ مشرق وسطیٰ سے لے کر ہندوستان و اسپین و افغانستان تک دینِ اسلام کا پرچم لہرا دیا، منجملہ اگر یہ کہا جائے تو قطعی غلط نہ ہوگا کہ آپ کے عہد زریں سے لے کر آج تک پوری دنیا میں جو مذہبِ اسلام کی تابندگی نظر آ رہی ہے۔ یہ فیض ہے حضور تاجدار ولایت کا اور ان کے تربیت یافتہ خلفا، تلامذہ اور معتقدین و متوسلین کا۔

حضور تاجدار ولایت سے دینِ اسلام کی شان و شوکت اور جاہ و حشمت ایسی دوبالا ہوئی کہ ہر طرف اسلامی اقدار کے جلوے نظر آنے لگے اور شریعتِ مطہرہ کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر ہونے لگا، ربِّ قدیر نے آپ کے اندر جہاں بے بہا کمالات ودیعت فرمائے تھے وہیں آپ کی زبان فیض ترجمان کو ایسا حلاوت انگیز اور اثر خیز بنایا تھا کہ آپ کی شاید ہی کوئی مجلس ایسی ہو جس میں آپ کے مواعظِ حسنہ سن کر یہودی و عیسائی حلقہ بگوشِ اسلام اور فساق و فجار تائب نہ ہوئے ہوں، چنانچہ شیخ عمر الکیمانی فرماتے ہیں:

”آپ کی ہر متبرک مجلس ایسی ہوتی تھی کہ جس میں یہود و نصاریٰ آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوتے اور راہزن، قاتل، فسادی اور سوئے اعتقاد رکھنے والے توبۂ نصوح کر کے تقویٰ شعار بن جاتے۔“

صاحبِ قلائد الجواہر نے حضور تاجدارِ ولایت کا فرمانِ ذیشان یوں قلمبند فرمایا ہے کہ آپ فرماتے ہیں، بلاشبہ میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زیادہ یہودی و نصاریٰ اور ایک لاکھ سے زیادہ فساق و فجار کو توبہ کی توفیق رفیق نصیب ہوئی، بہجۃ الاسرار شریف میں ایسے ایسے واقعات درج ہیں کہ جن سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ من جانب اللہ یہودیوں اور عیسائیوں کو حکم ہوتا کہ اب بلا تاخیر و بلا چوں و چرا بغدادِ مقدس جا کر شیخ عبد القادر جیلانی کے دستِ اقدس پر تائب ہو کر داخلِ اسلام ہو جاؤ، بہت سے عیسائی اور یہودی مشرف بہ اسلام ہو کر باضابطہ برملا اس بات کا اظہار بھی کرتے جیسا کہ ایک مرتبہ عرب کے تیرہ عیسائیوں نے حضور تاجدارِ ولایت کے دست حق پرست پر ایمان لانے کے بعد بھری محفل میں اس امر کا یوں انکشاف کیا کہ جب ہمارے دلوں میں اسلام کی حقانیت راسخ ہو گئی تو ہم یہ سوچ کر متردد ہو رہے تھے کہ کس کے ہاتھ پر قبولِ اسلام کیا جائے تو ایک دن ہم نے غیب سے یہ آواز سنی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ لوگو! فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں سیدھے بغداد مقدس چلے جاؤ اور وہاں شیخ عبد القادر جیلانی کے دستِ حق پرست پر حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاؤ، ساتھ ہی بڑے واضح انداز سے یہ آواز بھی آئی ”یہی وہ ذاتِ ستودہ صفات ہے جو تمہارے دلوں کو دولت ایمان سے لبریز کر دے گی اور ایسی دولت ایمان کا حصول کہیں اور ممکن نہیں۔

اسی طرح قلائد الجواہر کے اٹھارہویں صفحہ میں ایک انتہائی معمر سنان نامی عیسائی پادری کا واقعہ یوں درج ہے کہ اس نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں گا جو اس وقت پوری روئے زمین پر سب سے بہتر اور سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار ہوگا۔ ایسی شخصیت کی تلاش و جستجو میں وقت گذرتا گیا مگر ایک دن اس کا نصیبہ جاگ اٹھا۔ وہ عالمِ رویا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دیدار سے باریاب ہوا تو آپ نے فرمایا اے سنان! بغداد مقدس جا اور شیخ عبد القادر جیلانی کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر کیوں کہ وہ اس وقت اس روئے زمین پر سب سے افضل و اعلیٰ ہیں، بالآخر ہوا یوں کہ سنان نے خواب

اسلاف واخلاف

سے بیدار ہو کر بلا تاخیر بغداد مقدس کا سفر کیا اور حضور تاجدارِ ولایت کی مجلسِ وعظ میں حاضر ہو کر آپ کے دستِ مبارک پر قبول اسلام کیا اور حاضرینِ محفل کے سامنے من وعن اپنے خواب والا واقعہ سنایا، واضح رہے کہ حضور تاجدارِ ولایت کی مجلسِ وعظ انتہائی اثر انگیز روحانی وعرفانی مجلس ہوا کرتی تھی، ایسی مجلس جس میں نہ صرف یہ کہ عوام الناس کی حاضری ہوا کرتی تھی بلکہ اس دور کے متبحر علما و مقتدر فقہا اور معزز محدثین کے علاوہ ملائکہ مقربین، اولیا کاملین اور انبیا و مرسلین بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ میرے اس دعوے کی پشت پناہ اخبار الاخیار کی مندرجہ ذیل عبارت ہے جس میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"آپ کی بابرکت مجلس میں جملہ اولیائے کرام، انبیائے عظام جسمانی حیات اور ارواح کے ساتھ اور جن وملائکہ حاضر ہوا کرتے تھے، اس پر مستزاد یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی آپ کی تربیت اور آپ کے مواعظِ حسنہ کی تائید وتوثیق کے لیے اپنی تجلیات کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت شیخ علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں "حضرت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ اجمعین نیز از برائے تربیت وتائید تجلی می فرمودند" علاوہ ازیں آپ کی اکثر مجلسوں میں بسا اوقات حضرت خضر علیہ السلام بھی جلوہ طراز ہو کر مشائخ کرام سے یوں کہہ کر آپ کی مجالس میں شرکت کی دعوتِ بلیغ دیتے رہے "جو فلاح وبہبود کا متمنی ہے، اسے چاہیے کہ حضور تاجدارِ ولایت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں اپنی حاضری کو دوامی بنائے۔"

بہجۃ الاسرار شریف کی روایات کے مطابق کئی ایک صاحب کشف بزرگوں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے رسول گرامی قدر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مع دیگر انبیائے کرام علیہم السلام حضور تاجدارِ ولایت کی مجلسِ وعظ میں جلوہ فگن ہوتے مشاہدہ کیا جیسا کہ حضرت ابوسعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں "میں نے رسول ہاشمی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلسِ پاک کو رونق بخشتے دیکھا ہے۔

نہ صرف یہ کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضور تاجدارِ ولایت کی مجلسِ وعظ میں اپنی تجلیات بکھیریں اور آپ کے مواعظ حسنہ کی تائید وتوثیق فرمائی بلکہ آپ پر افتخار بھی فرمایا جیسا کہ "قلائد الجواہر" کے اندر مذکور ہے کہ حضور تاجدارِ ولایت خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں یادِ خدائے لم یزل میں مستغرق و منہمک بیٹھا ہوا تھا ناگہاں میری تقدیر کی کلیاں کھل اٹھیں اور میں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے اس طرح باریاب ہوا کہ آپ ایک سواری پر جلوہ طراز تھے اور آپ کی دوسری جانب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ اسلام بھی رونق افروز تھے، آپ نے ازراہِ محبت حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ اسلام سے استفسار فرمایا "اے موسیٰ! کیا آپ کی امت میں میرے عبدالقادر کی طرح بھی کوئی ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے برجستہ بلا تامل عرض کیا یا حبیب اللہ! نہیں آپ کا عبدالقادر اپنی مثال آپ ہے، پھر اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے مجھے خلعت سے نوازا۔

آپ کے درجات ومراتب کا احاطہ کرنا محال نہیں تو ناممکن ضرور ہے، ایسی شخصیت کی عظمت شان کی تحدید بھلا کیسے کی جاسکتی ہے جس کی مجلس وعظ میں خود سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام وملائکہ عظام علیہم اسلام جلوہ ریزی فرمائیں اور اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جن کو لاثانی فرمائیں۔ اس قدر اعلیٰ شان وشوکت کے باوجود آپ کے زہد وتقویٰ اور حزم وورع کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابوالفتح ہروی جنھوں نے آپ کی خدمتِ اقدس ایک طویل عرصہ گزارا ان کا قابل صد تحسین وتقلید بیان ہے "میں نے حضور تاجدارِ ولایت کی بارگاہِ گہر بار میں چالیس سال کی لمبی مدت گزاری میں نے ان سے بڑھ کر کسی اور کو خداترس عابد وزاہد نہیں دیکھا، آپ کی عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا کہ میں نے حضور والا شان کو چالیس سال تک متواتر بلا ناغہ عشا کے وضو سے نماز فجر ادا کرتے دیکھا، حضور تاجدارِ ولایت کے ذوقِ عبادت کا منفرد واسلوب دیکھنا ہے تو اخبار الاخیار میں مرقوم مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ کریں، حضرت شاہ عبدالحق محدث

دہلوی رقم طراز ہیں کہ حضور تاجدار ولایت پندرہ سال تک ہر رات ایک قرآن پاک ختم کرتے رہے۔

آپ کی رفعت ومنزلت سے متعلق آپ کا قول انتہائی درس خیز، سبق آموز اور ایمان افروز ہے، شیخ محمد قائد الاوانی فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے حضور تاجدارِ ولایت سے بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ سوال کیا کہ حضور! آپ کے رفیع الشان درجات کا سبب خاص کیا ہے؟ آپ نے جو جواب عنایت فرمایا اسے پڑھنے کے بعد اگر اس پر مسلمان صحیح معنوں میں اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہوجائے تو وہ نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو ہزاروں گناہوں سے محفوظ و مامون کرسکتا ہے بلکہ اسے رب کائنات کے حصول قرب ورضا میں بے حد آسانیاں ہوسکتی ہیں۔

حضور تاجدارِ ولایت نے آپ سے پوچھے گئے سوال ”آپ کے رفیع الشان درجات کا سبب خاص کیا ہے؟“ کا جواب چند لفظوں میں یوں مرحمت فرمایا کہ میری عظمت وحشمت کی وجہ خاص صرف اور صرف صدق وصفا ہے۔ آپ نے تشریحاً مزید فرمایا کہ میں نے مکتب میں پڑھنے کے زمانے سے لے کر آج تک کبھی بھی کذب بیانی سے کام نہیں لیا۔ میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو جھوٹ جیسی متعدی الذنوب پر خطر عادتِ قبیحہ سے یکسر دور ونفور رکھا، حضور تاجدارِ ولایت کا جھوٹ سے اجتناب کا ہی اثر تھا کہ جب آپ اپنی والدہ ماجدہ ام الخیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجازت لے کر حصول علم کی غرض جیلان سے بغداد تشریف قافلہ کے ہمراہ چلنے لگے تو سرِ راہ ہمدان کے آگے ڈاکوؤں کے ایک خطرناک گروہ نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ ایسے موقع پر آپ کی راست گوئی سے نہ صرف یہ کہ قافلہ والوں کا لٹا ہوا مال مل گیا بلکہ ڈاکوؤں کے سردار سمیت تمام ڈاکو آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہوکر واصلین باللہ کی نورانی صف میں شامل ہوگئے۔

صاحب بہجۃ الاسرار نے اس واقعے کے اختتامی بیان میں ڈاکوؤں کے سردار کا جو درس خیز جملہ تحریر فرمایا ہے، وہ قابل سماعت ہونے کے ساتھ ساتھ قابل تقلید وعمل بھی ہے، جب حضور تاجدارِ ولایت نے ڈاکوؤں کے سردار کے سوال پر بلا جھجھک چالیس دینار کا پتہ یہ کہتے ہوئے بتایا کہ گھر سے چلتے وقت اپنی مادرِ مشفقہ سے جھوٹ نہ بولنے کا میں نے عہد و پیمان کیا تھا تو ڈاکوؤں کے سردار کے اندر رقت طاری ہوگئی اور نمدیدہ ہوکر بولنے لگا صاحب زادے! تم کس قدر خوش بخت ہو کہ تم نے اپنی ماں سے کیے ہوئے عہد کی پاسداری کی اور حیف صد حیف ہم سالہا سال سے اپنے خالقِ حقیقی کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو روز صبح وشام توڑے جارہے ہیں۔

اس کا احساسِ ندامت اس طرح رنگ لایا کہ رب کائنات نے اسے توفیق بخشی اور وہ اپنے تمام ڈاکوؤں سمیت صدقِ دل سے تائب ہوکر میدانِ تسلیم ورضا کا شہسوار بن گیا، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جھوٹ ایک انتہائی مذموم گناہ کبیرہ ہے۔ جھوٹ کی بنیاد پر انسان جہاں کئی ایک گناہوں کا مرتکب ہوجاتا ہے وہیں اپنوں اور غیروں کے سامنے بالکلیہ اپنا اعتماد کھو بیٹھتا ہے۔ ایک بار کسی کا جھوٹ اگر ثابت ہوجائے تو پھر وہ ہزاروں بار سچ بولے پھر بھی اسے سچا نہیں مانا جاتا، جہاں قرآنِ مقدس نے جھوٹوں پر لعنت بھیجی ہے وہیں کتبِ احادیث میں جھوٹ بولنے والوں پر سخت وعیدیں بھی آئی ہیں، حتیٰ کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھوٹ اور ایمان کو متضاد ومتباین قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مشکوۃ المصابیح کے اندر حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں مرقوم ہے:

”عن صفوان بن سليم أنه قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم أيكون المؤمن جبانا ؟ قال نعم . فقيل أيكون المؤمن بخيلا ؟ قال نعم ! فقيل أيكون المؤمن كذابا ؟ قال لا . یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استفسار کیا گیا کہ کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے، آپ نے فرمایا ہاں، پھر عرض کیا گیا کہ کیا مومن بخیل بھی ہوسکتا ہے، فرمایا ہاں! پھر سوال کیا گیا کہ کیا مومن جھوٹا بھی ہوسکتا ہے، فرمایا نہیں۔“

اس حدیث سے یہ بات مہر نیم روز کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ ایمان اور جھوٹ جمع نہیں ہوسکتے، اب اگر بقیہ ص ۱۳/ پر

از: محمد تحسین رضا نوری*

حیاتِ حضور صابر پاک کے چند تابندہ نقوش

اسلاف و اخلاف

قطب المشائخ، منبع معرفت، عارف کامل، سلطان اولیا، بانی سلسلہ چشتیہ صابریہ، حضور مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عظیم رتبہ سے سرفراز فرمایا، آپ کے فیض و کرم کا دریا آج بھی جاری وساری ہے، اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کی بارگاہ سے فیض پاتے ہیں، اور کیوں نہ فیض پائیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کو اختیارات عطا فرمائے ہیں وہ جس کو چاہیں جو چاہیں عطا کرتے ہیں، کیوں کہ اولیاء اللہ کا اختیار قرآن کریم سے ثابت ہے، جس پر کثیر قرآنی آیات شاہد اور احادیث دال ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے درباریو! تم میں سے کون ہے جو ان لوگوں (بلقیس) کے میرے پاس فرماں بردار ہو کر آنے سے پہلے بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بات سن کر ایک بڑا طاقتور جن بولا ”میں وہ تخت آپ کی خدمت میں مجلس ختم ہونے سے پہلے حاضر کر دوں گا، میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میں اس سے جلدی چاہتا ہوں، اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے حضور حاضر کر دوں گا پلک جھپکنے سے پہلے پھر جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔ (سورۂ نمل، آیت 38 تا 40)

ان آیات سے اولیائے کرام سے کرامات کا ظاہر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے، حضرت علامہ یافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”اولیائے کرام سے کرامات کا ظاہر ہونا عقلی طور پر ممکن اور نقلی دلائل سے ثابت ہے، عقلی طور پر ممکن اس لیے ہے کہ ولی سے کرامت ظاہر کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے محال نہیں بلکہ یہ چیز ممکنات میں سے ہے، جیسے انبیائے کرام علیہم السلام سے معجزات ظاہر کر دینا، یہ اہل سنّت کے کامل اولیائے کرام، اصول فقہ کے بڑے بڑے علما، فقہا اور محدثین کا مذہب ہے، مشرق ومغرب اور عرب وعجم میں ان کی کتابوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے، قرآن پاک میں موجود حضرت مریم کے پاس بے موسم کے پھل آنے والا واقعہ، حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کھجور کے سوکھے ہوئے تنے کو ہلانے پر پکی ہوئی عمدہ اور تازہ کھجوریں گرنے والا واقعہ، اصحابِ کہف رضی اللہ عنہم کا غار میں سینکڑوں سال تک سوئے رہنے والا واقعہ، اور حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت لانے والا واقعہ ولی سے کرامات ظاہر ہونے کی دلیل ہے۔“ (صراط الجنان)

ولادت باسعادت

حضور صابر پاک رحمۃ اللہ علیہ 19/ربیع الاوّل 592ھ مطابق 19/فروری 1196ء کو بروز جمعرات بوقت تہجد افغانستان میں پیدا ہوئے، صحیح قول کے مطابق آپ حسنی سید اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی ولادت کے قبل خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ”علی“ نام رکھنے کا حکم فرمایا، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں ”احمد“ نام رکھنے کا حکم فرمایا، اسی مناسبت سے آپ کا نام نامی اسم گرامی ”علی احمد“ رکھا گیا۔

آپ کی ولادت کے بعد ایک بزرگ آپ کے والد ماجد سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تو فرمایا کہ ”یہ بچہ علاء الدین کہلائے گا، آپ شیخ العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اعظم، تلمیذ ارشد، حقیقی بھانجے اور داماد اور

* مضمون نگار شیر پور کلاں پورن پور پیلی بھیت کے متوطن ہیں۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے بانی ہیں، حضور صابر پاک نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی، وہ گھر تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی سے معطر رہتا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی زبان سے جو پہلا لفظ نکلا وہ ''لا موجود الا اللہ'' تھا، آپ کو بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کا بہت شوق تھا، خدائے وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں آپ دن بھر میں چھ مرتبہ سجدہ فرمایا کرتے اور آپ کی زبان پر ''لاموجود الا اللہ'' کا ورد جاری رہتا۔ (ملخص: فیضان حضرت صابر پاک)

تعلیم وتربیت

بچپن ہی سے آپ کا تعلیمی سلسلہ شروع ہو گیا تھا، آپ نے ابتدائی تعلیم ہرات (افغانستان) ہی میں حاصل کی، بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے والد ماجد کے انتقال فرما جانے کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو آپ کے ماموں جان، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے آئیں، وہاں آپ نے خداداد صلاحیت کی بنا پر صرف تین سال کی قلیل مدت میں کئی علوم ظاہری حاصل کر لیے، جیسا کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ: علاء الدین علی احمد صابر (رحمۃ اللہ علیہ) نے تین سال میں عربی وفارسی کی کتب متداولہ، فقہ، حدیث، تفسیر، منطق و معانی وغیرہا علوم کی تکمیل کی، یہ سب علوم اتنی جلدی حاصل کر لیے کہ کوئی دوسرا بچہ پندرہ سال میں بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا، حضور صابر پاک رحمۃ اللہ علیہ اپنے ماموں جان حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں رہے اور آپ کے فیض سے فیضیاب ہوئے اور بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے علوم قلب کے وارث قرار پائے، جیسا بابا صاحب خود فرمایا کرتے: میرے سینے کا علم نظام الدین کے پاس ہے اور دل کا علم علاء الدین کے پاس ہے۔

صبر واستقامت

آپ کی والدہ ماجدہ جب آپ کو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں چھوڑنے کے لیے تشریف لائیں اور جب واپس جانے لگیں، تو اپنے بھائی بابا صاحب سے فرمایا، میرا بیٹا کمزور اور ناتواں ہے، کھانے پینے میں رغوت نہیں رکھتا، آپ اس کا ہر طرح سے خیال رکھیے گا، چنانچہ آپ نے حضرت صابر پاک کو آپ کی والدہ ماجدہ کے سامنے ہی لنگر تقسیم کرنے کا کام سپرد کر دیا، حضرت علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ روزآنہ اشراق کی نماز ادا کرنے کے بعد حجرے سے باہر تشریف لاتے، اور لنگر تقسیم کرنے کے بعد واپس حجرے میں چلے جاتے، پھر شام کو مغرب کی نماز کے بعد حجرے سے باہر تشریف لاتے، لنگر تقسیم کرنے کے بعد واپس حجرے میں چلے جاتے، اس دوران حضور صابر پاک نے لنگر میں سے کبھی کچھ نہیں کھایا، لنگر تقسیم کرتے آپ کو بارہ سال گزر گئے اس دوران آپ نے کچھ تناول نہ فرمایا، صرف جنگل کی جڑی بوٹیوں سے گزارہ کرتے رہے۔

جس کی وجہ سے آپ نہایت کمزور اور لاغر ہو گئے تھے، آپ کی حالت دیکھ کر ایک مرتبہ بابا صاحب نے آپ سے پوچھا کہ: آپ کھانا تقسیم کر کے خود بھی کچھ کھاتے ہیں یا نہیں؟ تو حضور صابر پاک رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی: حضور: آپ نے نے کھانا تقسیم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا لیکن کھانے کی اجازت نہیں دی، اور مجھ میں اتنی جرات کہاں کہ آپ کی اجازت کے بغیر ایک دانہ بھی کھا سکوں، یہ جواب سن کر حضور بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ آپ کے کمال صبر پر بہت خوش ہوئے اور سینے سے لگا کر صابر کا لقب عنایت فرمایا۔ (فیضان حضور صابر پاک، سیرت حضرت علی احمد صابر کلیری)

اجازت وخلافت

آپ کی اجازت وخلافت کا واقعہ بہت مشہور ہے، جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے: حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ماہ رمضان المبارک میں بعد نماز تہجد کچھ دیر کے لیے آرام فرما ہوئے تو آپ کی آنکھ لگ گئی، آپ نے دیکھا کہ ایک ایسے مقام پر جمع ہیں کہ جہاں ہر طرف نور ہی نور ہے۔ ایک عالی شان دربار سجا ہے کہ جہاں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے تمام اکابرین حسب مراتب اپنی اپنی نشستوں پر موجود ہیں، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا:

''مخدوم علی احمد صابر کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش

اسلاف واخلاف

کیجئے، آپ نے حسب ارشاد حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا، آپ نے حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی پشت پر سیدھے کندھے کی جانب بوسہ دیا اور فرمایا "ھٰذا ولی اللہ" اس کے بعد وہاں موجود تمام بزرگوں اور ملائکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے اسی مقام پر بوسہ دیا اور یہ کہا "ھٰذا ولی اللہ" پھر ہر طرف سے مبارک باد کا سلسلہ شروع ہو گیا، اسی مبارک کی صداؤں میں حضرت کی آنکھ کھل گئی۔"

دوسرے دن حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عالی شان محفل کا انعقاد فرمایا جس میں حضرت ابوالحسن شاذلی، شیخ حمید الدین ناگوری، شاہ منور علی الہ آبادی، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، شیخ ابوالقاسم گرگانی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) وغیرہ بڑے بڑے علما و اولیا شریک ہوئے، ان تمام کی موجودگی میں حضرت شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خواب بیان فرمایا، جسے سنتے ہی وہاں موجود تمام بزرگوں نے یکے بعد دیگرے آپ کی مہر ولایت کو بوسہ دیا اور "ھٰذا ولیُّ اللہ" کہ کر مبارک باد دی، اس کے بعد حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ کی خلافت عطا فرما کر اپنے دست مبارک سے اپنی ٹوپی پہنائی اور سبز عمامے سے آپ کی دستار بندی فرمائی اور پھر علاقہ کلیر کی ولایت آپ کو عطا فرمائی۔ (فیضان حضور صابر پاک)

کلیر تشریف آوری

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ علاء الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت سے سرفراز فرما کر کلیر کی جانب روانہ کر دیا، چلتے وقت آپ نے بابا صاحب نے آپ کو نصیحت کی فرمائی اور ارشاد فرمایا: زندگی راحت سے گزرے گی، پس آخری عمر تک آپ کی زندگی راحت و چین سے گزری اور آپ بڑے خوشباش اور کشادہ پیشانی تھے۔

عبادت و ریاضت

حضرت علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چھ سال کی عمر سے باقاعدہ خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرنی شروع کر دی تھی اور کہا جاتا ہے کہ ساتواں سال شروع ہونے پر آپ نے پابندی کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھنی شروع کر دی، دن میں ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول رہتے، بلکہ نماز تہجد کے بعد اکثر آپ کے حجرے سے ذکر اللہ کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور آپ کا لباس کرتا، تہبند اور عمامہ شریف پر مشتمل ہوا کرتا۔

حضرت علاء الدین علی احمد صابر چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر جب ایک سال ہوئی تو ایک دن دودھ نوش فرماتے جبکہ دوسرے دن دودھ نہ پیتے، جب آپ دو سال کے ہوئے تو ایک دن دودھ پینے کے بعد دو دن تک دودھ نوش نہ فرماتے۔ آپ کا چھوٹی عمر سے ہی روزہ رکھنے کا معمول تھا اور مسلسل روزہ رکھنے کی یہ عادت آپ کی آخری عمر تک جاری رہی۔

وصال پر ملال

آپ کا وصال 13 ربیع الاول 690ھ مطابق 1291ء کو ہوا، آپ کا مزار پر انوار کلیر شریف ضلع سہارنپور (ہند) میں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو حضور صابر پاک رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان سے مالا مال فرمائے اور آپ کے معاملات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۷۳ کا بقیہ

حذیفہ نے عرض کیا کہ اگر مجھے وہ لوگ مل جائیں تو میں کیا کروں؟ فرمایا تو ایسے وقت میں سچے امیر کارواں کی سن اور اسی کی مان اگر چہ وہ تقاضائے شریعت کی بنیاد پر تجھے پیٹ دے یا تیرا مال لے لے مگر تو اسی کی سن اور اسی کی مان۔"

اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ بھٹکے ہوئے کو اپنا آئیڈیل نہیں بنانا ہے اور نا ہی ان سے رشتہ رکھنا ہے، اللہ پاک ہم کو اچھوں کی صحبت میں رکھے اور اچھوں کے ساتھ ہی اٹھائے، توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین۔

◆◆◆

احوال وطن

از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی*

جامعہ حبیبیہ الہ آباد کو بچائیں

مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن علیہ الرحمہ رئیس اعظم اڑیسہ کا قائم کردہ ادارہ جامعہ حبیبیہ الہ آباد اس وقت بے حد نازک موڑ پر کھڑا ہے، ذرا سی تاخیر یا سستی ہوئی تو ڈیڑھ بیگھہ زمین پر پھیلی ہوئی تین منزل کی پر شکوہ عمارت بلڈوز کر دی جائے گی اور یہ انہدام صرف جامعہ حبیبیہ ہی کا نہیں بل کہ ملت کے اس حوصلے کا بھی ہوگا جو ناموافق حالات کے باوجود بھی کمزور نہیں پڑا ہے، اگر ایسا ہو گیا تو پھر کسی بھی شہر کا کوئی ادارہ محفوظ نہ رہ سکے گا، ذرا سے شک وشبہ/کسی ملازم پر کسی غیر قانونی الزام یا کسی تکنیکی کمی کا سہارا لے کر مدرسوں کو بلڈوز کرنے راستہ کھل جائے گا جسے روک پانا کسی کے لیے آسان نہ ہوگا، اصل قضیہ کیا ہے؟ اٹھائیس اگست کو جامعہ حبیبیہ الہ آباد (موجودہ پریاگ راج) میں پولیس کی ریڈ پڑتی ہے، پولیس بریفنگ کے مطابق وہاں ایک کمرے سے کچھ نقلی نوٹ، ہائی کوالٹی اسکینر اور نوٹ چھاپنے کا دیگر ساز وسامان برآمد ہوا، اس کیس میں کل چار لوگ گرفتار ہوئے جس میں ادارے کے پرنسپل مولانا تفسیر العارفین بھی شامل بتائے گئے ہیں۔

تفسیر العارفین، جماعت کے جید عالم دین، ماہر لغت لسان علامہ عاشق الرحمن حبیبی علیہ الرحمہ کے فرزند ہیں، مجاہد ملت کے بعد اس ادارے کے روح رواں علامہ عاشق الرحمن حبیبی ہی رہے ہیں، تفسیر العارفین کی گرفتاری اور ان کے اس کام میں ملوث ہونے کی خبر نے سبھی کو حیرت میں ڈال دیا۔ کیوں کہ کسی کو ایسی امید نہیں ہے کہ اتنے قدیم، مالی طور پر مستحکم ادارے کا پرنسپل اور ایک عظیم باپ کا بیٹا ایسے کام میں ملوث ہو سکتا ہے؟

خیر اب یہ عقدہ تو کورٹ ہی میں کھلے گا کہ الزامات سچے ہیں یا وہ کسی کی سازش کا شکار ہوئے ہیں، اصل معاملہ ادارے کی بقا کا ہے، اگر پرنسپل پر لگائے ہوئے الزامات ثابت ہو جائیں تو ان پر یا دیگر ملزمین پر قانونی کارروائی سے کسی انصاف پسند شہری کو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن مسلمانوں کو دھڑکا اس بات کا تھا کہ کہیں گھما پھرا کر مدرسے کو بند کرنے یا نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کی جائے، خدشہ یقین میں بدل گیا ہے، پولیس کی تلاشی میں مہاراشٹر کے سابق انسپکٹر جنرل آف پولیس ایس ایم مشرف کی تصنیف کردہ کتاب " آر ایس ایس ملک کی سب سے بڑی دہشت گرد تنظیم" دستیاب ہوئی، اس کتاب کو بنیاد بنا کر اب یہ تھیوری چلائی جا رہی ہے کہ مدرسے میں آر ایس ایس کے خلاف طلبہ کی برین واشنگ کی جاتی ہے۔

کتاب کے عنوان اور نقلی نوٹوں کی برآمدگی کو آپس میں جوڑ کر دہشت گردی سے ربط ہونے کے شوشے چھوڑے جا رہے ہیں، یہ ساری باتیں ادارے کو بدنام کرنے یا نقصان پہنچانے کی بے جا کوشش معلوم ہوتی ہیں کیوں کہ مذکورہ کتاب کسی گمنام مصنف کی نہیں بل کہ انڈین پولیس سروس کے ایک ذمہ دار افسر کی لکھی ہوئی ہے، ایس ایم مشرف مہاراشٹر کیڈر کے ذمہ دار اور کامیاب پولیس افسر رہے ہیں، انسپکٹر جنرل آف پولیس جیسے بڑے عہدے سے رٹائر ہوئے ہیں، اپنی خدمات پر صدر جمہوریہ جیسا سب سے بڑا اوارڈ حاصل کر چکے ہیں، آندھرا پردیش کا مشہور تیلگی اسٹامپ کرپشن کیس انہوں نے ہی بے نقاب کیا تھا، یہ کتاب ہندی، اردو انگریزی اور مراٹھی زبان میں دستیاب ہے، کئی سالوں سے کھلے عام چھپ رہی ہے۔

مشہور تجارتی سائٹ ایمزون پر ابھی بھی یہ کتاب برائے فروخت موجود ہے، کسی ادارے یا استاذ کے پاس مذکورہ کتاب ملنے پر ہنگامہ سمجھ سے باہر ہے، جو کتاب لگاتار مختلف زبانوں میں پبلش ہو رہی ہے، کمرشل سائٹوں پر بک رہی ہے وہی کتاب

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

احوال وطن

کسی مدرسے میں پائی جائے تو برین واشنگ کا الزام کیوں؟ کیا اس کتاب پر حکومت نے پابندی لگائی ہے، یا اس کتاب کا پڑھنا غیر قانونی ہے؟ اگر کتاب غیر قانونی ہے تو پہلے مصنف کتاب اور پبلشر پر قانونی کارروائی کرنا چاہیے نہ کہ پڑھنے والے پر! ایک طرف تحقیقاتی ایجنسیاں نت نئی تھیوریاں نکال رہی ہیں تو دوسری جانب پریاگ راج اتھارٹی نے مدرسہ کا نقشہ پاس نہ ہونے کو بنیاد بناتے ہوئے ادارے کو سیل کر کے وجہ بتاؤ نوٹس جاری کیا ہے، اردگرد کی غیر مسلم آبادی اور میڈیائی ٹرائل میں مسلسل مدرسے کو گرانے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

جس طرح ادارے کے خلاف میڈیا ٹرائل کیا جا رہا ہے اس سے ادارے کی سلامتی کے متعلق خدشات بڑھتے جا رہے ہیں، کچھ تو کریں! جامعہ حبیبیہ، الہ آباد کے پاش علاقے میں تقریباً ڈیڑھ بیگھہ اراضی پر قائم ہے، جس میں چالیس کمرے، دو بڑے بڑے ہال، بیس حمام خانے، ایک مسجد اور پارکنگ بھی بنی ہوئی ہے، زمین کی موجودہ مالیت تقریباً سو کروڑ سے زائد ہے، یہاں قریب سو سے زائد بیرونی طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں، محض نقشہ نہ ہونے یا کسی استاذ کے غیر قانونی کام میں ملوث ہونے کے الزام پر اتنے بڑے تعلیمی ادارے کو بند کرنا یا اسے گرانا چھوٹا یا نظر انداز کرنے والا معاملہ نہیں ہے، جماعت کے اکابر علما/ مشائخ اور ذمہ داران کو چاہیے کہ وہ جامعہ حبیبیہ کو بچانے کے لیے مؤثر کردار ادا کریں۔

اس ضمن میں کچھ کام یہ بھی ہو سکتے ہیں: اوّلاً وہاں کی انتظامیہ کمیٹی سے ملاقات کی جائے، انہیں تسلی دے کر ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا جائے، سنجیدہ اور ماہر افراد کو ساتھ لے کر پریس کانفرنس کی جائے تاکہ غلط افواہوں پر لگام لگ سکے، قانونی کارروائی کے لیے اچھے وکلا کی خدمات حاصل کی جائیں اور فوری طور پر ہائی کورٹ یا ضروری سمجھیں تو سپریم کورٹ میں ممکنہ بلڈوزر ایکشن کے خلاف رٹ داخل کی جائے، سیاسی مورچے پر اپوزیشن رہنماؤں/ ارباب حکومت سے ملاقات کریں۔ حقائق پیش کریں، خاطیوں کی بنا پر ادارے کو نقصان سے بچانے کی اپیل کریں، اخلاقی دباؤ ڈالیں۔ ہرگز نہ بھولیں؛ جامعہ حبیبیہ اس مجاہد ملت کی یادگار ہے جنہوں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے نہ جانے کتنے اداروں/ تنظیموں اور افراد کی کفالت کی ہے۔

یہ اس عظیم ہستی کی نشانی ہے جس نے ملت کی خاطر رئیس اعظم ہو کر بھی فقیروں جیسی زندگی گزاری، جس نے اداروں کی بقا/ تنظیموں کے تحفظ اور ملی مفاد کے لیے سالہا سال جیلوں کی قید اور تکلیفوں کو برداشت کیا، جس مرد قلندر نے اپنا وقت، پیسہ، جائداد اور پوری زندگی ملت پر نچھاور کر دی۔ آج اسی مرد مجاہد کا قائم کردہ ادارہ نشانے پر ہے، خدارا اس کی حفاظت کریں! مصلحت اور صرف نظر کی کیفیت سے باہر نکلیں اور ادارے کو بچانے کے لیے اپنے سیاسی/ مذہبی رسوخ کا استعمال کریں۔ اٹھیں اس سے پہلے کہ اٹھنے کی طاقت بھی نہ رہے! اگر آج اس عظیم ہستی کی یادگار کو نہ بچایا جا سکا تو سب اپنے اپنے آشیانوں کی خیر منائیں، ایک کے بعد ایک سب کا نمبر آئے گا اور کوئی کچھ نہ کر سکے گا۔ جلتے گھر کو دیکھنے والو، پھونس کا چھپر آپ کا ہے آگے پیچھے تیز ہوا ہے، آگے مقدر آپ کا ہے۔

◆◆◆

ص ۹۴ رکا بقیہ..................

عین ممکن ہے کہ شہ پارے عطا کرتے مزید
قدر افزائی یہاں ہوتی اگر شایانِ شان
مسندِ تحقیق یا تقریبِ سیمینار ہو
وہ نمایاں ہی نظر آتے تھے سب کے درمیان
خالی خالی لگ رہا ہے حلقہ اربابِ ذوق
ہو گئے ارشاد ساحل خلد کے اب میہمان
کون ہے ناقدریِ اہل قلم کا ذمہ دار
فیصلہ اس کا کریں اے علم وفن کے صاحبان
میں نے دیکھا ہے اکابر کا ادب کرتے ہوئے
اور چھوٹوں پر نظر آئے شفیق و مہربان
بارگاہِ رب میں گوہر کر رہا ہے یہ دعا
قبرِ ساحل پر ہو ہر دم رحمتوں کا سائبان

از: مولانا محمد ایوب مصباحی*

اتر پردیش میں مدارس پر افتاد! کچھ تلخ حقائق

احوال وطن

ریاست اتر پردیش میں قریب ڈیڑھ ماہ قبل مدارس اسلامیہ کے وجود اور تشخص پر اس وقت خطرات کے بادل منڈلانے لگے جب الہ آباد ہائی کورٹ نے ایک جھٹکے میں یو پی بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن ایکٹ 2004ء کو کالعدم قرار دے دیا اور یہ کام جس دل چسپی سے کیا گیا اس سے ایسا لگ رہا تھا کہ دوسروں کو ہمارے اداروں کی بڑی فکر لاحق ہے، وہ تو خیر ہوئی کہ ملک کے سپریم کورٹ نے کہا کہ یہ جلد بازی میں لیا گیا فیصلہ ہے فریقین کے دلائل پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

الہ آباد ہائی کورٹ اور ریاستی حکومت کو مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم پر اعتراض ہے، ان کا کہنا ہے کہ مدارس اسلامیہ نے تعلیم کا معیار برقرار نہیں رکھا اور طلبہ کے لیے جو چیزیں ناگزیر تھیں وہ پورے طور پر دستیاب نہیں کرائی گئیں، سرکاری گرانٹ لے کر مذہبی تعلیم دی جاتی ہے جو سیکولرزم کے اصولوں کے خلاف ہے، پھر مدارس اسلامیہ وافر مقدار میں طلبہ کو بنیادی تعلیم سے محروم رکھتے ہیں جو کہ ان کا بنیادی حق ہے، واضح رہے کہ بنیادی تعلیم سے مراد اسکول و کالجز کی ہائی اسکول وانٹر وغیرہ کی تعلیم ہے، ہائی کورٹ کے اس فیصلے سے چوں کہ سرکار سے منظور شدہ ایڈید مدارس متأثر ہوتے اور جن اساتذہ کو ماہانہ وظیفہ بورڈ سے ملتے تھے وہ بند ہونے والے تھے، اس لیے ہمارے علما بھی دو فریقوں میں منقسم ہو گئے، ایک وہ جو حکومت سے وظیفہ پاتے ہیں انھوں نے مدارس کے کھلنے کی دن رات دعائیں کیں اور ان کے تحفظ و بقا کے لیے بہت جد جہد بھی کی، دوسرے وہ جو ابھی تک ایڈیڈ نہ ہوئے یا ہونے والے تھے، کسی سبب نہ ہو سکے یا تقرری میں متعینہ رقوم فراہم نہ ہونے کے باعث مقرر نہ ہو سکے تو انھیں کچھ قلبی تسکین بھی ہوئی، انھوں نے اپنی بھڑاس نکالنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور انھوں اس کہاوت کہ" شادی کا لڈو جو کھائے سو پچھتائے اور جو نہ کھائے سو پچھتائے" پر عمل کیا کہ خود حکومتی تقرری چاہتے تھے جب نہ لگے تو ان میں ہزار خامیاں نکالنے لگے۔

خیر! چند مخلص احباب کی انتھک کوششوں کے بعد محنت رنگ لائی اور فی الحال کچھ وقت کے لیے ہائی کورٹ کے فیصلے پر عمل درآمد پر روک لگی ہوئی ہے، مدارس اسلامیہ پر حکومت ہند اور عدلیہ کو تو اعتراض ہے ہی، عوام الناس بھی اس بابت بہت شکوہ بلب ہے، یہی وجہ ہے کہ اتنا بڑا فیصلہ آنے پر بھی ہندوستان کی مسلم عوام بالکل خاموش تماشائی بنی دیکھتی رہی بلکہ بعض نے تو اس پر کھل کر اہل مدارس کو تنقید کا نشانہ بنایا اور نازیبا تنقیدی تسلسل سوشل میڈیا کی زینت بنا رہا، اس بابت سبھی کے شکوے اور اعتراضات کچھ اس طرح تھے:

کوئی کہتا ہے کہ مدارس اسلامیہ نے اپنا حق ادا نہیں کیا، یہاں کے فارغ التحصیل طلبہ اپنا کام ذمہ داری سے ادا نہیں کرتے، اخلاقی پستی ان میں پائی جاتی ہے جس کا نظارہ سیکنڈری ہائر سیکنڈری کے امتحانات میں خوب دیکھنے کو ملتا ہے جو طلبہ پڑھ لکھ کر قوم کے مستقبل سنوارنے والے تھے اور دین کے سچے مبلغ اور ترجمان بننے والے تھے، ان کی بے راہ روی دیکھ کر نہیں لگتا کہ مستقبل قریب میں یہ امر بالمعروف ونھی عن المنکر کا فریضہ انجام دے پائیں گے، بلکہ ان کی بدتمیزیوں کو دیکھ اسکول و کالجز کے ٹیچرس حضرات بھی انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں کہ ایسے ہوتے ہیں مدرسوں میں پڑھنے والے اور کیا پڑھاتے ہیں یہ مدارس؟ وضع قطع غیر اسلامی، لباس زرق برق، گیسو دراز وغیرہ بے شمار اخلاقی انحطاط اور پستیاں پائی جاتی ہیں جس کا مطلب ہے کہ مدارس نے اپنا حق ادا نہیں کیا۔

فارغ التحصیل لب کشائی کرتے ہیں کہ انھیں ایسی تعلیم نہیں

دی جاتی جس سے وہ خود کفیل ہوسکیں بلکہ وہ بعد فراغت روزگار کے لیے سرگرداں رہتے ہیں اور صرف امامت وخطابت یا تدریس کے سوا کچھ نہیں کر سکتے، اتنی عمر بھی باقی نہیں رہتی کہ اب کچھ اور سیکھ سکیں، ایک معیاری اور روایتی عالم دین بشمول حفظ و دینیات قریب پندرہ سال میں بنتا ہے، اس کے بعد بھی اسے معاشی تنگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو انتہائی افسوسناک ہے۔

منتظمین چاہتے ہیں کہ ان کے ادارے کا معیار بلند ہو لیکن اساتذہ خود کفیل ہو جائیں یہ کبھی نہیں چاہتے، جتنا ان کی خود کی اولاد اپنی ذات پر خرچ کر دیتی ہے اتنا وہ مدرس کو بمشکل دے پاتے ہیں، اس پر طرفہ تماشا یہ کہ ترقی کا کریڈٹ اساتذہ کو دینے کے بجائے برملا خود لیتے ہیں، شاید ان میں شخصیت سازی کا ہنر نہیں یا کام کرانے کا طریقہ نہیں، جب کہ حافظ ملت فرماتے ہیں کہ جس سے کام لیا جاتا ہے اسے ناخوش نہیں کیا جاتا، اس کا مطلب میں یہ سمجھتا ہوں کہ ذمہ دار کو کھل کر کام کرنے کی اجازت ہو، اساتذہ کی تنخواہوں میں مناسب اضافے ہوں اور وقت پر ان کی تنخواہیں ادا کر دی جائیں جب وہ اندر سے خوش ہوں گے تو زیادہ اچھا کام کر سکتے ہیں، پھر اشتہار دیتے وقت یہ شرط لگانے کی چنداں حاجت نہیں کہ مدرس اپنے ساتھ اتنے بچے لائے کیوں کہ جب وہ محنت سے کام کرے گا تو بچوں کا سیلاب تو خود ہی امنڈ پڑے گا۔

قوم کا کہنا ہے کہ مدرسے کھانے کمانے کا ذریعہ ہیں، یہ بات اس لیے سامنے آئی کہ بعض اہل مدارس نے مدارس کے لیے قوم سے چندہ تو وصول کیا لیکن تعلیم پر اسے صرف نہیں کیا یا برائے نام صرف کیا، تعلیمی اصلاحات نہیں کیں مثلاً چار مدرس کی ضرورت تھی دو سے کام چلانے کی کوشش کی، اہل مساجد نے ظلم کا پہاڑ ہی توڑ دیا، 50 ر فیصد مسجدوں میں بچوں کو امام سے ہی پڑھواتے ہیں لیکن ماہانہ وظیفہ نامناسب ہی رہتا ہے، بعض سفیروں نے تو چندے کو دھندا بنا لیا جب ان کی قلعی کھل گئی تو اس سے اچھے لوگوں کو بھی پریشانیوں کا سامنا ہوا کہ قوم اچھے برے سبھی کو ایک ہی صف میں شمار کرنے لگی۔

مدارس کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

۱ وہ مدارس جو مساجد سے متصل ہوتے ہیں اور ان میں زیادہ تر دینیات مثلاً قاعدہ یا چند سورتوں کو حفظ کرا دیا جاتا ہے بعض جگہ ان کا لیول مکتب سے اٹھ کر دار العلوم تک ہوتا ہے یعنی اس میں حفظ وغیرہ کی درسگاہ بھی ہوتی ہے۔

۲ وہ مدارس جو مساجد سے متصل تو نہیں ہوتے لیکن ان میں شعبۂ حفظ یا درس نظامی کی دو چار جماعتوں کی تعلیم کا بندوبست ہوتا ہے، عموماً ایسے ادارے زیادہ تر شخصی ہوتے ہیں۔

۳ وہ مدارس جو فضیلت و تخصص تک کی معیاری تعلیم کا معقول بندوبست رکھتے ہیں اور ان میں زیادہ تر کو حکومت سے مراعات حاصل ہوتی ہیں۔

مدارس کو لے کر مختلف سوالات لوگوں کے ذہن میں گردش کرنے لگتے ہیں، اساتذۂ مدارس کی اس بابت یہ رائے سامنے آتی ہے کہ اہل مدارس جو ماہانہ وظیفہ مدرسین کو دیتے ہیں وہ ناکافی ہے، عام طور سے تنخواہیں جو دی جاتی ہیں وہ ۸ ر ہزار سے ۱۵ ر ہزار کے درمیان ہوتی ہیں، وہ بھی وقت پر نہیں، جب کہ ایک ان پڑھ مزدور کی آمد ۶۰۰ ر روپے روزانہ کے حساب سے ۱۸۰۰۰ ر ہزار روپے ماہانہ ہو جاتی ہے، اس کا مطلب ہے ایک عالم دین کا مقام دنیوی لحاظ سے ایک مزدور سے بھی نیچے ہے، ائمہ مدارس کو تو اس پر مزید یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ مزدور صرف پانچ گھنٹے کام کرتا ہے اور ہمیں ۲۴ ر گھنٹے کی ڈیوٹی کرنی پڑتی ہے۔

تنخواہیں ایسی ہوں کہ اساتذہ اپنا روزانہ کا ضروری خرچ بھی نکال سکیں اور کچھ بچت بھی ہو سکیں، اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم بھی دلا سکیں نہ یہ کہ انھیں صرف جینے لائق تنخواہ دی جائے، اس پر طرفہ تماشا یہ کہ یہ بھی وقت پر نہیں، حافظ ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جس سے کام لیا جاتا ہے اسے ناخوش نہیں کیا جاتا۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا یہی مشن تھا کہ اپنا اتنا بڑا دین کا قلعہ تیار کر دیا کہ ان سے اسٹاف ناخوش نہیں ہوتا تھا، جب اسٹاف رضامند ہوتا ہے تو خود ہی کام پر زیادہ توجہ دیتا ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ رائے نامناسب ہے کہ مدرسین صرف تنخواہ پر اعتماد نہ کریں بلکہ کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کر لیں یا کوئی ہنر سیکھ لیں کیوں

احوال وطن

کہ یہ اس وقت تو متصور ہو سکتا ہے جب پانچ گھنٹے پڑھا کر وہ فری رہ سکتے ہوں لیکن اگر اساتذہ کے ذمہ خارجی اوقات کی دیکھ ریکھ ہو اور وہ طلبہ پر نگراں مقرر ہوں تو اس وقت اس کا خیال بھی محال ہے یعنی ان کے لیے اتنا وقت باقی ہی نہیں رہتا کہ وہ کوئی کاروبار کر سکیں، مزید یہ تصور ائمہ مدارس کے لیے تو قطعاً نہیں کیا جا سکتا کہ ان سے عوام کالانعام کو کسی بھی وقت کوئی بھی کام پڑ سکتا ہے، اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ امیر لوگ فی زمانہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دینے سے گریز کر رہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ علما اور دین کے رہبر خود کفیل نہیں بہتیروں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ہمارا بچہ کیا کھائے گا اتنی قلیل ماہانہ سیلری ہیں۔

قارئین کرام! اگر آپ تقویٰ و پرہیز گاری اور زہد و اتقا کی مشاورت کرنا چاہ رہے ہوں اور یہ سمجھانا چاہ رہے ہوں کہ پیسے کی طرف نظر رکھنا نہیں چاہیے، تو یہ واضح رہے کہ مال و دولت کی کثرت تقویٰ میں قطعاً مخل نہیں کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زہد و تقویٰ کے پیکر نہیں تھے اور ان جیسا امیر آج تک پیدا نہیں ہوا بلکہ بسا اوقات غریبی اور مال و دولت کی قلت کفر و ارتداد کے دامن تک کھینچ لے جاتی ہے، ناشکری کا احتمال قوی ہوتا ہے علما کی بات کو لوگ زیادہ اہمیت اس دور میں اس لیے بھی نہیں دیتے کہ دنیا والوں کے نزدیک عزت کا معیار مال و دولت ہے۔

مدارس اسلامیہ پر افتاد کی ایک وجہ یہ بھی ہے جس کی ماسبق میں ہم نے وضاحت کی کہ جب ناظم اعلیٰ منتظمین ادارہ اساتذہ کی طرف سے تنگ نظری رکھیں گے تو اس کے نتائج یہی بر آمد ہو سکتے ہیں کہ ان کے دل کی آہ جب عرش سے ٹکرائے گی تو اس کا فیصلہ من جانب اللہ ہوگا، مدارس اسلامیہ پر افتاد کی دوسری وجہ عوام کا ان سے کنارہ کش ہو جانا ہے اور دین کی ہمدردی نہ ہونا ہے یا دینی ماحول سے دوری ہے۔

عوام الناس کا اس بابت حال یہ ہے کہ اپنے بچوں کو تین اجزا میں تقسیم کرتے ہیں ان میں ہوش مند ذہین و فطین کو انگلش میڈیم اور اسکول و کالجز میں بھیجتے ہیں جب کہ غبی و شرارتی کو مدرسے کے حوالے کرتے ہیں جس سے ان میں راہ فرار اختیار کرنے کی وارداتیں زیادہ رونما ہوتی ہیں، پھر ان کا ٹارگیٹ حصول تعلیمی دینی سے اس قدر ہوتا ہے کہ بچہ قرآن پاک پڑھنا سیکھ جائے یا بس حافظ قرآن ہو جائے یا اس سے بڑھ کر وہ عالم و مفتی بن جائے، جب کہ حالات حاضرہ کے مطابق عصری علوم و فنون کی تحصیل اور علم دین کی حصول یابی پر کامل توجہ اور زور ہونا چاہیے جو مکتب مساجد سے ملحق و متصل ہوتے ہیں ان کے حالات تو بہت ناگفتہ بہ ہیں۔

اکثر کا حال یہ کہ ۷۰/ سے ۸۰/ طلبہ و طالبات کے لیے بس ایک استاد متعین وہ بھی پیشگی امامت کے فرائض کی انجام دہی والا، وہ بھی صرف دو گھنٹے کہ انھیں اسکول کے لیے بھی وقت پر فارغ کرنا ہے، اس پر غور کریں یہاں سارا جرم ائمہ کا ٹھہرا دیا جاتا ہے جب کہ ان کا کوئی قصور نہیں کہ ایک دو گھنٹے میں ستر اسی بچوں کو کیسے ڈیل کیا جا سکتا ہے جب کہ انھیں طلبہ کی اسی تعداد کو کور کرنے کے لیے اداروں میں سات سے آٹھ اساتذہ رکھے جاتے ہیں اور ان کے کلاس دینے کا وقت بھی قریب پانچ گھنٹے ہوتا ہے امام پر میلاد وغیرہ کی بھی ذمہ داری ہوتی ہے جس سے بعد فجر انھیں آرام کی ضرورت ہو سکتی ہے اس لیے تعلیم و تعلم کے لیے مستقل استاد ہونا چاہیے، مکاتب کا یہ سسٹم سینکڑوں سالوں سے چلا آ رہا ہے کوئی اس میں تبدیلی کرنے کو تیار نہیں۔

اس بابت مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے یہاں مدارس کو مضبوط کریں مکاتب کا لیول اونچا کریں اور ان میں چند اساتذہ کی بحالی کر کے ہندی، انگلش حساب و سائنس کی ضروری تعلیم کا بندوبست کریں اور اسکول و کالجز سے اجتناب کریں کہ ویسے بھی یہ اسلامی تعلیمات، تہذیب و کلچر سے کوسوں دور ہیں، طالبات کے ارتداد کی وارداتیں بھی بیشتر انھیں کی دی ہوئی تہذیب و تمدن کا نتیجہ ہے، چھٹی کا وقت سات آٹھ بجے سے ہٹا کر بارہ یا ایک بجے کا رکھیں اس سے بے شمار مسائل کا حل نکل سکتا ہے مثلاً مسلم طالبات کو حجاب کے مسائل سے نبرد آزما نہیں ہونا پڑے گا۔ مسلمانوں میں جو اخلاقی انحطاط اور پستی پائی جا رہی ہے وہ دور ہو گی یوں ہی تعلیم کا فیصد بھی بڑھے گا تعلیم کے میدان میں ترقی ہو گی آج مسلمانوں کے پاس ان کے اپنے ذاتی تعلیمی ادارے بہت کم ہیں۔ انھیں

میرج ہال بنانے کا شوق تو بہت ہوتا ہے لیکن ایک دو معیاری تعلیمی ادارہ نہیں کھول سکتے اسی وجہ سے مسلمانوں میں تعلیمی شرح فیصد بہت کم ہے اور دین سے بیزاری ہے اور یہ دوری ہی مدارس پر افتاد کی باعث ہے کہ انھیں اصل دینی تعلیم کی جان کاری ہی نہیں تو اس کا درد کیا معلوم ہوگا۔

مدارس اسلامیہ پر افتاد کی تیسری وجہ یہ ہے کہ جب سے اداروں کو ایڈ کرانے کا عمل شروع ہوا جب سے تعلیمی نظام بھی کمزور ہو گیا مزید جو ادارے رشوت کے لین دین کو حرام ٹھہراتے تھے جہاں اس کا سبق پڑھایا جاتا تھا وہیں سے رشوت کا بازار گرم ہوا جہلا دیدہ ودانستہ موٹی موٹی رقوم اساتذہ کی بھرتی کے نام پر وصول کرنے لگے، چوں کہ ادارے کی کمیٹی عموما جہالت کا پلندہ ہوتی ہے، وہ دنیادار ہوتے ہیں انھیں اس سے کیا سروکار کہ حکم شرع اس بابت کیا ہے؟ وہ تو پان چبانے والے گٹکھا اور سگریٹ پینے والے ہیں ایڈ مدارس کو انھوں نے تجارت کے نظریہ سے دیکھا اور ہر ایک استاد کے رکھے جانے پر باقاعدہ بولیاں لگائی گئی یہ سلسلہ تادم تحریر جاری ہے اس موقع پر یہ منطق چلائی جاتی ہے کہ ادارے کے تعمیراتی کام کے لیے انھوں نے رسید بنوائی ہے ادنی سی عقل رکھنے والا بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ رشوت کے سوا کچھ نہیں اگر واقعی یہ ادارے کی امداد تھی تو بحیثیت استاد مقرر ہونے سے قبل کبھی کیوں دو چار ہزار کی امداد نہیں کی کہ اب تیس چالیس لاکھ کی امداد کر ڈالی یا بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری کیوں نہ رہا؟ دماغ کی بتی اس وقت گل ہو جاتی ہے جب بعض علما بھی اسی روش پر چل پڑے کہ جہال مکار عیار ناظموں، مہتمموں نے ایسا کیا تو یہ بھی کرنے لگے، انھوں نے رشوت مانگی انھوں نے فجاۃ دے دی، جب الہ آباد ہائی کورٹ کا فیصلہ مدارس کے بابت ایکٹ 2004 کی منسوخی کا آیا تھا تو ایسے لوگوں کی نیند اڑ گئی تھی۔

ایسے مواقع پر کسی کو بھی سوائے کاغذاتی کاروائی کے خرچ کے ایک روپیہ بھی دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر اس میں اقربا پروری بھی زوروں پر ہوئی، مستحقین کو نظر انداز کیا گیا جس نے موٹی رقم منہ پر ماری اس کا تقرر کیا گیا یا مستحق کا نام ہٹا کر اپنے ہی کسی نااہل کا تقرر کیا گیا، اتر پردیش کے وزیر اعلی یوگی آدتیہ ناتھ کے ایک بیان کی اخبار میں سرخی اس انداز سے لگی ہوئی تھی " کہ لوگ بیٹی کو جہیز میں اور بہو کو منہ دکھائی میں دیتے تھے نوکری! یہ بات کافی حد تک درست ہے، نیز جو پہلی فارسی تک نہیں پڑھا سکتے موٹی رشوت دے کر 60–70/ ہزار کی نوکری پا رہے ہیں اور جو کامل استعداد رکھتے ہیں وہ دس ہزار پر قناعت کیے ہوئے ہیں یہ بھی ہماری قوم کا علما پر ظلم ہو رہا ہے۔

مدارس پر افتاد کی چوتھی وجہ حکومت کی مار ہے۔ وہ جانتی ہے کہ دین کی خالص سمجھ رکھنے والے یہی مدارس سے پڑھنے والے علما فضلا ہوتے ہیں ورنہ عوام کالانعام کو تو دین کی کوئی سمجھ نہیں اور اگر تھوڑی بہت ہوتی بھی ہے تو دین سے ہمدردی قطعا نہیں ہوتی، اس لیے آئے دن ایسے قوانین بنتے رہتے ہیں جس سے مدارس کے چلنے میں صعوبتیں پیدا ہوں۔

اب تک ہم نے وہ باتیں ذکر کیں جو آئے دن لوگوں کی زبانوں پر رہتی ہیں اور سب صداقت پر مبنی ہیں اگرچہ آپ کو اتفاق نہ ہو، اب ایک ماہ قبل دیے گئے الہ آباد ہائی کورٹ کے فیصلے کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور معلوم کرنی کی سعی کرتے ہیں کہ مدرسہ تعلیمی ایکٹ 2004 کی منسوخی کے پیچھے کیا منصوبے کارفرما تھے۔

الہ آباد ہائی کورٹ نے یوپی بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن ایکٹ 2004ء کو یہ کہ کر منسوخ کر دیا کہ یہ سیکولرزم کے اصولوں کے خلاف ہے اور یوپی حکومت کو ہدایات جاری کی کہ وہ مدارس میں زیر تعلیم طلبہ وطالبات کو مرکزی تعلیم کے دھارے کے نظام میں شامل کرے۔

واضح رہے کہ انشومن سنگھ راٹھور اور دیگر کئی عرض داشتوں نے الہ آباد ہائی کورٹ میں یہ عرضی دائر کی تھی کہ یوپی بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن ایکٹ 2004ء کو منسوخ کیا جائے اس کی تائید میں حکومت ہند، ریاستی حکومت اور محکمۂ اقلیتی بہبود کی جانب سے مدارس کے نظام تعلیم اور اسے ملنے والی امداد پر اعتراضات کیے گئے تھے، عرضی پر سماعت کے بعد جسٹس وویک چودھری اور

احوال وطن

جسٹس سبھاس ودیارتھی کی ڈویژن کی بنچ نے فیصلہ سنایا تھا کہ یوپی کے تمام مدارس کو بند کردیا جائے اور ریاستی حکومت مدارس میں زیر تعلیم تمام طلبہ کے لیے اسکولی تعلیم کا انتظام کرائے۔

جب اس فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلینج کیا گیا تو کورٹ نے کہا کہ یہ جلد بازی میں لیا گیا فیصلہ ہے، دونوں فریقوں کے دلیل پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے اس لیے اس مقدمے کی اگلی سماعت جون میں ہوگی۔ سپریم کورٹ نے یہ بھی اعتراف کیا کہ یوپی بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن ایکٹ 2004 غیر آئینی نہیں ہے ہندوستان کا دستور اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کے فروغ، مذہبی تعلیم کے فروغ کے لیے تعلیمی ادارے چلا سکتا ہے۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلے سے مسلمانوں کو کچھ راحت ضرور ملی ہے لیکن خطرہ ابھی ٹلا نہیں ہے، سپریم کورٹ کے اس تبصرے کے بعد لگتا ہے کہ اگلی سماعت پر بھی فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہی آئے گا۔

اس پورے معاملے میں ریاستی حکومت اور ان کے حامیان وکلا مع جسٹس کا یہ کہنا تھا کہ مدارس اسلامیہ میں بچوں کو جو نصاب تعلیم پڑھایا جاتا ہے وہ ناکافی ہے، اس سے بچوں کا مستقبل خراب ہو رہا ہے، وہ بنیادی تعلیم سے محروم ہو رہے ہیں، واضح رہے کہ حکومت ہند کے نظر میں بنیادی تعلیم اسکولی تعلیم ہے جو ابتدا سے انٹر، بی اے وغیرہ تک کہلاتی ہے اسی بوجہ سے اس کے فیصلہ میں یہ ہدایت بھی موجود تھی کہ اہل مدارس بچوں کا داخلہ پندرہ سال کی عمر سے قبل نہیں لے سکتے جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ پہلے بنیادی تعلیم مکمل کرلیں۔

اس ضمن میں کچھ لوگوں کے قلم اس پر بھی خوب چلے کہ مدارس اسلامیہ کو نصاب تعلیم بدل دینا چاہیے اور اسے حکومت کی منشا کے مطابق کرلینا چاہیے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اولاً تو مدارس کو حکومت کی گرانٹ ہی نہیں لینا چاہیے تھا اور انھیں گورمینٹ سے منظور نہیں کرانا چاہیے تھا، اگر 10 – 20 / ہزار ماہانہ تنخواہ پر علما درس و تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہتے تو فاقہ سے تو مر نہ جاتے، کہ اسلاف کی سنت بھی باقی رہتی نہ حکومت کا کوئی دباؤ ہوتا کہ وند ماترم کہو، جن گڑ من پڑھو، 26/ جنوری اور پندرہ اگست کو پرچم کشائی اور قومی گیت کی ویڈیو بنا کر محب وطن ہونے کا ثبوت پیش کرو، نہ نصاب تعلیم میں تبدیلی کی بات آتی اور نہ ہی رشوت کا بازار گرم ہوتا شاید اسی وجہ سے صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی جامعہ نعیمہ مرادآباد کے متعلق یہ وصیت فرما گئے تھے کہ کچھ بھی ہو لیکن حکومتی گرانٹ قبول نہ کرنا اور وہ آج تک پرائیویٹ ہی ہے اور اگر حکومت کی امداد کو قبول بھی کرلیا اور مدارس کو ایڈ کرا بھی لیا تو مناسب تبدیلی کرنا ناگزیر تھا یعنی نہ تو یہ کہ مکمل عصری تعلیم کا رنگ اس پر چڑھا دیا جائے نہ یہ کہ بالکل عصری علوم سے دور رکھا جائے۔

میں سمجھتا ہوں مدبر علما نے اپنی صواب دید کے مطابق نصاب تعلیم میں عصری علوم مثلاً ہندی، انگریزی، سائنس، ریاضی وغیرہ کو شامل بھی کیا اور بہت سے طلبہ نے یونیورسٹیز کا رخ بھی کیا اور یوپی ایس سی کے امتحانات میں کافی حد تک کامیابی بھی حاصل کی اب اگر کوئی یہ چاہے کہ عصری علوم کو غلبہ دے دیا جائے اور عربی فارسی کے مضامین برائے نام رہیں تو یہ اپنے ہے ہاتھوں دین مٹانا ہے ظاہر ہے جب طلبہ مدارس میں اسکول و کالجز کی تعلیم حاصل کریں گے تو پھر تہذیب و کلچر بھی انگریزوں کا فولو کریں گے پینٹ شرٹ پہنیں گے داڑھیاں منڈائیں گے، جس کے نتائج ان طلبہ میں دیکھنے کو ملے جنھوں نے یونیورسٹیز کا رخ کیا پھر نہ کوئی مسجد کا امام بنے گا نہ مدرسہ کا مدرس اس لیے ہمارے دور اندیشی علما نے نصاب تعلیم میں خاطر خواہ ہی تبدیلی کی اور عصری علوم کو متداول علوم پر فوقیت اور غلبہ نہ دیا۔

دراصل بچوں کی بنیادی تعلیم کا بہانہ بنا کر اسلام دشمن عناصر کا مذہب اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا، ان کے وجود کو مٹانا حکومت کی منشا ہے اگر واقعی یہ خیر خواہ ہوتے تو مدارس کو بند کرنے کے بجائے اس میں درآئی خامیوں کی اصلاح کی کوشش کرتے، اس کے لیے ٹیچرس فراہم کرتے، طلبہ کے روشن مستقبل کی اگر انھیں فکر ہوتی تو پری میٹرک اسکالرشپ بند کرنے کے بجائے اس کے بجٹ میں مناسب اضافہ کرتے، اداروں کی تعمیرات کے لیے فنڈ مہیا کراتے، جب کہ یہاں اس کے برعکس

احوالِ وطن

ان چندوں پر بھی اعتراض ہے جن سے مدارس چلتے ہیں، دراصل ان کی نیت میں کھوٹ ہے، یہ چاہتے ہیں کہ مدارس بند کر کے مسلمانوں کے ایمان وعقائد کو مجروح کر دیں، اسلام کی محبت ان کو دلوں سے نکال دیں اور ہندو راشٹر کا جوان کا خواب ہے وہ مدارس کو بند کیے بغیر شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

آسام میں مدارس بند کر دئیے، یوپی میں بھی بند کر دئیے، وہ تو کہیے کہ سپریم کورٹ نے فیصلے کے نفاذ پر روک لگادی، لیکن ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا، آر ایس ایس حمایت یافتہ حزب اقتدار بی جے پی اگر پھر برسر اقتدار ہوئی تو مدارس کو بند کرنے، شعائر اسلام پر قدغن لگانے اور ہندو راشٹر کا اعلان کرنے سے انھیں کوئی نہیں روک سکتا اس کے بعد جو قتل وغارت ہوگی اس کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

پھر علما وائمہ پر ظلم وستم کرنے والے ناظموں، صدروں، سیکرٹریوں اور مدارس کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے، اپنی ذمہ داری نہ نبھانے والے، محنت سے نہ پڑھانے والے اساتذہ اور امام ومدرس کو اپنا غلام سمجھنے والی عوام کالانعام اور قوم کا پیسہ لوٹنے والے بازار وخطبا وشعرا کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے، وقت ہے، ابھی سمجھنے کا سنبھلنے کا، ہم اپنی روش بدلیں سسٹم سدھاریں۔

نصاب تعلیم، معیار تعلیم وغیرہ میں مناسب تبدیلی کی جائے، تعلیم کا معیار بلند ہوگا تو قوم مسلم ترقی کی شاہراہوں پر گامزن ہوگی، ظالم ان شاء اللہ! اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہوپائیں گے، دراصل یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کو مٹادیا جائے، اس لئے نت نئے منصوبے مسلمانوں کی شناخت مٹانے کے بناتے رہتے ہیں۔ ؎

کیوں ہراساں ہے صہیل نفس اعدا سے
نور حق بجھ نہ سکے گا نفس اعدا سے
وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

مدارس اگر بند ہوئے تو یہ ہماری شامت نفس غفلت، اقربا پروی، رشوت خوری، دین سے بیزاری، دین کی سوداگری، خانہ جنگی، علما سے تنفر جیسے کاموں کی وجہ سے ہوگا، جیسے دیگر ممالک میں ہوا، ترکی میں قرآن کی تعلیم پر پابندی لگائی گئی، یہ سب دین سے بیزار ہونے کی وجہ سے ہے۔ ؎

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا
امتحاں ہے تیرے ایثار کا خودداری کا

◆◆◆

ص ۴۶ رکا بقیہ..................

نعتیہ شاعری کا ہادی ورہبر اس خانوادہ کو بنایا تھا جس پر اردو نعتیہ شاعری کو فخر وناز ہے، اس سے میری مراد خانوادہ رضویہ کی وہ عالم گیر روحانی، علمی، ادبی، مذہبی شخصیات ہیں جن کے ذکر جمیل کے بغیر ہندوستان کی مذہبی اور ادبی تاریخ ادھوری اور نامکمل ہے۔

جن کی بے لوث خدمات سے جہاں مذہبی دنیا شاد وآباد ہے وہیں ادبی دنیا بھی مالا مال ہے۔ جن کے سوز وگداز، عشق ومحبت درد وکرب، ہجر وفراق، اضطراب واضحلال اور نالہ شبینہ وآہ سحر گاہی کی روح پرور اور ایمان افزوں داستان، حدائق بخشش، ذوق نعت، سامان بخشش اور سفینۂ بخشش وغیرہ میں موجود ہے اس لیے ان کی فکر کا زاویہ بالکل مستقیم تھا اور سوچ کی دھارا بالکل صحیح سمت سے اکتساب فیض ونور کرتی رہی یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار میں سوز دروں بھی ہے اور جذب باطنی بھی۔

علامہ ساحل زبان وبیان کے ادا شناس ہی نہیں بلکہ اس میدان کے بہترین شہسوار تھے، الفاظ کی بندش، خیالات کی نیرنگی، واقعات کی منظر نگاری، محاورات کی برجستگی کے جلوے پوری آب وتاب اور شان وشوکت کے ساتھ ان کے کلام میں نظر آتے ہیں، میری معلومات کی حد تک ان کے کلام کا مجموعہ اشاعت پذیر نہیں ہوسکا، ورنہ اس پر سیر حاصل گفتگو کی جاتی۔

علامہ ساحل کا اچانک ہمارے درمیان سے اٹھ جانا جماعت کے لیے کافی نقصان دہ ہے، دعا ہے کہ مولی تعالی اہل خانہ کو صبر وسکون عطا فرمائے اور جماعت اہل سنت کو ان بدل عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

میلاد اکبر

موضوع روایات، مقامات احتیاط اور کفریہ اشعار

تعزیرات قلم

ایک لمبے زمانے سے خصوصاً دیہات اور قصبوں میں ہونے والی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل میں پڑھی جانے والی میلادیں، میلاد اکبر اور میلاد گوہر شامل ہیں، ان کی اہمیت اس قدر ہے کہ کوئی بھی محفل ان میلادی کتابوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، ہم بچپن سے انھیں میلادوں کو سنتے آئے ہیں اور انکا لطف اس وقت دوبالا ہوجاتا ہے جب چند خواتین مل کر پڑھتی ہیں، میلاد اکبر کی حمد تو اتنی مشہور ہے کہ خواتین ہی نہیں مردوں کو بھی قریب قریب یاد ہوتی ہے اور جب پوری محفل میں توحید باری کا شور گونجتا ہے تو خود بخود منھ توصیف باری میں کھل جاتا ہے۔

میلاد اکبر کی مشہور زمانہ حمد بچوں کو پانچ چھ سال کی عمر میں ہی یاد ہوجاتی تھی، وجہ، کثرت سے مولود مصطفے علیہ التحیۃ والثنا کا ہونا تھا، آپ بھی اپنے بچپن کو یاد کیجیے، مجھے لگتا ہے کہ اس حمد باری تعالی کے چند اشعار آپ کو آج بھی یاد ہوں گے:

کس سے توحید کبریا ہو رقم
سر قلم ہیں یہاں قلم کے قلم

فرش سے تا بعالم بالا
غُل ہے سبحان ربی الاعلی

روح قالب میں ڈالنے والا
دامِ غم سے نکالنے والا

بیٹھو آکر یہاں ادب کے ساتھ
دل لگاؤ شہ عرب کے ساتھ
غمزدوں کا ولی غریب کا یار
سب کا بگڑی اڑی میں کھیون ہار

خلق کرنے لگی جو بے ادبی
بھیجا اس نے محمد عربی ﷺ

نور حق سے جہاں ہوا معمور
ظلمت کفر ہوگئی کافور

رشتۂ عشق حق سے جوڑ دیا
کلمہ پڑھ کر بتوں کو توڑ دیا

بہت سی میلاد کی کتب وجود میں آئیں لیکن میلاد اکبر اور گوہر (میلاد گوہر پر بھی ایک مضمون الگ سے ہوگا، ان شاء اللہ) کی جگہ نہ لے سکیں، آج بھی یہ کتابیں ہر محفل کی زینت بنی ہوئی ہیں، خیر! اب ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں، اس کتاب کی مقبولیت تو آپ جانتے ہی ہیں، تین چار سال قبل جب اس کتاب کو پڑھایا تو اس پر کچھ لکھنا ضروری سمجھا، لیکن بات آئی گئی ہوگئی، ابھی چند روز قبل اس میلاد کا تذکرہ گھر میں پھر چھڑا، تو سوچا اب اس میں موجود مشمولات پر لوگوں کی آگاہی کے لیے لکھنا چاہیے اور آپ کے سامنے یہ مضمون حاضر ہے، کوشش کریں کہ یہ مضمون خواتین معلمات، طالبات اور عام گھریلو خواتین تک ضرور پہنچائیں اور جن اشعار یا واقعات کی نشان دہی کی جارہی ہے ان کے پڑھنے سے ہماری بہنوں کو روکا جائے۔

کچھ صاحب کتاب کے بارے میں

اصلی نام: محمد اکبر خاں پیدائش: میرٹھ، اتر پردیش وفات: 1 رمئی 1953ء اکبر وارثی میرٹھی اردو زبان کے ممتاز نعت گو شاعر گزرے ہیں، اکبر وارثی بجولی ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے، آپ اردو کے علاوہ عربی وفارسی کے بھی عالم تھے، ان کی نعتیں سلاست، روانی، بندش، صفائی، سادگی اور شیرینی میں آپ اپنی مثال ہیں، آپ کی نعتیں تکلف اور تصنع سے پاک ہیں، آپ کے نعتیہ کلام "میلاد اکبر" کو بہت مقبولیت حاصل تھی، اکبر وارثی حضرت حاجی سید وارث علی شاہ (علیہ الرحمہ) سے بیعت تھے، اکبر کی شاعری

* مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت "میلاد اکبر" کو ملی ،اس میلاد نامے کا آغاز حمد سے ہوتا ہے، بعدہ ولادت محمد(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اکبر وارثی کا حلقہ تلامذہ وسیع تھا،آپ کے شاگردوں میں شاہنامہ اسلام اور پاکستان کے قومی ترانے کے خالق حفیظ جالندھری بھی ہیں، اکبر وارثی کا زمانہ، اکبر الہ آبادی اور شاہ اکبر داناپوری کا زمانہ تھا، یہ تینوں ہمنام شعرا اپنے عہد کے نامور شعرا میں سے تھے، اکبر وارثی نے 6 رمضان 1372ھ بمطابق 20 مئی 1953ء بروز بدھ کولیاقت آباد کراچی میں وفات پائی اور میوہ شاہ قبرستان لیاری میں دفن ہوئے۔(بحوالۂ ریختہ)

کچھ اشعار جن میں شائبہ کفر جھلکتا ہے

میلاد اکبر میں پیدائش نوری محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں تمہید میں یہ عبارت اور شعر درج ہے:

"جب اس معشوق حقیقی نے جو بہت سے بے نام ونشان حجابوں میں پردہ نشیں اور بے انتہا عدم نما پردوں میں حجلہ گزیں تھا، نے ارادہ کیا کہ کوئی ایسا آئینہ ہو کہ جس میں اپنے حسن و جمال وقدرت کے گونا گوں جلوے اور کمال و عظمت کے بوقلموں کرشمے دیکھے تو اس وقت یہ نورانی خیال بشکل آئینہ روبرو ہوا۔"

آئینہ ذات حق نے رکھا رُوبرو
تو اُسی شکل کا دوسرا ہو گیا
عکس ذات الٰہی تھا آئینہ میں
نام اُسی عکس کا مصطفیٰ ہو گیا

مذکورہ رباعی پڑھتے ہوئے ذہن اس بات کی جانب متوجہ ہوتا ہے کہ اللہ ورسول دو علاحدہ ذاتیں نہیں ہیں بل کہ خدا ہی مصطفیٰ ہے اور مصطفیٰ جان رحمت ہی خدا ہیں، دنیا میں خدا نے اپنے آپ کو کچھ پردوں میں اتار دیا ہے، جیسا کہ اسی کتاب میں ایک مقام پر مندرجہ ذیل شعر اس کی تائید کرتا ہوا نظر آرہا ہے۔ ؎

بشر کی شکل میں آیا تکلف کی ضرورت تھی
احد سے ہو گیا احمد جو باندھا میم کا پٹکا

(میلاد اکبر)

اس شعر میں اہل ہنود کی طرح "اوتار" کا تصور دیا گیا ہے، جو کہ مذہب اسلام کی روح کے خلاف ہے،اس شعر سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا ورسول دونوں ایک ہی ہیں،مسلمانوں کے لئے یہ عقیدہ کسی بھی جہت سے درست نہیں، اگر ایسے اشعار اعتقاد کے ساتھ پڑھے جائیں تو ہمارے ایمان کا طوطا اڑا لے جانے کے لیے کافی ہیں۔

واقعۂ معراج سے مذکورہ اشعار کی تائید

انھیں اشعار کی تائید کرتی ہوئی واقعہ معراج کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں:

"پھر ارشاد الٰہی ہوا کہ محبوب آؤ تمہیں اپنی سلطنت کا دُولھا دکھلائیں اور مکان عالی شان دکھایا، شہ نشین پر پردہ پڑا تھا، جب حجاب اُٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں خود حضور پر نور کی شبیہ جلوہ افروز ہے، سبحان اللہ!

رباعی

ہے ایک مکان اور ایک مکیں تو اور نہیں، میں اور نہیں
پھر کیوں نہ ہو دل میں صاف یقیں تو اور نہیں، میں اور نہیں
اب چھپنے سے ہوتا ہے کیا؟ پہچان لیا، پہچان لیا
بس دھوکا نہ دے او پردہ نشیں، تو اور نہیں، میں اور نہیں

(میلاد اکبر، صفحہ 75)

مذکورہ بالا اشعار میں اگر تاویلات کی گنجائش تھی بھی تو مجھے لگتا ہے کہ مذکورہ عبارت اور اس رباعی کے بعد تاویلات کی گنجائش نہیں رہ جاتی، یہاں صاف طور پر یہ بات کہی جارہی ہے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی عرش پر بھی جلوہ افروز ہے اور دنیا میں بھی، یعنی خدا ہی محمد ہے یا محمد عربی ہی خدا ہیں، یہ تصور اہل ہنود کے تصور "اوتار" سے جدا نہیں، سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ یہاں دھوکے کی نسبت اللہ رب العزت کی جانب کی جارہی ہے "اب دھوکا نہ دے او پردہ نشیں" سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ ہمیں دھوکا دے رہا ہے، ورنہ دونوں ذاتیں ایک ہی ہیں اور یہ صریح کفر ہے۔

اسی طرح صفحہ نمبر 51 پر میں قصیدے کا یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیں:

اندھوں کو نظر آئیں پھر احمد کے کل انداز
کھل جائیں یہ سب راز
دم بھر کے لیے میم کا پردہ جو اٹھا لے
اے گیسوؤں والے

اس شعر سے بھی مذکورہ بالا تصور پیدا ہوتا ہے، نعلین پہن کر عرش پر جانے والی روایت کا ذکر لکھتے ہیں:

" جب حضور عرش کے قریب پہنچے، حکم ہوا کہ اے میرے محبوب آگے آؤ، اس وقت حضور نے چاہا نعلین پائے مبارک سے اُتاریں، عرش ہلنے لگا، حکم ہوا کہ حبیب میرے نعلین نہ اتارو بلکہ پہنے چلے آؤ کہ عرش قرار پکڑے، حضور نے عرض کیا کہ خداوندا حضرت موسیٰ کو حکم ہوا تھا کہ پہلے چالیس روزے رکھو اور نعلین اتار کر کوہ طور پر آؤ، پس عرش کوہ طور سے کہیں زیادہ معظم اور پرنور ہے پھر نعلین کیوں نہ اتاروں؟ خطاب آیا کہ محبوب میرے موسیٰ کو اس واسطے نعلین اُتارنے کا حکم دیا تھا کہ خاک وادی مقدس کی اس کے پاؤں میں لگے، تا کہ اس کو بزرگی حاصل ہو اور تجھ کو اس واسطے نعلین اتارنے کا حکم نہیں ہے کہ تیری نعلین کی خاک سے عرش مجید کو بزرگی حاصل ہو ۔

تو بدیں جمال وخوبی سر طور گر خرامی
ارنی بگوید آن کس کہ بہ گفت لن ترانی

دوسرے یہ کہ جب میں نے عرش کو بنایا تھا تو اسے قرار نہ تھا اور ہمیشہ جنبش کرتا تھا، میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ ایک رات ہم اپنے محبوب کو بلائیں گے اور اس کی نعلین کا گوشوارہ تجھ کو عطا فرمائیں گے، تب اس کو قرار ہوا۔ اور اسی وقت سے عرش بریں نعلین کا مشتاق ہے۔" (میلاد اکبر، صفحہ ۷۰)

یاد رہے کہ یہ روایت موضوع ہے، سرکار اعلیٰ حضرت ارضاہ عنا سے اس روایت کے متعلق سوال ہوتا ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کا شب معراج عرش الٰہی مع نعلین مبارک جانا صحیح ہے یا نہیں؟ مجدد اعظم امام احمد رضا ارشاد فرماتے ہیں:

" یہ روایت محض باطل وموضوع ہے۔" (الملفوظ، دوم، ص ۹۱-۹۲)

اس تعلق سے دو موضوع روایات کا ذکر ہمارے خطبا بھی کر جاتے ہیں بل کہ کچھ کتابوں میں بھی لکھا ہوا لیکن وہ بھی موضوع یعنی من گھڑت ہیں ملاحظہ فرمائیں، سرکار اعلیٰ حضرت ارضاہ عنا سے اسی قسم کی روایات کو لے کر سوال ہوا، آپ نے جو حکم فرمایا ہم وہ حکایات اور سرکار اعلیٰ حضرت ارضاہ عنا کے جوابات پیش کر رہے ہیں، روایت: ایک مرتبہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو؟ آپ نے جواباً عرض کیا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی تم نے پردہ اٹھا کر دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میری یہ مجال نہیں کہ میں پردہ کو اٹھاؤں! آپ نے فرمایا کہ اب کی مرتبہ پردہ اٹھا کر دیکھنا، حضرت جبرئیل نے ایسا ہی کیا، کیا یکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں اور شیشہ سامنے رکھا ہے اور فرما رہے ہیں کہ میرے بندوں کو یہ ہدایت کرنا۔

سوال ہوا کہ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے اگر غلط ہے تو اس کا بیان کرنے والا کس حکم کے تحت داخل ہے؟ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا لکھتے ہیں:

''یہ روایت محض جھوٹ اور کذب وافترا ہے اور اس کا بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر، واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (فتاویٰ رضویہ، ۶/۴۴)

(۳) ایک اور حکایت سرکار علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی درمیان حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر خدمت رسول کریم علیہ السلام میں حاضر ہوئے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام وعظ ونصیحت کی وجہ سے سیدنا جبرئیل علیہ السلام کی طرف متوجہ نہ ہوئے جبرئیل علیہ السلام نے کہا تعجب ہے کہ میں خداوند قدوس کا کلام لے کر حاضر ہوا ہوں اور آپ کوئی توجہ نہیں فرما رہے ہیں اس وقت حضور اقدس ﷺ کو معلوم ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام میری وجہ سے پریشان ہو رہے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا اخی! وحی تمہارے

کان میں کہاں سے پہنچتی ہے؟

عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ عرش پر ایک حجرہ کی مثل نورانی قبہ ہے، اس میں ایک سوراخ ہے وہاں سے میرے کان میں یہ آواز آتی ہے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا آپ واپس اس قبہ کی جانب جلد جاؤ اور وہاں کی خبر مجھ تک جلد پہنچاؤ، لیکن قبہ کے اندر نہ جانا، جب جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور اقدس ﷺ کے فرمانے کے مطابق واپس گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ قبہ کے اندر خود سرکار علیہ السلام جلوہ افروز ہیں، اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام بہت جلد سرکار علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے، کیا دیکھتے ہیں کہ حضور اقدس اسی جگہ اپنے اصحاب کے ساتھ وعظ و نصیحت اور درس حدیث کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں، جبرئیل علیہ السلام اس حالت سے پریشان ہو کر شرمندہ ہوئے اور کہا یا الٰہی مجھ سے غلطی ہوگئی میری غلطی کو معاف فرما، اس حکایت کے متعلق مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ارضاہ عنا تحریر فرماتے ہیں:

''اس کے ظاہر سے جو عوام جہال کے خیال میں آئے، وہ تو صاف صاف حضور اقدس ﷺ کو معاذ اللہ خدا کہنا ہے اس کے کفر صریح ہونے میں کیا شک ہے، حضور اقدس ﷺ نے ہزاروں طرح اس کا (شرک) انسداد فرمایا ہے، مسیح علیہ السلام کی امت ان کے کمالات عالیہ دیکھ کر حد سے گزری اور ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ کر کافر ہوئی، ہمارے حضور سید یوم النشور کے کمالات اعلیٰ کے برابر کس کے کمال ہو سکتے ہیں جس کے کمال ہیں سب حضور ہی کے کمال کے پرتو و اجلال ہیں۔" من رانی فقد رای الحق " جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا تو ان تجلیوں کے سامنے کون تھا جو" ھذا ربي ھذا اکبر " نہ بول اٹھتا، لہٰذا حضور اقدس ﷺ "بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ " کی رحمت نے اپنی امت کے حفظ ایمان کے لئے ہر آن ہر ادا سے اپنی عبدیت اور اپنے رب کی الوہیت ظاہر فرمادی، کلمہ شہادت میں ''رسولہ'' سے پہلے ''عبدہ'' رکھا کہ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔"

مزید لکھتے ہیں:

''بالجملہ رسول اللہ ﷺ باعتبار حقیقت محمدیہ علیہ افضل الصلاۃ والتحیہ جس طور پر ہم نے تقریر کی اس مرتبہ اور اس سے بدرجہا زائد کے لائق ہیں، مگر یہ واقعہ غلط اور باطل ہے بغیر رد کے اس کا بیان حرام ہے۔'' (فتاویٰ افریقہ، صفحہ ۵۷–۶۰ ملخصاً۔ بے اصل روایات تحقیقات رضا کی روشنی میں، صفحہ 38)

رفض کی بو بھی محسوس کی جاسکتی ہے یہ تو ذات باری تعالیٰ کا معاملہ تھا اس کتاب کو پڑھتے ہوئے کچھ مقامات پر رافضیت و تفضیلیت کی بو بھی محسوس ہوتی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے ظاہر ہے، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی منقبت دیکھیے:

اے بادشاہ لافتی مولیٰ علی مشکل کشا
ہم رازِ محبوب خدا مولا علی مشکل کشا

تلوار دی، اللہ نے، دختر رسول اللہ نے
ٹھہرے نصیری کے خدا، مولا علی مشکل کشا

مولیٰ علی مشکل کشا فضائل مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

" کوئی حیدر کرار غیر فرار کے ڈنکے بجاتا ہے، کوئی لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار کی عظمت کے علم اُٹھاتا ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی نائب یہی ہیں، مولیٰ علی علیہ السلام کی عجیب وغریب شانیں ہیں کیا بتاؤں کہ کیا ہیں، کہیں شیر خدا کہیں حاجت روا، کسی کے مشکل کشا، کسی کشتی کے ناخدا، کسی ''مذہب کے خدا'' ہیں، یہاں رباعی کے چوتھے، مصرع میں مولیٰ علی رضی اللہ کو فرقہ نصیریہ کا خدا مان کر فضیلت بتائی جارہی ہے، نیز یہ جملہ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی نائب یہی ہیں۔"

یہ بھی عقائد اہل سنت کے خلاف ہے، اس جملے سے یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ خلفائے ثلاثہ امور خلافت میں حق پر نہ تھے، صاحب کتاب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں یہ بھی شمار کراتے ہیں کہ آپ کسی ''مذہب کے خدا'' ہیں، یہ فضیلت بقیہ ص ۱۳ ر پر

از: مولانا محمد شہزاد عالم مصباحی *

خانقاہوں کو اپنی روش بدلنے کی ضرورت

احوال قوم وملت

اسلاف کو دیکھو ہندوستان کی مختلف خانقاہوں اور علمی گھرانوں کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو یہ بات طشت از بام ہوتی ہے کہ ان میں ان اسلاف کی طویل فہرست ہے جو تادم مرگ دیں وسنیت اور مذہب وملت کی صحیح ترجمانی کرتے رہے اور امت کو اعتقادی خرابیوں سے دور فرماتے رہے اور ان کی کامیاب وموثر تبلیغ سے ہزاروں گم گشتگان راہ نے رشد وہدایت کا سامان پایا مگر ان کے دارفانی سے کوچ کرنے کے بعد ان کے گمراہ جانشینوں نے ان کی پاکیزہ تعلیمات کو یکسر فراموش کردیا اور اپنے اسلاف کے نام پر بہتوں کو بے راہ روی اور گمراہی کے قعر عمیق میں ڈھکیل دیا، اچھا یہ فطری بات ہے کہ بزرگوں کی اولاد اگر کچھ غلط کرے تو ان کی غلط بات کو بھی ان کے پیروکار بآسانی تسلیم کرلیتے ہیں چونکہ ان کی نظر میں ان کے اسلاف کی تصویر ہوتی ہے اور ان کو لگتا ہے کہ ایسوں کی اولاد جو کررہی ہے وہ اپنے آبا واجداد کو دیکھ کر یا اجازت پا کر ہی کررہی ہوگی مگر اللہ بھلا کرے ان علمائے حق کا جو بروقت امت کی صحیح رہنمائی فرما کر اس کو حقیقت حال سے واقف کرائیں دیتے ہیں۔ لیکن ایک سوال آتا ہے کہ ایسے نازک دور میں ہم کو کیا کرنا چاہیے؟ جواباً عرض ہے کہ اس کو عبداللہ بن مسعود کے اثر سے سمجھیے چنانچہ مشکاۃ المصابیح کتاب الایمان کی حدیث پاک ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"من كان مستنا فليستن بمن قد مات فإن الحي لا تومن عليه الفتن۔ یعنی جو راہ اختیار کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ ان کی راہ اختیار کرے جو حالت ایمان میں اس دنیا سے تشریف لے گئے چونکہ زندہ شخص پر فتنہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔"

حدیث کا صاف وصریح مفاد یہ ہے کہ اگر کسی بزرگ یا ولی یا عالم کی اولاد راہ راست سے ہٹ جائے اور بے راہ روی کا شکار ہوجائے تو ان کے عقیدت مندوں کو ان کی راہ چھوڑ کر ان کے ان اسلاف کی راہ لینا چاہیے جو اپنی قبروں میں آرام فرما ہیں چونکہ بعد وصال ان کی کامیابی اور لوگوں کے دلوں کے ان کی عقیدت کے راسخ ہونے کا راز ان کے پاکیزہ نظریات ہیں، لہٰذا اب جو اخروی سرخ روئی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو ان بزرگوں کی راہ پر چلنا ہوگا نا کہ ان بھٹکے ہوئے جانشینوں کی روش پر۔

یہیں سے آج کی باوقار خانقاہوں کے بگڑے ہوئے ان شہزادگان کا حال بھی سمجھ میں آگیا جو اپنے آبا واجداد کا طرز حیات چھوڑ کر اور تاویلات فاسدہ کا سہارا لے کر قوم کو گمراہ کرنے میں مگن ہیں اور اپنی بے راہ روی کو ہی راہ نجات سمجھے بیٹھے ہیں، لہٰذا احباب اہل سنت کو لازم ہے کہ ان کو نمونہ عمل نہ بنائیں بلکہ ان کے اسلاف اور ان کو جو اپنے ان اسلاف کی راہ پر گامزن ہیں نمونہ عمل بنائیں اور نگزیب اولاد کو پوری طرح فراموش کردیں کہ ان کی صحبت زہر حلاحل سے کم نہیں چنانچہ حضور شفیع امت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں حضرت حذیفہ راوی ہیں:

"يكون بعدي ائمة لا يهتدون بهداي و لا يستنون بسنتي قلوبهم قلوب الشياطين في جثمان انس قال حذيفة قلت كيف اصنع إن أدركت ذلك قال عليه الصلاة و السلام تسمع و تطيع الأمير و ان ضرب ظهرك وأخذ مالك فاسمع و اطع۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کچھ ایسے پیشوا آئیں گے جو نہ میری ہدایت پر ہوں گے اور نا ہی میرے طریقہ پر ان کے دل انسانی شکل میں شیطانی دل ہوں گے حضرت بقیہ ص ۲۴ پر

* مضمون نگار جامعۃ الرضا مرکز اہل سنت بریلی شریف کے استاذ ہیں۔

(از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری*)

مظہر فکر رضا کے شناسا! علامہ ساحل سہسرامی

یاد علامہ ساحل شہسرامی

محقق رضویات علامہ ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحل سہسرامی علیگ کی رحلت کا جان کر صدمہ ہوا، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی کی مجلس عاملہ راقم، علامہ مفتی سید زاہد سراج قادری، مفتی ندیم احمد صدیقی، کرنل محمد جواد رضا خاں قادری، علامہ محمد ندیم اختر القادری، ڈاکٹر محمد یونس قادری، محمد امتیاز فاروق، صوفی مقصود حسین اویسی، ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری وغیرہم موصوف کے اہل خانہ سے دلی تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ عزوجل ان کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائے، ان کی بخشش ومغفرت فرمائے، آمین۔

سفینۂ ارشاد احمد مصباحی رضوی کا سفر ۱۹ر ستمبر ۱۹۷۳ء کو شروع ہوا، پھر یہ سفینہ اپنا علمی سفر طے کرتے ہوئے ۲۴ر جولائی ۲۰۲۴ء/ ۱۷ر محرم الحرام ۱۴۴۶ھ بروز بدھ بوقت صبح ساحل سہسرام میں ڈوب گیا، جس میں ہزاروں فتاویٰ اور سیکڑوں مقالات کا خزانہ تھا، اب ڈوبے ہوئے سفینے سے موتی ڈھونڈے جارہے ہیں تا کہ ان کو پیرو کر حضرت ارشاد احمد صباحی کی فکر اعلیٰ حضرت سے مزین شخصیت کے افکار سے دنیائے اسلام کو بالعموم اور دنیائے رضویت کو بالخصوص روشناس کرایا جائے۔

حضرت ساحل سہسرامی جن کا اصل نام ارشاد احمد ہے جو جناب اشفاق احمد برکاتی کے صاحبزادے ہیں، اپنی تعلیم اوّل جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے مکمل کی اور مصباحی کہلانے کے حقدار بنے، اس کے بعد دنیاوی اسناد کے لیے علی گڑھ مسلم یونورسٹی سے ایم اے عربی اور الہ آباد بورڈ سے عربی، فارسی اور اردو کی جملہ اسناد حاصل کیں، دوران تعلیم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں شعبہ اردو کے سربراہ اور مارہرہ شریف کے سجادہ نشین حضرت پروفیسر ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی مارہروی سے براہ راست استفادہ کیا جس کا اظہار حضرت امین ملت نے اس طرح فرمایا:

"فاضل نوجوان مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحل سہسرامی علیگ ایک باصلاحیت عالم دین اور صاحبِ طرز قلم کار ہیں، تصنیف اور مطالعہ ان کا خاص شوق ہے، جس سے ہمیشہ وابستہ رہتے ہیں، مزاج تحقیقی ہے اس لیے جس موضوع کو لیتے ہیں، اس کے تعلق سے ممکنہ مواد فراہم کر لیتے ہیں جب قلم اُٹھاتے ہیں، اس تحقیقی مزاج کا اثر ہے کہ ان کی تحریروں میں مضامین کی کثرت اور معلومات کی فراوانی ملتی ہے۔"

(تقریظ بر کتاب ملک العلماء، از علامہ سہسرامی)

حضرت ساحل سہسرامی نے ملک العلماء کے بیش بہا قلمی خزانوں کو نہ صرف ضائع ہونے سے بچایا بلکہ وقتاً فوقتاً ان کو شائع بھی کراتے رہے، چنانچہ آپ کے ہم عصر عالم دین علامہ سید شاہ غلام مصطفیٰ احمد منعمی آپ کی تصنیف "ملک العلماء" پر تقدیم میں ان خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"اسلام کے جلیل القدر عالم دین مولانا ظفر الدین قادری رضوی بہاری علیہ الرحمہ کی حیات وکارنامے بھی اخلاف کے تغافل کی نذر ہو رہے تھے، اللہ جزائے خیر دے عزیزم مولانا ارشاد احمد سلمہ کو کہ ان کے ضائع ہوئے علمی قلمی ذخیرے کو نئی زندگی دی، فتاویٰ ملک العلماء ترتیب دے کر شائع کیا اور اب ان کی حیات وکارنامے کی تالیف سے ملک العلماء کی سوانح حیات، تعلیمات اور ان کی مساعی جمیلہ کو سامنے لا رہے ہیں، گویا ملک العلماء ایک بار پھر ہمارے سامنے آ رہے ہیں، یہ ایک قرض تھا پوری جماعت پر جسے آں عزیز نے اُتارا......... عزیزم ساحل سہسرامی علیگ مخلص محقق، باذوق مصنف، عمدہ شاعر، سادہ طبیعت عالم دین ہیں بزرگان

* مضمون نگار ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی پاکستان کے صدر ہیں۔

دین سے خاص عقیدت رکھتے ہیں، مجھے ان کی جن خوبیوں نے متاثر کیا، ان میں ان کی علمی صلاحیت اور طرز ادب قابل ذکر ہیں۔'' (تقدیم از سید شاہ غلام مصطفیٰ احمد، بر کتاب ملک العلماء مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ۲۰۰۶ء، ص ۷-۸)

حضرت علامہ ظفر الدین قادری رضوی بہاری ۱۳۲۱ھ میں بریلی شریف تشریف لائے اور آتے ہی سیدی اعلیٰ حضرت کے ایسے دیوانے ہوئے کہ شاگرد بنے اور جلد ہی مدرسہ منظر اسلام بریلی قائم کرا کر اس کے پہلے فارغ التحصیل شاگرد بنے، یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت نے ۱۳۲۵ھ میں ان کی فراغت کے ساتھ ان کو مرید کیا، اخلافت دی اور اپنے کئی علوم میں سے ان کو خاص حصہ دیا بالخصوص فتویٰ نویسی میں اپنا خاص شاگرد بنایا اور پھر ۱۳۴۰ء تک مسلسل ان کی رفاقت میں رہے ہیں اور باطنی علوم سے بھی سرفراز ہوتے رہے، چنانچہ انھوں نے اعلیٰ حضرت کا تعارف کرانے کا بیڑہ اُٹھایا اور ''حیات اعلیٰ حضرت'' لکھی اور امام احمد رضا کے اکثر علوم وفنون کا تعارف بھی کرایا، جس کے باعث آپ کو ''مظہر فکر اعلیٰ حضرت'' جیسے لقب سے یاد کیا گیا، حضرت ساحل سہسرامی نے یہ بیڑا حضرت ملک العلماء کے لیے اُٹھایا کہ ان کی خدمات جتنی زیادہ عوام تک پہنچائی جاسکتی ہیں، وہ اس کے فروغ کے لیے مصروف عمل رہے، میری اس بات کی تائید علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی کے یہ کلمات کرتے ہیں:

''عزیز القدر فاضل گرامی مولانا مفتی ارشاد احمد مصباحی سہسرامی علیگ ایک باصلاحیت عالم دین ہیں، دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور سے فارغ ہونے کے بعد وہیں ۶ر سال تک نائب مفتی اور مدرس رہے، اس کے بعد ۲۰۰۱ء سے علی گڑھ جیسے علمی ادبی تاریخی شہر کے عظیم الشان علمی ادارے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں مصروف تحقیق رہے، انھیں احسن العلماء (والد ماجد پروفیسر امین میاں برکاتی) قدس سرہ العزیز سے طلب بیعت اور حضرت تاج الشریعہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں قادری رضوی نوری الازہری سے بیعت کا شرف حاصل رہا، بڑے کھرے برکاتی اور پکے رضوی تھے، انھیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے والہانہ عقیدت اور لگاؤ رہا، ملک العلماء اعلیٰ حضرت کے چہیتے شاگرد، لاڈلے مرید اور ممتاز خلیفہ تھے، اس لیے ان سے حضرت سہسرامی کی دلچسپی اور شوق بڑھا ہوا پایا جاتا ہے، انھوں نے طے کر رکھا ہے کہ ملک العلماء کو منظر عام سے گم نہیں ہونے دوں گا، اس لیے موقع بہ موقع ملک العلماء پر مقالات مضامین اور ان کی کتابوں کو جدید طرز پر مرتب کر کے منظر عام پر لانے کا سلسلہ جاری رکھے ہیں۔'' (رائے گرامی از مفتی مطیع الرحمٰن رضوی بر کتاب ملک العلماء، مصنف علامہ ساحل سہسرامی، مطبوعہ کراچی، ص ۹)

راقم کا حضرت ساحل سہسرامی سے غائبانہ قلمی تعارف رہا، آپ کی تصنیف ''ملک العلماء'' کا مسودہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں جب ۲۰۰۶ء میں موصول ہوا تو ادارہ کی انتظامیہ نے فوراً اسے شائع کرنے کا اہتمام کیا، اس لحاظ سے ہمیں بھی فاضل مصباح العلوم حضرت علامہ ارشاد احمد کی تصنیف شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہوا، کاش کہ ان کے زیر طبع تمام مقالات اور تصانیف کو شائع کرنے کے لیے کوئی ساحل پر آئے اور ان تمام پھولوں کو چن کر گلدستہ کی صورت میں لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

خوش چمنی ست عارفت خاصہ کہ در بہار حسن
حافظ خوش کلام شد مرغ سخن سرائی تو

۴ر صفر المظفر ۱۴۴۶ھ/ ۹ر اگست ۲۰۲۴ء

◆◆◆

ص ۴۲ر کا بقیہ...............................

ان کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائے، انہیں مقبولان بارگاہ میں شامل فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل دے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

◆◆◆

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: ڈاکٹر امجد رضا امجد*

ڈاکٹر ساحل سہسرامی! جنہیں بھلایا نہیں جاسکتا

یاد علامہ ساحل شہسرامی

مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل، جماعت اہل سنت کا معتبر مستند اور علمی نام ہے، انہوں نے اپنی زندگی کے مختصر ایام میں اپنی تدریسی تصنیفی اور ترجمہ وتخریج جیسے علمی کاموں کے ذریعہ جو معیار وافتخار حاصل کیا وہ بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتا ہے، شاید یہی وجہ رہی کہ وہ پوری زندگی رشک وحسد کے میٹھے اور کڑوے گھونٹ پینے پہ مجبور ہوئے، مگر قابل ذکر بات یہ ہے کہ انہوں نے ان تمام حالات سے دوچار رہنے کے باوجود علمی کاموں کی رفتار کو کبھی مدھم نہیں ہونے دی، بلکہ ۔

عزم سفر ہی اصل میں راہ وار شوق
منزل تو گرد پا ہے جہاں تک اڑائیے

کے مصداق حالات سے لڑتے، مسائل سے الجھتے اور مخالف ہواؤں کا مقابلہ کرتے آگے بڑھتے رہے اور اتنا آگے بڑھے کہ مارہرہ شریف، بلگرام شریف اور بریلی شریف کے اکابر مشائخ کی نگاہوں کی ٹھنڈک بن گئے، لوگ جن آستانوں پہ جانے، وہاں کی گرد کو آنکھوں کا سرمہ بنانے اور مشائخ کی اک جھلک دیکھنے کی تمنا میں آہ سرد بھرتے ہیں، ڈاکٹر ساحل وہاں مہینوں مہمان بنائے جاتے ہیں، ان کی جھولیاں بھری جاتی ہیں، خیریت پوچھی جاتی ہے، لوگوں کو ان کی صلاحیت ان کی خدمات اور ان کے اخلاص سے آشنا کرایا جاتا ہے، یہ وہ نعمتیں جو سب کا مقدر نہیں مگر ڈاکٹر ساحل اس باب میں منفرد و ممتاز واقع ہوئے تھے۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ڈاکٹر ارشاد ساحل نے سہسرام بہار میں آنکھیں کھولیں، الجامعۃ الاشرفیہ میں تعلیم کی تکمیل کی، ہیں مدرس بھی ہوئے، حضور تاج الشریعہ علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا، اشرفیہ کے بعد، طلب مزید کے جذبہ نے علی گڑھ پہنچایا، وہاں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور مذہبی وعصری علوم وفنون سے وافر حصہ پانے کے بعد خدمت دین میں مصروف ہوگئے، مختلف موضوعات بالخصوص رضویات اور تصوف سے متعلق ان کی درجنوں کتابیں اہل علم کے سامنے آئیں، کئی بزرگوں پر تحقیقی کام کا مجموعہ سامنے آیا، ترجمہ وتخریج میں تو انہیں ید طولیٰ حاصل تھا، انہوں نے کئی ایسے قلمی نسخہ کو اپنے ترجمہ وتخریج سے زندہ جاوید کردیا جو الماریوں میں مقید تھے، ان کے ترجمہ کی زبان بھی ایسی نہیں جسے محض لفظوں کے قالب میں ڈھالنا کہہ دیا جائے بلکہ ان کی خاصیت تھی کہ وہ مصنف کتاب کے مزاج اور کتاب کے موضوع دونوں میں خود کو جذب کرکے ترجمہ کرتے تھے اس لئے ان کے ترجمہ کی یہ خوبی ہے کہ وہ مصنف کتاب کی زبان معلوم ہوتی ہے، زبان پہ قدرت اور مضمون کتاب میں جذب ہوجانے کی ایسی مثال، خال خال ہی کہیں اور ملے گی۔

ڈاکٹر صاحب مجھ سے عمر میں بڑے تھے، مگر وہ ہر عمر میں خود کو ڈھالنے کا ملکہ رکھتے تھے، اس لئے اکابر واصاغر سبھوں کی صفوں میں وہ دکھائی دیتے تھے، مجھ خاکسار سے بھی ان کے دوستانہ مراسم تھے، جلسے سیمینار اعراس اور ادارہ شرعیہ میں کبھی کبھی ملاقاتیں رہتیں، مختلف موضوعات پہ گفتگو ہوتی، کبھی بے تکلفانہ باتیں بھی ہوجاتی تھیں مگر اس بے تکلفی میں بھی معیار باقی رہتا اور تبسم کو قہقہ تک پہنچنے کی حسرت رہ جاتی۔

ڈاکٹر صاحب خوددار بھی تھے اور تہہ دار بھی، دل کے اندر غم والم کا طوفان موجیں مار رہا ہو، مگر مجال ہے کہ چہرے بشرے اور گفتگو سے اس کا اظہار ہوجائے، ان کے ہونٹوں کی مسراہٹ یا ضبط غم کا ملکہ ان کو کہیں شرمسار نہیں ہونے دیتا تھا بلکہ ان کی

* مضمون نگار ادارہ شرعیہ پٹنہ بہار کے قاضی شریعت ہیں۔

خموشی ان کے وقار کا ترجمان بن جاتی تھی، واقعی ڈاکٹر صاحب مست مولا قسم کے جوان عالم تھے، ان کو سمجھنا آسان نہیں تھا، وہ جوانی میں بڑے بزرگوں جیسا علمی کام کر کے چلے گئے اور ہمارے لئے زندہ رہنے کا اک نسخہ چھوڑ گئے۔

افسوس ہے، ہمارے دوست، کرم فرما، جماعت کی شان، حق کے ترجمان، اکابر کے معتمد ہم سے رخصت ہو گئے، ان سے بڑی توقعات تھیں، ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ کے حوالہ سے کچھ معاہدے بھی تھے، مگر یکلخت ساری تمنائیں دم توڑ گئیں اور ہم ایک شجر سایہ دار سے محروم ہو گئے۔ اللہ رب العزت ان کی خدمتیں قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

اسی ماہ مجھے شہر معرفت بلگرام شریف حاضری کی سعادت مرحمت ہوئی اور دو زندہ ولی کی دست بوسی کا شرف ملا۔ اسلاف کی علمی و روحانی وراثتوں کے امین حجۃ الخلف بقیۃ السلف حضور بادشاہ میاں صاحب قبلہ قادری واسطی اور بحر علم و معرفت برکۃ العصر حضور سید شاہ اویس مصطفیٰ قادری واسطی دامت ظلہما علینا کی بارگاہ میں، بار بار کی حاضری رہی، ڈاکٹر ساحل صاحب کا ذکر چھڑا تو حضور اویس میاں صاحب قبلہ نے بڑی محبت سے ان کا ذکر فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ علما کے انتقال کے بعد ان کی خدمات کا اعتراف اور ان کی زندگی میں ان کی مزاج پرسی سے بے خبری! بہت بڑا المیہ ہے، اسی ضمن میں آپ نے فرمایا، جماعت اہل سنت کے پاس ایک فنڈ ایسا بھی ہونا چاہئے جس سے نازک وقتوں میں علما کی خدمت کی جا سکے، حضرت کی یہ بات کتنی اہم ہے اہل فہم و تدبر اس کی گہرائی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

یہیں جا کر معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ساحل صاحب نے خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ صغرویہ بلگرام شریف میں تین سال کا عرصہ گزارا ہے، مسوادت دیکھے ہیں اور کئی کتابوں کا ترجمہ کیا ہے۔ خوش نصیب تھے ڈاکٹر ساحل صاحب کہ تین سال باب قادریہ کی مبارک چھاؤں میں زندگی گزاری اور صبح و شام زندہ ولیوں کی زیارت سے شاد کام ہونے کے ساتھ کئی علمی کام یہیں کی فضاؤں میں مکمل کیا۔

ڈاکٹر صاحل صاحب کی جوانی کی موت، ہمیں کچھ سبق بھی پڑھاتی ہے جسے یاد کر لینا چاہئے ’’ہر کہ رفت جائے او خالی شد‘‘ کے مصداق اب دوسرا ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل ہمیں ملنے سے رہا، اس لئے اپنے ارد گرد چھپی صلاحیتوں کو ہمیں تلاش کرنا چاہئے، سامنے ہوں تو ان کی قدر کرنی چاہئیں، بکھرے ہوں تو یکجا کرنا چاہئے، انتشار ذہنی کے شکار ہوں تو ان کے کام آنا چاہئے۔ اب جماعتی مسائل کو حل کرنے کے لئے صاحب مزار کا تصرف تو کام آئے گا مگر دست و بازو تو انہیں کے کام آئیں گے جو زندہ ہیں، اس لئے ان بازوؤں کو مضبوط کیا جائے جو کام آسکتے ہیں، ان کے حوصلے بلند کئے جائیں جن سے بازی جیتی جا سکتی ہے اور ان کے سروں پہ دست شفقت رکھا جائے جو جماعت اور مسلک کے وقار کو بحال رکھنے کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔

◆◆◆

ص ۵۳ رکا بقیہ.......................................

2024ء تک یہ تعداد پچاس (50) سے متجاوز ہو چکی تھی، اس جہت سے دیکھا جائے تو اپنی مختصر عمر کے لحاظ سے نہ صرف مصباحی علما بلکہ جملہ علما و مشائخ اہل سنت میں آپ سب سے زیادہ کتابیں تصنیف کرنے والے عالم و مصنف تھے، اپنی تمام تر علمی و ادبی بالا دستیوں کے باوجود سہسرام کی سرزمین شاید ہی اب ایسا کثیر التصانیف عالم و محقق پیدا کر سکے، عمر نے وفا نہ کی اور بہت جلد آپ ہمیں داغِ مفارقت دے گئے، اگر مزید کچھ سال یا اپنی عمرِ طبعی تک بقید حیات رہتے تو کوئی بعید نہیں کہ آپ کی تصانیف کی تعداد سو تک پہنچ جاتی لیکن " مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ" بہت جلد جنت الفردوس کی طرف رختِ سفر باندھ گئے، اللہ رب العالمین آپ کی دینی ملی اور علمی و تصنیفی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ و ارفع مقام بخشے، آمین۔

◆◆◆

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں اپنے تأثرات ضرور لکھیں، آپ کے تأثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے، اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اپنے اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی بھی دے سکتے ہیں۔

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی *

علامہ ساحل شہسرامی کی رحلت! قوم وملت کا ایک عظیم خسارہ

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

۲۶ رجولائی ۲۰۲۴ء مطابق ۱۷ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ بروز چہارشنبہ صبح سویرے دنیائے سنیت کا عظیم محرر، جہان فقہ وافتا کا نیر تاباں، درس وتدریس کا سرور، لوح وقلم کا آفتاب وماہتاب، تصنیفات وتالیفات کثیرہ کا سلطان، علم وادب کا آسمان، فکر وفن کا شہسوار، فہم وفراست کا تاجدار، حکمت ودانائی کا منبع، عقل ودانش کا بادشاہ، متانت وسنجیدگی کا بحر بیکراں، اخلاق واخلاص کا پیکر، عبادت وریاضت کا دلدادہ، زہد وتقویٰ کا متوالا، مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان، عقیدۂ حقہ کا پاسبان، محقق زمن محب گرامی حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ کا انتقال پرملال دنیائے سنیت کے لئے عظیم سانحہ سے کم نہیں، انا للہ وانا الیہ رجعون۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش پر ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا

ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ سے اپنا تعلق طالب علمی کے زمانے سے تھا، جب وہ شہسرام اپنے گھر تشریف لاتے تو مادر علمی دارالعلوم خیریہ نظامیہ میں مفتی بہار حضرت علامہ مفتی ظل الرحمن علیہ الرحمہ سے ملاقات کے لئے ضرور تشریف لاتے اور گھنٹوں بیٹھ کر علمی مذاکرہ فرماتے، جس سے ان کی علمی عبقریت کی عظمت ورفعت کا اندازہ ہوتا، کبھی کبھی صبح سویرے تشریف لاتے اور مجھے ساتھ لے کر بانی دارالعلوم خیریہ نظامیہ قدوۃ الاولیا زبدۃ الفضل حضرت فرخند علی نقشبندی اور محدث شہسرامی حضرت علامہ ضیاء الحسن نقشبندی علیہما الرحمہ کے مزار پرانوار پر حاضری دیتے اور ارشاد فرمایا کرتے کہ اس بارگاہ میں حاضری دیتے رہیں، یہ بہت بافیض بارگاہ ہے، مفتی بہار مفتی ظل الرحمن علیہ الرحمہ بھی اپنے اس ہونہار شاگرد کی خوب تعریف فرماتے اور موصوف بھی کہتے کہ حضرت کی بارگاہ میں اس لئے علمی مذاکرہ کرتا ہوں تاکہ ان کے بحر علمی سے مستفیض ہوتا رہوں، یہ علم کے وہ سمندر ہیں جسے محدث شہسرامی علیہ الرحمہ نے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے طلب کیا ہے۔

موصوف عصری علوم سے مزید آراستہ ہونے جب کرناٹک تشریف لائے تھے اور جامعہ حضرت بلال بنگلور میں ٹھہرے تھے اس وقت بھی ملاقات ہوئی تھی، اس وقت بھی علم وادب سے متعلق ہی کلام کرتے رہے اور کہا کہ خوب مطالعہ کریں اور بڑی محنت سے پڑھائیں اور اپنے مادر علمی کا نام خوب خوب روشن کریں، آپ کو یہاں دیکھ کر بڑی مسرت وشادمانی ہوئی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے توسط سے ہمارے وطن مالوف اور مادر علمی کا یہاں تذکرہ ہو رہا ہے، موصوف علمی کمالات ومحاسن کے ایک تناور شجر باثمر کی حیثیت رکھتے تھے، جن میں متعدد خوبیوں کی مضبوط شاخیں تھیں اور سب ثمر بار تھیں، آپ بیک وقت عالم، فاضل، مفتی، مدرس، مفکر، محقق، ادیب، شاعر، ناقد اور کثیر کتابوں کے مصنف تھے۔

موصوف نے ابتدائی تعلیم سے لے ثانیہ تک شہسرام کے شہرۂ آفاق درسگاہ دارالعلوم خیریہ نظامیہ میں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد ۲۹ رجولائی ۱۹۸۶ء میں ازہر الہند باغ فردوس الجامعۃ الاشرفیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۳ء میں فارغ التحصیل ہوئے، اس کے بعد تخصص فی الفقہ کی تکمیل کی پھر اشرفیہ میں ہی تقریباً آٹھ سال تک درس وتدریس اور فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی، موصوف کو عربی، فارسی اور اردو زبان پر عبور حاصل تھا، جس پر ان کی پی ایچ ڈی کا مقالہ اور دیگر تصنیفات شاہد عدل ہیں، حیات مستعار نے مزید وقت عطا نہیں کیا بلکہ جواں سالی ہی میں اپنے علم وادب اور قرطاس وقلم سے دنیائے سنیت کو منور ومجلی فرما کر خالق حقیقی سے جاملے۔

رب قدیر بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ ص ۳۹ رپر

* مضمون نگار فخر ازہر دار الافتاء، ہاسپیٹ بلاری کرناٹک کے مفتی ہیں۔

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: مولانا انیس عالم سیوانی*

مفتی ارشاد احمد ساحل شہسرامی! ایک مختصر تعارف

مفتی ارشاد احمد رضوی کا انتقال اہل سنت کے علمی حلقوں کے لیے بڑا خسارہ ہے، ایک باصلاحیت عالم، محقق، مصنف، ترجمہ نگار، مدرس، فقیہ، صحافی اور شاعر جس حیثیت سے انہیں پڑھیں انکی، شخصیت نمایاں نظر آئے گی، مفتی ارشاد احمد بن اشفاق احمد رضوی بن وصی احمد حبیبی وصی منزل، محلہ مدار دروازہ، سہسرام (بہار) کے رہنے والے تھے، وہ سہسرام کو شہسرام لکھتے اور بولتے تھے، جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے قابل ذکر فارغین میں تھے، غالباً ۱۹۸۷ میں جب میں جامعہ اشرفیہ میں درجۂ اولیٰ میں داخل ہوا، اس وقت مفتی صاحب جماعت رابعہ میں تھے، دوران طالب علمی ہی میں ان کی ذہانت اور کامیابی کے تذکرے ہوتے تھے، جامعہ کے ممتاز طالب علموں میں ان کا شمار ہوتا تھا، اساتذہ کی نظر میں محبوب تھے، پڑھنے کے زمانے ہی سے عربی اور انگریزی بولنے کا شوق رکھتے تھے،" یوم مفتی اعظم" اور دیگر اجتماعات میں مقالے پڑھتے اور علمی مجالس میں شرکت کرتے تھے، شروع سے کم سخن تھے، زیادہ تر وقت درس و مطالعہ میں گذرتا، ان کی جماعت کے چنندہ طلبہ میں مولانا غلام جیلانی مصباحی ازہری اور مولانا معین الدین مصباحی اشرفی بھاگلپوری وغیرہ تھے۔

مفتی ارشاد احمد صاحب نے جامعہ اشرفیہ سے ۱۹۹۳ء میں فضیلت اور ۱۹۹۵ء میں تحقیق فی الفقہ الحنفی کی تکمیل کی، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ سے بہت قریب تھے، حضرت کے زیر سایہ نقل فتاویٰ اور فقہ وافتا کی تربیت حاصل کی، سیکڑوں فتاوے لکھ کر شارح بخاری علیہ الرحمہ سے تصدیقات حاصل کی، میری اپنی ذاتی رائے میں شارح بخاری علیہ الرحمہ ہی کے اشارے پر آپ کی تقرری جامعہ اشرفیہ میں بطور مدرس کے ہوی، تقریباً پانچ سال تک جامعہ میں تدریسی فرایض انجام دیئے، اس دوران آپ نے تقریباً ۱۴/ سو صفحات پر مشتمل مقالات شارح بخاری کو مرتب فرمایا، اس کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی آگئے، یہاں ۲۰۰۱ میں عربی زبان وادب سے پرائیویٹ ایم اے کیا، اسی دوران "عرفان عرب" کے نام سے ۵۶۸/ صفحات پر مشتمل زمانۂ جاہلیت سے لے کر دور حاضر تک کے عربی ادب کی تاریخ اور ایم اے کی عربی نصابی نظموں کا اردو ترجمہ کیا، یہ کتاب ۲۰۰۵ء میں منظر عام پر آئی اور عربی زبان وادب کے شائقین سے خوب پذیرائی حاصل کی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں قیام کے دوران آپ نے کئی علمی اور تحقیقی کتابیں تصنیف کیں، کئی کتابوں کے ترجمے اور ترتیب کا کام انجام دیا، عرفان عرب کے پیش لفظ میں ساحل صاحب نے خود ان کاموں کی تفصیل بیان کی ہے، جو درج ذیل ہیں:

شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن: ایک تحقیقی وتنقیدی جائزہ، صفحات ۶۰۰/ سنہ ۲۰۰۲ء مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی رضوی: حیات اور شاعری، صفحات ۲۴۸/ سنہ ۲۰۰۲ء
حضرات محدثین کے اخلاق کریمانہ، صفحات ۱۲۰/ سنہ ۲۰۰۲ء
کاشف الاستار شریف (ترجمہ وتقدیم) صفحات ۸۰۰/ سنہ ۲۰۰۳ء
فتاویٰ ملک العلماء (ترتیب وتقدیم) صفحات ۵۱۲/ سنہ ۲۰۰۳ء
النور والبہاء لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء، صفحات ۶۴/ سنہ ۲۰۰۴ء مفتی مظفر احمد قادری داتا گنجوی: حیات وخدمات، صفحات ۱۱۲/ سنہ ۲۰۰۴ء متنبی ایک تحقیقی مطالعہ، صفحات ۱۸۴/ سنہ ۲۰۰۴ء ملک العلماء، صفحات ۲۸۰/ ۲۰۰۵ء، عرفان عرب، صفحات ۵۰۰/ سنہ ۲۰۰۵ء ۲۰۱۰ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی شعبۂ عربی سے آپ کے مقالے کا عنوان تھا" مساهمة العلامة فضل حق الخيرابادي في

* مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنؤ کے جنرل سکریٹری ہیں۔

الدراسات الاسلامیة والفلسفیة" ۲۰۰۸ سے ۲۰۱۴ء کے درمیان حضرت سید معین الحق جھونسوی الہ آبادی کی کتاب "منبع الانساب" کا فارسی سے اردو ترجمہ کیا، یہ کتاب مجموعی طور پر ۹۸۳ر صفحات پر محیط ہے، یہ کتاب طبع ہو چکی ہے، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کی فارسی تصنیف "سند السعادات فی حسن خاتمة السادات" پر ترجمہ، تحشیہ اور تقدیم کا کام کیا، یہ کتاب ۲۰۱۵ء میں منظر عام پر آچکی ہے۔

الحاصل ساحل صاحب تصنیف وتالیف اور ترجمہ نگاری میں ایک مشین کی مانند تھے، مختلف زبانوں میں بولنے اور لکھنے کی کامل قدرت رکھتے تھے بالخصوص عربی، فارسی، انگریزی کے ماخذ پر ان کی گہری نظر تھی، مطالعے کی وسعت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اپنی کتاب "عرفان عرب" کے پیش لفظ میں وہ خود لکھتے ہیں، ۲۰۰۴ء کے وسط سے عرفان عرب کی تکمیل کی جانب خصوصی توجہ رہی، لیکن مہجری ادب، ہندوستان میں عربی ادب اور عہد جدید کی تاریخ نے توقع سے زیادہ وقت لے لیا، ان چند سو صفحات کو ترتیب دینے میں مجموعی طور پر دو سال کا وقت لگا اور ۲۰ رہزار سے زائد صفحات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا گیا، جزوی استفادے مستزاد ہیں، جانفشانی کے ساتھ ممکنہ ماخذ کو کھنگالنے کے بعد اس مجموعے نے بفضلہ تعالیٰ اختصار اور جامعیت کی خوبیاں اپنے اندر پیدا کر لی ہیں، طلبہ صرف اس کتاب سے اپنی بیشتر نصابی ضرورتیں پوری کر سکتے ہیں۔

مولانا موصوف کے اندر پڑھنے لکھنے کا ایسا شوق تھا کہ ہندوستان کی عظیم علمی درسگاہوں سے اکتساب فیض کے بعد بھی آپ کی علمی پیاس بجھی نہیں بلکہ جتنا پڑھا اس سے زائد کی جستجو میں سرگرم رہے، ۱۸؍ جولائی ۲۰۱۱ء کو علی گڑھ سے آپ بنگلور شفٹ ہو گئے، درحقیقت آپ انگریزی زبان وادب میں مزید مہارت حاصل کرنا چاہتے تھے، اس کے لیے آپ نے انگلینڈ جانے کا پروگرام بنایا، پہلا مرحلہ قابل قبول حد تک انگریزی زبان پر عبور حاصل کرنے کا تھا جس کے لیے دو سال میں آپ نے IELTS کوالیفائی کیا لیکن ویزا نہ ملنے کی وجہ سے آپ کا یہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا، جامعہ اشرفیہ میں جس وقت آپ رابعہ، خامسہ میں تھے، قرأت پڑھی اور اپنے طور پر حفظ قرآن بھی کیا، مولانا موصوف کے اندر جس قدر خوبیاں تھیں ان کو کسی ایک مضمون میں بیان کرنا ممکن نہیں، وہ اپنی جامعیت اور ہمہ جہتی کے لحاظ سے علم وفن کے مہر درخشاں تھے، ان کی ذات ایک جماعت تھی، وہ ایک لائبریری کی طرح تھے، نہایت مخلص، صوفی صافی، بے ضرر، بااخلاق، مذہب ومسلک کے پابند، علیگیرین ہونے کے باوجود مسلکی تشخص کو کبھی پامال نہیں کیا، حضور تاج الشریعہ، جانشین مفتی اعظم سیدی مرشدی علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری علیہ الرحمہ کے دامن کرم سے وابستہ تھے، حضرت سے خلافت بھی حاصل تھی۔

بات جب کبھی حضرت تاج الشریعہ کی آتی تو اپنے حضرت یا ہمارے حضرت کہتے، تقریباً ہر سال عرس رضوی میں شرکت کرتے، کوئی پہچانتا ہے یا نہیں، کوئی پوچھے نہ پوچھے ایک عام آدمی کی طرح مرکز میں حاضری دیتے، مرکز کے خلاف کبھی نہ بولتے اور نہ سنتے بلکہ اگر کبھی کوئی کچھ بولتا تو مرکز کی طرف سے جواب دیتے، فرائض وواجبات کے ساتھ، نوافل اور اوراد ووظائف کے پابند تھے، بعد میں صوفیانہ طرز کے بال رکھ لیے تھے، کھانے پینے میں کافی محتاط تھے، سادہ کھانا تناول فرماتے، لباس اور چال ڈھال، رکھ رکھاؤ میں بڑی سادگی تھی، ان سے مل کر کوئی یہ نہ سمجھ پاتا کہ یہ ساحل صاحب ہیں جب تک کہ بتایا نہ جاتا، ساحل صاحب اہل سنت کی ضرورت تھے، جماعت کے ان گنے چنے افراد میں تھے جن پر دنیائے علم وادب کو فخر اور ناز ہے۔

زندگی نے وفا نہ کیا، زیادہ سے زیادہ پچاس باون سال عمر رہی ہو گی لیکن انہوں نے اپنی عمر کو ضائع اور بیکار نہیں کیا بلکہ ہر لمحے کو جینے اور کارآمد بنانے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہوئے، آخر میں ممبئی کو اپنا مسکن بنایا لیکن روزی روٹی کی خاطر نہیں، وہاں بھی صرف پڑھنا لکھنا، جہاں صبح ہوئی پڑھائی شروع جہاں شام ہوئی وہیں بستر جما دیا، پھول گلی دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم رضا مسجد ممبئی میں اکثر ملاقات ہوتی تھی، کئی کئی روز قیام کرتے، حضور سراج ملت علیہ الرحمۃ اور ان کے صاحبزادگان بالخصوص

مکرمی علامہ منہاج رضا ہاشمی میاں دام ظلہ العالی سے گہرا لگاؤ تھا، ہر چھوٹی بڑی تقریب میں ان کی شرکت ہوتی تھی، معارف سراج ملت کی ترتیب و تالیف میں بھی ساحل صاحب کا اہم رول تھا، ساحل صاحب ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن علمی حلقہ انہیں کبھی فراموش نہیں کر پائے گا۔

۱۷ر محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۴ر جولائی ۲۰۲۴ء بروز بدھ شام میں کرم فرما ڈاکٹر لائق علی صاحب کا گونڈہ سے فون آیا کہ مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی دنیا میں نہ رہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، بعد میں میسیج دیکھا تو جناب محترم عبد الرحمن بھائی تابانی نے بھی مفتی صاحب کے انتقال کی خبر کو گروپوں میں شیئر کیا تھا، ہری مشاہدی مسجد کھدرا لکھنو میں بعد نماز عشا آپ کی وفات حسرت آیات سے لوگوں کو مطلع کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی، غالباً صبح انتقال ہوا اور بعد نماز عصر آبائی وطن میں تدفین عمل میں آئی، رب تعالیٰ ساحل صاحب کے تمام خطایا معاف فرمائے اور اپنے مقبول بندوں کی صف میں انہیں جگہ دے، ان کی دینی خدمات کو قبولیت کا شرف بخشے اور ان کی قبر پر رحمتوں کی موسلا دھار بارش عطا فرمائے، آمین۔

غفر اللہ لہ وطاب ثراہ کل نفس ذائقة الموت، انا للہ وانا الیہ راجعون، کل شئی یرجع الی اصلہ، یاایتها النفس المطئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

◆◆◆

ص ۵۷ر کا بقیہ........

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی بارگاہِ صمدیت میں دست بدعا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت کی روح پرفتوح کو اعلیٰ علّیین میں جگہ نصیب کرے اور آپ کی تربت پاک کو انوار و تجلیات اور رحمت و برکات کا گہوارہ بنائے۔

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

◆◆◆

ص ۶۸ر کا بقیہ........

علی گڑھ یا سہسرام جا کر دیکھوں گا کہ وہ نسخے موجود ہیں تو آپ کو بتاؤں گا، پھر اچانک ۲۴ جولائی ۲۰۲۴ء کو یہ روح فرسا خبر ملی حضرت ساحل سہسرامی صاحب اس دار فانی کو الوداع کہہ کر خالق حقیقی سے جا ملے، یہ خبر پوری دنیائے سنیت کے لئے انتہائی المناک تھی کہ اس طرح پوری جانفشانی کے ساتھ دین وسنیت قابل فخر کام انجام دینے کی فکر میں لگی رہنے والی عظیم شخصیت نے اچانک اس دار فانی کو الوداع کہہ کر دار البقا کی طرف کوچ کر لیا۔ ع

خدا را رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

حضرت ساحل سہسرامی کی حیات پر اگر طائرانہ نظر ہی ڈالی جائے تو فوراً ہی یہ احساس جاگزیں ہوتا ہے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو کہ ایک خاص دینی مقصد کے لئے ہی اس خاک دان گیتی پر اپنے شب و روز گزارتے ہیں، دار العلوم اشرفیہ کا دور طالب علمی ہو یا علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے گزرنے والا وقت ہو دونوں ہی مقامات پر لاجواب علمی کارنامے ان کی یادگار ہیں۔

تصنیفات و تالیفات کے میدان میں درجنوں گراں قدر کتب ان کا عظیم کارنامہ ہیں مقالات شارح بخاری کی ترتیب و تدوین جو انتہائی ضخیم کتابی شکل میں موجود ہے، ایک لائق ستائش کارنامہ ہے، ''عرفان عرب'' کے نام سے زمانۂ جاہلیت سے لے کر دور حاضر تک کے عربی ادب کی تاریخ و یونورسٹی کے عربی نصابی نظموں کا اردو ترجمہ کر کے عربی زبان و ادب پر ایک گراں قدر کام کیا، جو لائق ستائش وتقلید ہے، عمر نے وفا نہ کی ورنہ ان کا قلم جو ہر وقت رواں دواں رہنے کا ہنر جانتا تھا نہ جانے علم و ادب کے کتنے دریا اور بہاتا، دعا ہے کہ رب قدیر ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے ان کی دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆◆◆

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

علامہ ساحل! اخلاق کے گنج گراں مایہ

از: مفتی عبدالمالک مصباحی*

بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جو اول وہلہ میں اپنی یادوں کے نقوش قلب وجگر پر مرتسم کردیتے ہیں جو کبھی کبھی انمٹ بن جاتے ہیں، محب گرامی قدر مفتی محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی، علیگ (ولادت ۱۹؍ستمبر ۱۹۷۳ء، وصال ۲۴؍جولائی ۲۰۲۴ء) انھیں میں سے ایک ہیں۔

میری شناسائی تین دہائیوں سے زیادہ عرصہ کو محیط ہے، مادرعلمی الجامعۃ الاشرفیہ میں وہ مجھ سے ایک سال سینئر تھے، انھوں نے ۱۹۸۶ء داخلہ لیا تھا جب کہ فقیر نے ۱۹۸۷ء میں، تقریباً چھ سالہ دور طالب علمی اور فراغت کے بعد کا ایک طویل عرصہ میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ بہت سے احباب فراغت کے بعد گوشہ گمنامی میں چلے جاتے ہیں ان سے رابطے نہیں رہ پاتے مگر علامہ ساحل سے اخیر وقت تک میرا رابطہ رہا، گاہے بگاہے موبائل سے خیر خیریت لے لیتے تھے کبھی کبھی مسلکی معاملات اور فروغ رضویات پر تبادلہ خیال بھی ہوجایا کرتا تھا، وہ بڑے محنتی اور جفا کش آدمی تھے۔

اللہ رب العزت نے انھیں ذہانت وفطانت کا وافر حصہ عطا کیا تھا ساتھ ہی اخلاق وکردار کی بلندی میں بھی اوج کمال کو پہنچے ہوئے تھے، جہاں تک مجھے خیال آرہا ہے جامعہ اشرفیہ میں درس نظامی کی پڑھائی کرتے ہوئے انھوں نے فارغ اوقات میں حفظ قرآن کا شرف حاصل کیا جو یقیناً قابل فخر اور لائق ستائش عمل تھا، وقت کی قدر اور اپنے مقصد پر نظر رکھنے میں ان کی دلچسپی نے انھیں مفتی کے ساتھ ڈاکٹر بنا دیا، چہرے پر متانت وسنجیدگی کے ساتھ مسکراہٹ ان کی دل ربائی کا قیمتی جوہر تھا۔ فقیر اگرچہ ہر اعتبار سے ان سے چھوٹا تھا مگر جب بھی ملتے تو ایسے ملتے جیسے کوئی چھوٹا اپنے بڑے سے ملتا ہے، بزرگوں کی بارگاہ کے بہت ادب شناس اور وفادار تھے، بریلی شریف سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ عشق رضا میں خود بھی رنگے ہوئے تھے اور دوسروں کو بھی اسی رنگ میں دیکھنا پسند کرتے تھے۔ علم دوست اور اہل علم کے قدرداں تھے۔

مدرسہ سے یونیورسیٹی پہنچ گئے مگر ان کے وضع قطع، رہن سہن، نشست وبرخاست، گفت وشنید میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں آئی وہ علی گڑھ سے ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد بھی وہی پورانے والے مولوی ہی لگتے تھے۔ ان کی دینی حمیت اور مذہبی غیرت اپنے اسلاف کے نقش قدم سے چمٹائے رکھتی تھی، جو یقیناً پس روحضرات کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

علامہ ساحل گوناں گوں خوبیوں کے مالک تھے۔ جہاں وہ ایک سلیس ورواں نثر نگار تھے وہیں قادر الکلام نظم نگار بھی تھے، دوران طالب علمی ہی ان کی شاعری اہل نظر کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگی تھی، وقتاً فوقتاً ان کے اشعار اخبار ورسائل کی زینت بنا کرتے تھے، جامعہ اشرفیہ میں عرس مجاہد ملت کے موقع پر طلبا حضور مجاہد ملت کی بارگاہ میں منظوم خراج عقیدت کی بہت مہتم بالشان محفل منعقد کیا کرتے تھے، اس محفل میں علامہ ساحل کی منقبت خاصے چرچے میں رہا کرتی تھی، اسی طرح اور دیگر مواقع پر بھی۔

نعت کے مقتضیات کو سامنے رکھتے ہوئے علامہ ساحل کے کلام کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس دشوار گزار وادی سے وہ نہایت سبک روی کے ساتھ گزرے ہیں کیوں کہ آپ صرف ایک خشک ادیب اور خالص شاعر نہیں بلکہ گلستان حافظ ملت کے جفا کش، نگہ بلند اور باریک نظر گل چیں بھی تھے جو دوسروں کی شرعی اور فکری واعتقادی رہنمائی کیا کرتے تھے اور سونے پر سہاگہ یہ کہ انھوں نے اپنی بقیہ ص ۳۲؍پر

* مضمون نگار دارین اکیڈمی جمشید پور جھارکھنڈ کے بانی ہیں۔

از: علامہ محمد فروغ القادری*

آبروئے علم وحکمت علامہ ساحل سہسرامی

یاد علامہ ساحل شہسرامی

اے ہمایوں! زندگی تیری سراپا سوز تھی
تیری چنگاری چراغِ انجمن افروز تھی

یہ جان کر مجھے بے حد افسوس اور قلبی صدمہ گزرا کے آبروئے علم وحکمت، محقق عصر، حضرۃ الافاضل، جواں سال عالم ربانی، حضرت علامہ ڈاکٹر ساحل سہسرامی مؤرخہ ۲۴ / جولائی ۲۰۲۴ء کو اپنے آبائی وطن صوبہ بہار کا مردم خیز ضلع سہسرام میں وصال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ ارشاد احمد ساحل سہسرامی جیسی مختلف الجہات شخصیت آفاق کی وسعتوں میں صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں، اس قدر جامع الصفات، علوم جدیدہ وقدیمہ سے آراستہ، علوم معقول ومنقول کا جامع تحقیقی، فقہی، علمی وادبی صلاحیتوں سے مرصع ان کے معاصر علما میں مجھے کوئی اور نظر نہیں آتا مجھے یقین نہیں آتا کے وہ اس قدر جلد عالم جواں سالی میں ہم سب سے جدا ہو جائیں گے۔ مگر ہوتا وہی ہے جو مشیت کو منظور ہو، شوکت ایمان ویقین کی جلوہ سامانیوں کے ساتھ آج وہ عرش الٰہی کے سایے میں محو خواب ہیں اور ملکوتی فرشتوں کی رحمتیں ان کی قبر پاک پر برس رہی ہوں گی، خاکی مکینوں کی آخری آرامگاہ ستاروں کی انجمن ہوتی ہے، علامہ ساحل سہسرامی آج ستاروں کی انجمن میں محو خواب ہیں۔

ان سے میری پہلی ملاقات زمانۂ طالب علمی میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں ہوئی تھی، پھر ملک کے طول وعرض میں انعقاد پذیر کانفرنسوں میں ملاقات کا شرف حاصل رہا، وہ آج ہم میں بظاہر موجود نہیں ہیں تاہم میرے تصورات کی شاہراہوں پر ان کی یادوں کا چراغ بہت دیر تک روشن رہے گا۔ مجھے یقین ہے کے ان کے مخلص اور احسان شناس تلامذہ ان کے مشن کو مکمل کرنے میں ہر ممکن کوشش بروئے کار لائیں گے، ان کا خلوص فراواں ان کا جذبۂ دل اور علمی وتحقیقی راہوں میں ان کی دقت طرازی کے اثرات بہت دیر تک باقی رہیں گے، حضرت علامہ ساحل سہسرامی نور اللہ مرقدہ" کو دیگر علوم کے ساتھ ساتھ فن تصوف سے گہرا شغف اور جنون خیز وابستگی تھی، انھوں نے اس ذوق لطیف کو عملی طور پر اپنی عمر کے آخری لمحے تک باقی رکھا۔

اس حوالے سے ساڑھے آٹھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی صوفیا اور مشائخ طریقت کے تذکار وانساب پر مشتمل منبع الانساب" وجود العاشقین" النور والبہاء" جیسی معرکۃ الاراء کتابیں اور قیمتی نگارشات ان کی قلمی زندگی کے لازوال شاہکار ہیں جن کی آئینہ بندیوں سے ایوان تصوف کے بام ودر بہت دیر تک روشن و تابناک رہیں گے، دراصل تصوف انسان کے ذوق باطن اور لذت وجدانی کو اپنا رہبر بناتا ہے، اس کی خود آگاہی ان سنگلاخ راہوں کے پیچ وخم سے آشنا ہوتی ہے، جہاں اسے جلوۂ یوسف گمشدہ کی تپش ہر لحہ آمادۂ کار رکھتی ہے، کشود عقدۂ مشکل کے لازوال جذبے سے سرشار ہے اپنے عزم کی ٹھوکر سے راستے کے ہر پتھر کو چراغ راہ بناتا ہے، وہ عرفان نفس کی گہرائیوں میں ڈوب کر خودی کا راز داں اور خدا کا ترجمان ہوتا ہے، ایک صاحب حال و مقال صوفی کا دل مجاہدہ، مراقبہ، مشاہدہ، تعقل، حواس خمسہ، کشف و ابہام اور یقین ووجدان سے لبریز ہوتا ہے، ان تمام کیفیات کا مصدر ومنبع دل ہے وہ ہر وقت عقل کے مقابلے میں صف آرا رہتا ہے۔

علامہ ساحل سہسرامی وہ اپنی کم عمری کے باوجود قوم وملت کے دینی وعلمی اثاثوں کے تحفظ کے لیے اپنی پوری زندگی جدوجہد کرتے رہے جہاں وہ ایک عظیم عالم ربانی، مایہ ناز مدرس فن افتا پر گہری بصیرت رکھنے والے فقیہ تھے، وہیں وہ ایک خدا ترس صوفی باصفا بھی تھے، وہ شریعت سے طریقت بقیہ ص ۱۵ / پر

از: مولانا طفیل احمد مصباحی*

ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی! بحیثیت مصنّف و محقق

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

آبروئے علم و حکمت، نازشِ قرطاس و قلم، محققِ عصر، مفتی دوراں حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحلؔ سہسرامی مصباحی علیہ الرحمہ کا تعلق اس زرخیز علمی و ادبی اور روحانی خطے سے تھا، جس کے بارے میں آج بھی کہا جاتا ہے کہ "سہسرام کے کنکر پتھر بھی شاعری کرتے ہیں" تاریخ رجالِ سہسرام کا مطالعہ کرنے والا اس دعویٰ کی ضرور تائید و توثیق کرے گا۔

ارباب شریعت و طریقت، فقیہانِ حرم، اصحابِ علم و تحقیق، علما و مشائخ اور شعرا و ادبا کا علمی قافلہ ہر دور میں اس سرزمین پر موجود رہا ہے، گزشتہ ایک صدی کے اندر وہاں سے حضرت علامہ فرخند علی فرحت سہسرامی علامہ مفتی صدیق صادقؔ سہسرامی ممدوحِ حافظ ملت، محدثِ سہسرام حضرت علامہ مفتی ضیاء الحسن ضیاؔ سہسرامی حضرت علامہ کاملؔ سہسرامی علیہم الرحمہ جیسی وہ نامور علمی و روحانی ہستیاں نمودار ہوئی ہیں، جن کی دینی و ملی اور علمی و ادبی خدمات سے آج بھی سہسرام کی دھرتی لالہ زار اور رشکِ شیراز بنی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی نے اپنی علمی و تحقیقی کتاب" مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی: حیات اور شاعری" کے آغاز میں لکھا ہے کہ سہسرام کی عظمت کے لیے شیر شاہ سوری کی نسبت ہی کافی ہے لیکن یہ قدرت کے دیگر انعامات سے بھی مالا مال ہے، جین ٹھاکر "people Shahabad land" "میں سہسرام کو" آثارِ قدیمہ کی جنت" کہتا ہے تو ممتاز صوفی شاعر اور عالم مولانا محمد عثمان عرفان مہاجر مکی اسے" ریاضِ جنت" سے تشبیہ دیتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"الشهسرام بلدة من بلاد الهند من مضافات البهار لا ريب أن الشهسرام من روضات الجنات، ذوات العيون الجاريات و الجبال الراسيات و الاشجار الخضرات معدن الأولياء، مخزن العلماء۔ یعنی سہسرام مضافاتِ بہار میں ہندوستان کا ایک ممتاز شہر ہے جو بلا شبہ باغاتِ جنت کا نمونہ ہے، جہاں دلکش چشمے بہتے ہیں، پہاڑوں کی بلند و بالا چوٹیاں ہیں، ہرے بھرے درخت ہیں، سہسرام اولیا کی کان اور علما کا مخزن ہے۔"

(ماہنامہ خوشبو، سہسرام جولائی 1980ء، ص25)

اس مدینۃ الاولیا اور معدن العلما کو رضا علی عابدی شیروں کے ساتھ ساتھ" شعروں کی سرزمین" کہتے ہیں، انہیں یہاں کے سنگریزے بھی گنگناتے سنائی دیتے ہیں، یہ سچ ہے کہ اس شہر کی ٹھیکری بھی بولتی ہے مگر یہ بھی سچ ہے کہ برا نہیں بولتی، سہسرام والے اچھے شعر کہتے ہیں، وہ شاعری کی جدید روایتوں سے کٹے ہوئے نہیں، اس کا احساس مجھے اس شام اس شعری نشست میں پیدا ہوا اور بنارس سے بھی بڑے اچھے اچھے شعر سنے تو ویرانوں میں پھولوں کے کھلنے کا گمان ہوا........ یہی سہسرام تو ہے جہاں بان بھٹ نے کادمبری لکھی تھی، یہ پھگوا، چیتا، کجری اور بارہ ماسہ کی سرزمین ہے۔ بولتے موسموں نے یہاں اشعار کو نئی نئی تانیں اور بدلتے وقتوں نے نئے نئے معنی عطا کیے ہیں۔

(جرنیلی سڑک، رضا علی عابدی، کراچی پاکستان، ص280-279)

ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی اسی وادیِ علم و حکمت اور مرکزِ شعر و سخن (سہسرام) کے ایک نامور سپوت تھے جو پوری زندگی سراپا حرکت و عمل بنے رہے اور اپنے عزمِ جواں کی ٹھوکروں سے صحرا کو گلزار بناتے رہے، موصوف اپنے ننھے سے وجود میں شاہین کا حوصلہ رکھتے تھے اور نت نئے آفاق کی تلاش میں ہمیشہ سرگرداں و کوشاں رہا کرتے تھے، ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی متعدد علمی خوبیوں کے مالک تھے، شخص واحد میں بیک وقت اتنی ساری خوبیوں کا

* مضمون نگار ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے سابق معاون مدیر ہیں۔

اجتماع بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔

عالم وفاضل، مفتی، مدرس، مفکر، محقق، ادیب، شاعر، محقق، ناقد اور یہ محض رسمی ٹائٹل نہیں بلکہ ان کی علمی وعملی زندگی میں ان کے بیشمار شواہد موجود ہیں، اس مختصر تحریر میں بحیثیت مصنف و محقق ان کا مختصر تعارف پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے،

ساحلؔ سہسرامی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نامور مصباحی عالمِ دین تھے، اپنے وطن سہسرام کی مشہور دانش گاہ دار العلوم خیریہ نظامیہ میں ناظرہ اور ثانیہ تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد 29 جولائی 1986ء کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور وہاں کے جیّد اساتذہ سے مروجہ علوم وفنون کی تحصیل کر کے 1993ء میں سند فضیلت حاصل کی، فراغت کے بعد شارحِ بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی کی خصوصی نگرانی میں "تخصص فی الفقہ" کا کورس مکمل کیا، فراغت کے بعد تقریباً آٹھ سال تک مادرِ علمی جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں درس وتدریس اور فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی۔

راقم الحروف جس وقت جامعہ اشرفیہ (مبارک پور) میں زیر تعلیم تھا، اس وقت آپ کے درجنوں تلامذہ وہاں زیر تعلیم تھے، وہ ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی کی علمی فضیلتوں سے متعلق بہت ساری باتیں بتایا کرتے تھے۔ آپ درسِ نظامی کی چھوٹی بڑی کتابیں پورے عالمانہ طمطراق کے ساتھ پڑھایا کرتے اور طلبہ آپ کی درس گاہ سے مطمئن ہو کر لوٹتے تھے، جامعہ اشرفیہ میں درس وتدریس کے علاوہ فقہ وافتا کی خدمت بھی آپ سے متعلق تھی، اشرفیہ جیسے باوقار ادارے میں آپ نے ایک ہزار فتاویٰ تحریر کیے، جن پر حضور شارحِ بخاری کی تصدیقات موجود ہیں۔

جب آپ اشرفیہ میں مدرس ومفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے تھے، اس وقت اساتذہ وطلبہ میں آپ کے علم و فضل کا بڑا اچرچا تھا۔ شارحِ بخاری کے بڑے محبوب اور منظورِ نظر تلمیذ تھے، اسی طرح محدثِ جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی (سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور) سے بھی آپ نے خوب خوب اکتسابِ فیض کیا تھا، علامہ عبد الشکور مصباحی آپ کے علم وفضل کو سراہا کرتے اور فرماتے کہ ساحلؔ سہسرامی بڑے کام کے آدمی ہیں، اسی طرح ساحلؔ سہسرامی فرمایا کرتے کہ جب تک شارحِ بخاری اشرفیہ میں ہیں، میں یہاں ہوں، اس کے بعد مجھے یہاں سے رخصت کر دیا جائے گا اور ایسا ہی ہوا، وجہ جو بھی رہی ہو، لیکن ساحلؔ سہسرامی ہر جہت سے اشرفیہ جیسے باوقار ادارے کی زینت بنائے جانے کے لائق استاذ تھے، ایک کامیاب استاذ باصلاحیت مدرس اور قابل مفتی کی ساری خصوصیات آپ میں موجود تھیں، بالعموم علما طبقہ میں دینی وعصری علوم کا حسنِ امتزاج بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔

علامہ ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی دینی وعصری علوم کے ممتاز اسکالر تھے، وہ جہاں جامعہ اشرفیہ مبارک پور جیسی عظیم اور مرکزی درس گاہ کے سند یافتہ عالم ومفتی تھے، وہیں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جیسی مشہور دانش گاہ کے مایۂ ناز اسکالر تھے، جامعہ اشرفیہ میں درس و تدریس اور فقہ وافتا کے فرائض انجام دینے کے بعد آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی تشریف لے گئے اور وہاں سے ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، اس کے بعد 2010ء میں بنگلور تشریف لے گئے، وہاں سے آئی ای ایل ٹی ایس یعنی International English Language Testing System کی ڈگری حاصل کی، اس کے بعد کسی ادارے سے منسلک ہو گئے، کچھ سال اندور (ایم پی) میں رہے، اس کے بعد عروس البلاد ممبئی تشریف لے گئے، ہمارے یہاں اہلِ علم اور باصلاحیت افراد کی ناقدری عام ہے، ساحلؔ صاحب کو کسی ایک جگہ سکون سے بیٹھ کر کام کرنے کا موقع نہیں ملا۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے بعد اگر ان کو کوئی مضبوط پلیٹ فارم مل گیا ہوتا تو وہ اپنے علم وتحقیق کا خاطرہ خواہ استعمال کر کے عظیم پیمانے پر دین ودانش کی خدمت انجام دیتے مگر ہماری جماعتی بے حسی ایسے قیمتی ہیرے کی بالکل قدر نہیں کی، آپ ایک عرصہ تک خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف سے شائع ہونے والے سالنامہ "اہل سنت کی آواز" کے معاون مدیر بھی رہے، اپنی ذہانت وطباعی فضل وکمال اور علمی رسوخ کے سبب پروفیسر سید امین میاں برکاتی

دام ظلہ العالی اور خانوادۂ برکاتیہ کے دوسرے بزرگوں کے منظورِ نظر رہے، آپ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الحاج محمد اختر رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ حضور احسن العلماء مارہروی علیہ الرحمہ سے بیعتِ طلب کا شرف حاصل تھا۔ حضور تاج الشریعہ کے علاوہ مخدوم ملت حضرت مولانا سید اویس مصطفیٰ واسطی بلگرامی دام ظلہ العالی سے بھی خلافت حاصل تھی۔

ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی کی علمی وادبی اور تحقیقی وتصنیفی خدمات

اکیسویں صدی کے ہندوستان نے جن نامور مصنّفین اور دیدہ ور محققین کو وجود بخشا ہے، ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی ان میں سے ایک تھے، بحیثیت مصنف ومحقق ان کی حیثیت مسلّم ہے، مصنف ہونا اور ہے اور محقق ہونا اور اللہ رب العزت نے ساحلؔ صاحب کو علم وفضل، ذہانت وفطانت اور شعور ودانائی کے ساتھ تصنیف و تحقیق کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، آپ نرے مصنف نہیں بلکہ "محقق مصنف" تھے، آپ کی جملہ نگارشات تحقیقی شان رکھتی ہیں، تحقیق وتصنیف کے علاوہ آپ تنقید وتدوین اور تقدیم وترجمہ نگاری کے فن سے بھی آگاہ تھے۔ تنقید نگاری ومقدمہ نگاری میں آپ کو کمال حاصل تھا" صادقؔ سہسرامی! حیات اور شاعری" میں آپ کی تنقیدی مہارت پوری طرح نکھر کر سامنے آتی ہے۔

اسی طرح "فتاویٰ ملک العلما" اور "منبع الانساب" کا بیش قیمت مقدمہ پڑھ کر بابائے اردو مولوی عبدالحق اور مولانا حبیب الرحمٰن شروانی (رفیق خاص علامہ سید سلیمان اشرف بہاری) کی تقدیم نگاری کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، آپ کی وقیع اور فکر انگیز مقدمہ نویسی اور تراجم نگاری پر مدلل اور مبسوط مقالہ قلم بند کیا جاسکتا ہے اور آپ کی ہمہ جہت دینی، علمی، تصنیفی اور تحقیقی خدمات پر ایم فل یا پی ایچ ڈی کی جاسکتی ہے۔ زیادہ تفصیل میں نہ جاتے ہوئے ہم ان کی تصنیفی اور تحقیقی حیثیت پر گفتگو کرتے ہیں، تحقیق، سچ یا حقیقت کی دریافت کا عمل ہے، ڈاکٹر سید عبداللہ کے بقول: تحقیق کے لغوی معنی کسی شے کی حقیقت کا اثبات ہے، اصطلاحاً یہ ایک ایسے طرزِ مطالعہ کا نام ہے، جس میں موجودہ مواد کے صحیح یا غلط ہونے کو بعض مسلّمات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔

قاضی عبدالودود کہتے ہیں: تحقیق کسی امر کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے، تحقیق کو آسانی کے لیے عام طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے، اوّل: سندی تحقیق، دوم: غیر سندی تحقیق! سندی تحقیق وہ ہے جو کسی سند حاصل کرنے کے لیے کی جائے، غیر سندی تحقیق وہ ہے جس کا مقصد سند حاصل کرنا نہ ہو، دونوں قسم کی تحقیق کا مقصد حقائق کی تلاش اور ان کی کھوج کرنا ہوتا ہے، لیکن پہلی قسم کی تحقیق (سندی) پابند اور دوسری قسم کی تحقیق (غیر سندی) غیر پابند ہوتی ہے، سندی تحقیق میں محقق کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ اس کو سند مل جائے (جیسا کہ عصری جامعات اور یونیورسٹیوں میں کسی بھی موضوع پر تحقیق کر کے سند حاصل کی جاتی ہے) سندی تحقیق میں محقق زیادہ کھل کر رائیں نہیں دیتا اور نہ ہی زیادہ اختلافی بحثوں میں پڑتا ہے۔ لیکن غیر سندی تحقیق جسے " غیر پابند" کہا گیا ہے، وہ زیادہ تر آزاد اور غیر جانب دار ہوتی ہے، اس میں محقق بغیر کسی خوف کے اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے اور اپنے جمع کیے ہوئے مواد کے پیش نظر نتیجے اخذ کرتا ہے۔

موضوع کے اعتبار سے تحقیق کی چار قسمیں ہیں:

(۱) صحت متن کی تحقیق وتدوین۔ (۲) مصنف یا شاعر کی سوانح اور حالات زندگی کی تحقیق۔ (۳) لسانی حقیقتوں کی کھوج، جس میں قدیم زبان، محاورات، عروض اور رسم الخط وغیرہ شامل ہے۔ (٤) معلوم شدہ حقائق یا اصولوں کی تجدید کرنا اور نئے انداز سے پیش کرنا، اس میں یعنی تحقیق کی مذکورہ اقسام اربعہ میں بعض کا تعلق صرف تحقیق سے ہے اور بعض کا تحقیق اور تنقید دونوں سے یکساں طور پر منسلک ہیں، مثلاً: صحتِ متن کی تحقیق یا سوانحی حالات کی تلاش اور لسانی حقیقتوں کی جستجو کا براہِ راست کوئی تعلق تنقید سے نہیں ہے، لیکن معلوم شدہ حقائق یا اصولوں کی تجدید، بغیر تنقید کے ممکن نہیں ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بقیہ چیزوں کا تنقید سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، تنقیدی شعور کے بغیر تحقیق کا کسی صحیح نتیجے پر پہنچنا مشکل ہے، اس طرح تنقید وتحقیق میں ایک ربط لازمی ہمیشہ سے رہا ہے۔

(جدید اردو تنقید! اصول ونظریات، ص420-419 رناشر: اتر پردیش اردو اکیڈمی، لکھنؤ)

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

ایک محقق کو مندرجہ ذیل اوصاف وشرائط کا حامل ہونا چاہیے:
(۱) حق گوئی (۲) بے تعصبی وغیر جانب داری (۳) محقق ہٹ دھرم اور ضدی نہ ہو (٤) تحقیق کا مقصد کوئی مادی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو (٥) تحقیق کی طرف رغبت اور ولولہ ہو (٦) مزاج میں ڈٹ کر محنت کرنے کا جذبہ ہو (٧) مزاج میں سیمابیت، بے صبری اور عجلت نہ ہو (٨) محقق کے مزاج میں اعتدال وتوازن ہو (٩) اس کے اندر علم کا غرور نہ ہو، بلکہ منکسر المزاج ہو (١٠) اخلاقی جرأت کا حامل ہو (١١) مزاج میں تقلیدی رجحان نہ ہو، کیوں کہ دین ومذہب میں تقلید جائز ہے اور تحقیق کی شریعت میں تقلید حرام (١٢) محقق ضعیف الاعتقاد نہ ہو۔ اساطیر، توہمات، خرافات اور فوق الفطرت جیسے امور سے باہر نکلنے کی ہمت رکھتا ہو (١٣) استفہامی مزاج رکھتا ہو یعنی وہ مشکک ہو۔ یعنی ہر چیز میں شک اور بحث وکرید کرنے والا ہو (١٤) اس کے مزاج میں سائنس دانوں جیسی قطعیت ہو (١٥) بے ترتیب مواد کو منظم کرنے اور ایک منطقی وفلسفی کی طرح اصول وحوالہ جات کو پرکھ کر استخراجِ نتائج کی اس کے اندر صلاحیت ہو (١٦) قوی الحافظہ ہو (١٧) سکون واطمینان کے ساتھ ذہن ودماغ کو کام (تحقیق) پر مرکوز رکھنے والا ہو (١٨) غیر معلوم اشیا کو معلوم کرنے کی لگن اور کرید ہو (١٩) اردو کے علاوہ دوسری زبانوں سے بھی واقفیت حاصل ہو (٢٠) محقق تاریخی شعور رکھتا ہو تا کہ ماضی کے علمی وادبی ذخیروں سے خاطر خواہ استفادہ کر سکے (٢١) علوم سماجیات ونفسیات سے واقفیت ہو تو مفید ہے (٢٢) ادبی علوم سے واقفیت ضروری ہے۔ ان میں عروض، تاریخ گوئی، علم بیان اور علم قافیہ وغیرہ آتے ہیں۔ (٢٣) محقق کو کسی حد تک نقاد کی صفات سے بھی متصف ہونا چاہیے۔

(تحقیق کا فن، ص53-51، ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی)

ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی کا تعلق "سندی تحقیق" اور "غیر سندی تحقیق" دونوں سے تھا۔ آپ نے سندی تحقیق بھی کی ہے اور غیر سندی تحقیق میں بھی اپنے علم وتحقیق کا جوہر دکھایا ہے۔ امام المنطق حضرت علامہ فضلِ حق خیر آبادی کی فکر وشخصیت پر آپ نے بزبانِ عربی تحقیقی مقالہ سپردِ قلم کیا اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ یہ آپ کی سندی تحقیق ہے اور جہاں تک غیر سندی تحقیق کی بات ہے تو اس سلسلے میں آپ کی یہ چند کتابیں مثلاً: (۱) شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن: ایک تنقیدی وتحقیقی جائزہ (۲) مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی: حیات اور شاعری (۳) صادقؔ سہسرامی: حیات اور شاعری (۴) منبع الانساب خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ ایک محقق کے جو اوصاف اوپر بیان ہوئے، ساحلؔ صاحب ان میں سے بیشتر اوصاف سے متصف تھے، آپ نے صحتِ متن کی بھی تحقیق کی ہے اور مصنف یا شاعر کی سوانح حیات اور حالاتِ زندگی کی بھی تحقیق فرمائی ہے۔ غرض کہ جس زاویہ نظر سے دیکھا جائے، آپ ایک عظیم محقق کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے عظیم مصنف ہونے کے لیے یہی شہادت کافی ہے کہ آپ نے مختلف دینی وعلمی اور تحقیقی وادبی موضوعات پر پچاس سے زائد کتابیں لکھ کر ایک ریکارڈ قائم کیا۔ ساحلؔ سہسرامی کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں کی فہرست طویل ہے، مندرجہ ذیل کتابیں آپ کے علم وتحقیق اور فکر وبصیرت کی منہ بولتی تصویریں ہیں:

(۱) شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن: ایک تنقیدی وتحقیقی جائزہ (۲) خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی رضوی! حیات اور شاعری (۳) منبع الانساب ترجمہ وتحقیق وتحشیہ (۴) خواجۂ ہند کی صوفیانہ شاعری (۵) صادقؔ سہسرامی: حیات اور شاعری (۶) حضرت مخدوم سمنانی کے علمی آثار (۷) قطب الاقطاب دیوان محمد رشید مصطفیٰ عثمانی: حیات وافکار (۸) متنبی! ایک خصوصی مطالعہ (۹) حافظ ملت (۱۰) شارحِ بخاری (۱۱) حکیم الاسلام مفتی مظفر احمد قادری برکاتی! حیات وخدمات (۱۲) عرفانِ عرب (۱۳) دائرۂ قادریہ بلگرام شریف (۱۴) مساهمة العلامه فضل حق خیر آبادی فی الدراسات الاسلامیة و الفلسفیة — عربی زبان میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے کی گئی پی ایچ ڈی کا علمی وتحقیقی مقالہ (۱۵) جمالیات اور قرآنِ حکیم (۱۶) فن ترجمہ اور قرآنی تراجم (۱۸) امام اعظم اور علمِ حدیث (۱۹)

فقہ وافتا اور اس کے تقاضے (۲۰) تصوف! چند وضاحتیں (۲۱) وہابیہ کی کفری عبارتوں کی تاویلات! ایک تنقیدی جائزہ (۲۲) مسلمانوں کی علمی معیشت ہندوستانی تناظر میں (۲۳) مسلمانوں کے زوال کا نقطۂ آغاز! ہندوستانی تناظر میں (۲۴) تحفۂ حجاز (۲۵) مجموعۂ اوراد واورادِ قادریہ (۲۶) سلاسل صوفیہ تاریخ ولادتِ نبوی (۲۷) کاشف الاستار، سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات، نظم اللآلی فی نسب آل علاء الدین العالی/صغروی ساداتِ بلگرام (۲۸) سلاسل الانوار فی سیر الاخیار (۲۹) وفیات الاعلام، زیر تکمیل (۳۰) اسد العارفین حضرت سید شاہ عینی مارہروی (۳۱) النور و البھاء فی اسانید الحدیث و سلاسل الاولیاء (۳۲) فتاویٰ ملک العلما، ترتیب وتدوین (۳۳) وجود العاشقین (۳۴) مقالاتِ شارح بخاری (۳۵) معارفِ سراجِ ملت (۳۶) حسام الحرمین اور بہار کے علما ومشائخ (۳۷) مخدومِ جہاں اور امام احمد رضا (۳۸) شدھی تحریک اور صدر الافضل (۳۹) موجِ ساحلؔ، شعری مجموعہ۔

(فروغِ رضویات میں فرزندانِ اشرفیہ کی خدمات ملخصاً، ص475)

تلاش وجستجو اور تحقیق وتفحص ان کی سیمابی شخصیت اور بے چین طبیعت کا جزوِ لاینفک ہے۔ متعدد قلمی نسخہ جات اور متون کی آپ نے تحقیق کی اور ترجمہ وتحشیہ سے زیور سے ان کو آراستہ کیا۔ منبع الانساب اور وجود العاشقین کی تحقیق وتدوین اور ترجمہ وتحشیہ آپ کا عظیم الشان علمی کارنامہ ہے، آپ نے زندگی بھر علم وادب اور تحقیق وتفحّص کا بازار گرم کیے رکھا، جیسا کہ ماقبل میں بیان ہوا کہ آپ کے جملہ کتب ورسائل اور گراں قدر مضامین ومقالات میں تحقیقی رنگ غالب ہے۔ ایک عظیم عالم ومفتی، مدرس ومفکر، قادر الکلام شاعر اور ادیب ومصنف کے علاوہ ایک "عظیم محقق" کی حیثیت سے ہندوستان کی علمی وادبی تاریخ میں آپ کا نام روشن اور زندہ وپائندہ رہے گا، تحقیق (Research) جو دراصل غیر معلوم حقائق کو سامنے لانے اور معلوم حقائق کو دلائل وشواہد کی روشنی میں پرکھنے کا نام ہے، اس عمل میں علامہ موصوف طاق تھے۔

راقم الحروف کی محدود معلومات کے مطابق اکیسویں صدی عیسوی کے طبقۂ علما میں ایسا دیدہ ور محقق ومصنف نظر نہیں آتا، سید محمد اشرف قادری برکاتی (انکم ٹیکس کمشنر/ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف) آپ کے تحقیقی کارناموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''عزیزم علامہ ساحلؔ سہسرامی (علیگ) زمانے کی گرد میں روپوش شخصیات کو تسلسل کے ساتھ منظر عام پر لانے میں مصروف ہیں۔ انہیں اپنے مذہب، مسلک اور مشرب سے عقیدت کی حد تک لگاؤ ہے، قادریت کے دلدادہ، برکاتیت کے فدائی، اعلیٰ حضرت کے شیدائی اور شیر شاہ سوری کے گہرے نیازمند ہیں، ان عالی نسبتوں سے وابستہ ہر شے انہیں اپنی سمت کھینچتی ہے اور اس جذب وکشش کو وہ اعتبار دیتے رہتے ہیں۔'' (صادقؔ سہسرامی! حیات اور شاعری کی پشت پر مندرج عبارت)

ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی سے متعلق اہلِ علم کے تاثرات

ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی اتنے بڑے عالم ومفتی اور محقق ومصنف تھے کہ اکابر علما ومشائخ اور دانش وارنِ ملت نے آپ کے فضل وکمال کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، شہزادۂ ملک العلما پروفیسر مختار الدین آرزو علی گڑھ تحریر فرماتے ہیں:

''ساحلؔ سہسرامی کی تلاش وجستجو اور ان کا ذوق وشوق دیکھ کر ان کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے، مجھے یقین ہے کہ ان کا علمی سفر جاری رہا تو ان شاء اللہ ایک دن اہم سنی مصنفین میں ان کا شمار ہوگا، پروفیسر مختار الدین آرزو کی یہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی اور دنیا نے دیکھا کہ ساحلؔ سہسرامی کتنے عظیم مصنف و محقق بن کر علمی وتحقیقی دنیا میں اپنی شناخت بنائی، سچ پوچھیے تو ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی" سنی بریلوی مصنّفین" میں ایک نمایاں حیثیت کے مالک تھے، انہوں نے اپنی پچاس سالہ زندگی (ولادت 19/ستمبر 1993ء/ وفات: جولائی 2024ء) میں درس وتدریس، فتویٰ نویسی، تصنیف وتالیف اور تحقیق و تنقید کی دنیا میں سند باد جہازی کی طرح کام کیا ہے اور علم و تحقیق کے بہت سارے مخفی جزیروں کو ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔''

صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی نے ساحلؔ سہسرامی کی علمی فضیلتوں اور تحریری خوبیوں کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''ساحلؔ سہسرامی صاحب ایک اچھے قلم کار اور ادیب و شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کا ذوق اور تجربہ رکھتے ہیں۔ ان کی تحریریں تحقیقی اور مدلل ہوتی ہیں۔ زبان و بیان میں سلاست و روانی ہے۔ قلم سیّال ہے۔ انھیں علمی نظم و ضبط کے ساتھ گفتگو کرنے کا ڈھنگ آتا ہے۔ شعر و ادب کے ساتھ ساتھ سوانحی ادب کا بھی ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔''

پروفیسر سید جمال الدین اسلم علی گڑھ کے بقول:

''عزیزم مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحلؔ سہسرامی (علیگ) جس موضوع پر بھی لکھتے ہیں، خوب لکھتے ہیں، مستقل موضوعات کی تلاش رہتے ہیں اور جب کوئی موضوع مل جاتا ہے تو تحقیق کا حق ادا کر دیتے ہیں۔''

کہتے ہیں کہ ایک محقق کو اپنی ملکی و مادری زبان کے علاوہ دیگر زبانوں کا بھی عالم ہونا چاہیے اور ایک اسلامی اردو محقق کے لیے عربی و فارسی زبان کا علم تو نہایت ضروری ہے، ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی اردو، عربی اور فارسی زبان و ادب کے رمز آشنا عالم و فاضل تھے، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کی فکر و شخصیت پر بزبانِ عربی ان کا تحریر کردہ مبسوط علمی و تحقیقی مقالہ (پی ایچ ڈی) ان کی عربی دانی کی واضح مثال ہے، عرفانِ عرب اور منبع الانساب کا کامیاب اردو ترجمہ بھی ان کی عربی و فارسی دانی کا واضح ثبوت ہے۔

خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی (ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور) فرماتے ہیں:

''موصوف (ساحلؔ سہسرامی) عربی و فارسی کی مہارت کے ساتھ کتب تصوف کا بھی خاصا مطالعہ رکھتے ہیں۔''

سراج الفقہا مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی (صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور) کے بقول:

''مولانا ساحلؔ سہسرامی ایک اچھے قلم کار ہونے کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کا ذوق اور تجربہ بھی رکھتے ہیں۔''

حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پورنوی دام ظلہ فرماتے ہیں:

''عزیز القدر فاضل گرامی مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحلؔ سہسرامی (علیگ) ایک باصلاحیت مصباحی عالمِ دین ہیں۔''

حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی کہتے ہیں:

''مولانا ساحلؔ سہسرامی مصباحی (علیگ) اپنے دورِ طالبِ علمی سے مطالعہ و تحقیق اور تحریر کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔''

(صادقؔ سہسرامی! حیات اور شاعری سے ماخوذ)

پیر زادہ اقبال احمد فاروقی (ایڈیٹر ماہنامہ جہانِ رضا لاہور) ڈاکٹر ساحلؔ سہسرامی کی علمی و ادبی فضیلت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علامہ ساحل سہسرامی [علیگ] مصباحی فاضل اور اہل سنت کے معروف اور جوان اسکالر ہیں، احقر سے دیرینہ علمی اور مراسلاتی رابطے ہیں، آپ کے قیمتی مضامین" ماہنامہ جہانِ رضا لاہور" کے صفحات کی زینت بن چکے ہیں اور اس فاضل اہل سنت کی پھولوں میں گھری ہوئی، باتوں سے قارئینِ جہانِ رضا فیضیاب ہوتے رہے ہیں، آپ نے جب امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ممتاز خلیفہ ملک العلما حضرت علامہ شاہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کے فتاویٰ مرتب کیے اور اس پر بہت وقیع اور فاضلانہ مقدمہ لکھا تو اہلِ نظر چونک پڑے اور اس جوہر قابل کی خداداد صلاحیتوں کو سراہا، خود راقم الحروف نے اپنے مکتبہ نبویہ لاہور سے" فتاویٰ ملک العلما" شائع کی جو پاکستان میں بھی ہاتھوں ہاتھ لی گئی، اب تک تین مکتبے پاکستان میں" فتاویٰ ملک العلما" شائع کر چکے ہیں....... اہلِ سنت کے اس فاضل کی تازہ علمی کاوش" منبع الانساب مترجم" دیکھ کر راقم الحروف بہت مسرور ہوا اور دل سے دعائیں نکلیں۔''

(ابتدائیہ منبع الانساب مترجم ص 16)

فروری 2010ء تک آپ کی چھوٹی بڑی کل کتابوں کی تعداد پینتیس (35) پہنچ چکی تھی اور سالِ رواں بقیہ ص ۱۴۱ پر

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: مفتی مشتاق احمد امجدی*

مفتی ساحل شہسرامی! قرطاس وقلم کے ایک عہد کا خاتمہ

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

حضرت مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی علمی وتحقیقی اور فنی وادبی افق پر اس ابھرتے آفتاب وماہتاب کا نام ہے جس کی پرنور کرنوں سے بے شمار اصحاب علم وفضل نے نور وضیا حاصل کی اور اپنے فن میں جمال وکمال پیدا کیا، اگر اجمالاً کسی ناآشنا سے کم الفاظ میں ان کی شخصیت کا تعارف کرانا ہو تو بلا شبہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ مفتی ارشاد احمد رضوی ایک باعمل عالم، بافیض استاذ، بے نظیر ادیب، کہنہ مشق مفتی، ماہر محقق، نکتہ داں مصنف، کامیاب شاعر اور باکمال مترجم کا نام ہے جو اردو، عربی اور فارسی تینوں زبانوں میں یکساں مہارت وبصیرت کے حامل تھے۔

خالق کائنات اور مالک حقیقی کے فضل خاص اور اس کی بے پایاں عطا سے آپ گوناگوں اوصاف وکمالات کے مالک تھے، چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ لیے ہوئے سادگی اور اخلاق حسنہ کے حسین پیکر، بزرگوں کے احسان شناس اور چھوٹوں پر حد درجہ شفیق تھے، آپ نے اسلامیات کی تکمیل ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ سے کی اور مزید علمی جلا کے لیے حصول تعلیم کا سفر جاری رکھا اور اسلامی قانون میں مہارت پیدا کرنے کی غرض سے اسی جامعہ کے شعبہ تخصص فی الفقہ میں داخلہ لیا اور اپنے وقت کے سب سے بڑے فقیہ ومفتی حضور شارح بخاری کی صحبت وشاگردی اختیار کی، آپ کے مربی اور مشفق استاذ حضور شارح بخاری نے آپ کی ذکاوت اور افہام وتفہیم میں بے پناہ بصیرت سے متاثر ہو کر آپ کو جامعہ میں تدریس کے لیے مقرر فرمایا اس طرح جامعہ میں تدریس کے ساتھ فقہ وفتاویٰ کا کارواں بھی آگے بڑھتا رہا اور مسلسل آٹھ سال حضور شارح بخاری کی خدمت بابرکت میں رہ کر کم وبیش ایک ہزار فتاویٰ لکھنے کی سعادت حاصل کی جو حضور شارح بخاری کی تصدیقات سے مزین ہیں۔ (ملاحظہ ہو، فتاویٰ ملک العلما، ص ۵۱)

مزید علمی تشنگی دور کرنے کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی زبان میں ایم اے اور پھر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی جس سے آپ کی شخصیت میں مزید نکھار پیدا ہوا اور تحریری دنیا میں وہ نمایاں کارنامے انجام دیے جس کی مثال شاید نہ مل سکے، صرف سنہ ۲۰۰۱ء کے وسط سے ۲۰۰۳ء کے اخیر تک ڈھائی سالوں میں کم وبیش ڈھائی ہزار ۲۵۰۰ صفحات سے زیادہ تحریری مرقع آٹھ گراں قدر کتابوں کی شکل میں قوم کے سامنے پیش کیا، جن میں کچھ تراجم اور کچھ ترتیبات شامل ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن: ایک تنقیدی وتحقیقی جائزہ، ۶۰۰ صفحات (۲) مولانا سید شاہ غیاث الدین حسن شریفی: حیات اور شاعری ۲۴۸ صفحات (۳) حضرات محدثین کے اخلاق کریمانہ، ۱۲۰ صفحات (۴) حضرت صادق شہسرامی: حیات اور شاعری، ۲۰۰ صفحات (۵) کاشف الاستار شریف [ترجمہ وتقدیم] ۷۰۰ صفحات (۶) النور والبہاء لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء [ترجمہ] ۸۰ صفحات (۷) ایم اے عربی کی نصابی نظموں کا ترجمہ، ۴۰۰ صفحات (۸) فتاویٰ ملک العلما [ترتیب وتقدیم، ۵۱۲ صفحات۔

[فتاویٰ ملک العلما، ص ۹]

یوں تو آپ علم وفضل کی مختلف شاخوں پر مہارت تامہ رکھتے تھے اور متعدد فنون میں آپ نے طبع آزمائی بھی فرمائی، تحقیق وافتا، تدریس وتقریر، شعر وشاعری وغیرہ مگر ارباب فکر ودانش اور اصحاب علم وفضل میں آپ کو جس وصف سے شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی وہ ہے، آپ کا تحریری اور ادبی ذوق، اسی ذوق ہمایوں کا نتیجہ ہے کہ آپ کے قلم سیال سے درجنوں دینی وعلمی، قومی وادبی گراں قدر مقالات اور کئی درجن تحقیقی اور علمی کتب ورسائل منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے جن میں بعض مطبوعہ ہیں اور اکثر منتظر طباعت،

* مضمون نگار ازہری دار الافتا امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک کے مفتی ہیں۔

آپ کے اسی وصف ممتاز کے سبب ملک و بیرون ملک سے بیشتر مصنّفین اپنی تصنیفات وتالیفات پر تقدیمات یا تاثرات یا تقریظات کے لیے رابطہ کرتے مگر آپ کی خورد نوازی کہیے کہ آپ کثرت کار وہجوم افکار کے باوجود کسی کو محروم نہیں فرماتے بلکہ مختصر یا مطول معلوماتی اور تحقیقی تقدیم یا تاثر وتقریظ سے بہر مند فرماتے، راقم السطور یہ گمان رکھتا ہے کہ حضور والا کے قلم سے جاری شدہ صرف اس قسم کی تحریرات کا ایک خزانہ ہوگا جو اپنے باب میں ایک نادر کارنامہ ہے۔

یوں تو آپ کا ہر کام اہل علم وخرد کی نظر میں نمایاں وممتاز اور ہر کوشش وسعی مشکور ومحمود رہی ہے مگر ان سب کی درجہ بندی کی جائے تو دو کام سب پر فائق اور حاوی نظر آئیں گے، ان میں پہلا کام ''خانوادۂ برکاتیہ کے مشائخ کی تاریخ اور ان کے علمی وادبی اثاثے کی دریافت'' اور دوسرا کام ''تلمیذ وخلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت ملک العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرت وسوانح اور آپ کے علمی اثاثے کی کھوج''

سر دست دوسرے اہم کام کے آئینے میں حضرت ممدوح کی کدوکاوش قارئین کی خدمت میں پیش کرنا مقصود ہے، حضور ملک العلما کا شمار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے اجلہ تلامذہ وفیض یافتہ میں ہوتا ہے بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ امام اہل سنت کے حاضر باشوں میں آپ کو امام اہل سنت سے خصوصی قرب حاصل تھا جس کی جلوہ باریاں حضور ملک العلما کی ذات میں بجا طور پر نظر آتی تھیں اور امام اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی مختلف طریقوں سے اس کا اظہار فرمایا چناں چہ انجمن نعمانیہ لاہور کو ارسال کردہ ایک مکتوب میں امام اہل سنت تحریر فرماتے ہیں:

''مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبا سے ہیں اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتا میں میرے معین ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئیں ہوں، سب میں یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا: سنی، خالص، مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں، عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں، مفتی ہیں، مصنف ہیں، واعظ ہیں، مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں، علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں، فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لیے پیش کرتا ہے۔'' [فتاویٰ ملک العلما، ص ۱۳]

رسالہ ''الاستمداد'' میں ذکر اصحاب کے تحت فن مناظرہ میں آپ کی فاتحانہ شان وشوکت کو یوں بیان فرمایا:

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

امام اہل سنت کی خصوصی تربیت اور ان کی نگاہ کیمیا اثر نے حضور ملک العلما کو کندن بنا دیا تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ مروجہ علوم وفنون کے علاوہ بیشتر عقلی علوم وفنون پر تن تنہا کامل دسترس رکھتے تھے، یہ سب درحقیقت بارگاہ امام سے ان علوم عقلیہ پر اپنی روحانی جانشینی کا آپ کو حسین تمغہ تھا جس کے اثرات تب سے آج تک نظر آ رہے ہیں اور کیوں نہ ہو جب آپ مجدد وقت کے اسیر جو ٹھہرے۔

بلاشبہ حضور ملک العلما متعدد فنون نادرہ جیسے ہیئت وفلسفہ، توقیت وظفر، ہندسہ وریاضی، جبر وتکسیر، اوفاق واعداد میں نادر روزگار تنہا آگاہ تھے جس کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سولہ خانوں کے نقوش گیارہ سو طریقوں سے بھر لیتے تھے جبکہ آپ کے مربی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سولہ سو طریقوں سے یہ نقش پُر کرنے کا ملکہ حاصل تھا۔

تاہم وصال سے نصف صدی گزرنے تک حضور ملک العلما کے متعلق اسی قسم کا صرف ایک تصور پایا جاتا تھا اور آپ محض ایک علوم جدیدہ کے ماہر کی حیثیت سے متعارف تھے، شاید باید کسی ماہنامہ یا سالنامہ رسائل وجرائد میں آپ کی پہلو دار شخصیت کے بارے میں کچھ تفصیل سے لکھا گیا ہو اور اگر کچھ لکھا بھی گیا تو وہ قصۂ پارینہ ہو کر رہ گیا تھا، غرض کہ ایسی عبقری اور عظیم وجلیل شخصیت پر جیسا کام ہونا چاہیے تھا وہ نہ ہو سکا اس کا سبب خواہ

یاد علامہ ساحل شہسرامی

یاد علامہ ساحل شہسرامی

ہماری کوتاہی کہیں یا احسان فراموشی بہر حال ایک محیر العقول شخصیت کے حیرت ناک کارنامے نظر انداز ہوئے، گویا نصف صدی سے ظفریات کی تفصیلات گوشہ گم نامی کا شکار رہیں بھلا ہو ہمارے ممدوح گرامی علامہ ساحل شہسرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جنہوں نے اس تشنگی کو قریب سے محسوس کرتے ہوئے امام اہل سنت کے اس عظیم پروردہ اور ریاست بہار کے فاضل جلیل کی زریں تاریخ کو قوم کے سامنے پیش کرنے اور ہمیشہ ہمیش کے لیے صفحۂ قرطاس میں محفوظ کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اپنی مسلسل کوششوں سے اسے بام عروج تک پہنچایا بھی، چناں چہ آپ کے مساعی جمیلہ سے باب ظفریات کے کئی اہم کام وجود پذیر ہوئے جن میں سہ ماہی رسالہ ''الکوثر کا ملک العلما نمبر'' مسائل حنفیہ کے حدیثی مآخذ ومصادر پر آپ کی تصنیف لطیف ''**جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری**'' کی پہلی جلد اور آپ کے قیمتی وگراں مایہ فتاویٰ کا مجموعہ ''فتاویٰ ملک العلما'' کی اشاعت سرفہرست ہیں، اس کی روداد خود انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ کریں، آپ رقم طراز ہیں:

''حضرت ملک العلما علامہ شاہ محمد ظفر الدین قادری برکاتی رضوی قدس سرہ سے ان کی سادگی، رو داری، علم وفضل بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی نسبت خاص کی وجہ سے احقر کو بے حد عقیدت ہے، حضرت کے وصال کو تقریباً نصف صدی ہوتی ہے لیکن چند مضامین کے سوا نہ حضرت پر کوئی کام ہوسکا اور نہ حضرت کی نگارشات کو ہی منظر عام پر لانے کی باضابطہ کوشش ہوسکی، تنویر المصباح، نصرۃ الاصحاب، مبارک پور، گھوسی، لاہور اور ہزاری باغ سے شائع ہوئیں ''تنویر السراج فی ذکر المعراج'' اور صحیح البہاری کی کچھ قسطیں پاکستان سے شائع ہوئیں، چند مضامین بھی لکھے گئے جن میں مولانا محمد محمود رفاقتی مصنف تذکرۂ علمائے اہل سنت کا مضمون ''ملک العلما اور علم حدیث'' قدرے مفصل ہے جو تین قسطوں میں ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور سے شائع ہوا، لیکن ؏

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

اب جمود ٹوٹ چکا ہے، حضرت پر تحقیقی کاموں کی پیش رفت ہوچکی ہے، برادر محترم مولانا ملک الظفر شہسرامی ایڈیٹر ''الکوثر'' (سہ ماہی) سے جب اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو انہوں نے ناچیز کی رائے کو شرف قبول عطا کرتے ہوئے اپنے سہ ماہی رسالہ ''الکوثر'' شہسرام کا ''ملک العلما نمبر'' نکالنے کا پختہ عزم کرلیا اور ان کی دو سالہ جانفشانہ کاوش کے بعد پانچ سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل گراں قدر نمبر مرحلۂ اشاعت کے قریب آپہنچا ہے، حضرت کی گراں قدر تصنیف ''جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری'' کی جلد اوّل (عقائد) پر لاہور کی رضا فاؤنڈیشن کام کر رہی ہے، احقر نے بھی مختلف جہت سے حضرت ملک العلما کے حضور قلمی نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے:

(۱) ملک العلما اور علمائے شہسرام [مطبوعہ ماہنامہ جہان رضا جون ۱۹۹۹ء]

(۲) علم توقیت میں ملک العلما کے ایک ممتاز شاگرد علامہ عبد الرؤف بلیاوی [مطبوعہ سہ ماہی افکار رضا ممبئی، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۲ء]

(۳) تاج العلما اور سید العلما کے گرامی مکاتیب بنام ملک العلما مولانا محمد ظفر الدین قادری برکاتی قدس اسرارہم [مطبوعہ جہان رضا لاہور، فروری ۲۰۰۳ء]

(۴) آج سے چار سال پہلے بہت کاوش کے ساتھ حضرت کا رسالہ ''**سرور القلب المخزون فی الصبر عن نور العیون**'' کو جدید انداز میں ''اسلامی نظریہ موت'' کے نام سے ایڈٹ کرکے اس پر تقدیم لکھی، کتابت کے مراحل سے گزارا، یہ کتاب المجمع التعلمی ہزاری باغ سے شائع ہوچکی ہے۔'' [فتاویٰ ملک العلما، ص ۴۸]

انجمن برکات رضا پھول گلی ممبئی سے بھی حضور ملک العلما کی سوانح اور آپ کی متعدد تصنیفات ونگارشات پر معتد بہ کام ہوا ہے، ناچیز کا غالب گمان یہ ہے کہ اس میں بھی آپ کا نمایاں علمی

قلمی تعاون شامل رہا ہوگا، فتاویٰ ملک العلماء حجم کے اعتبار سے اگر چہ ایک مختصر فقہی گلدستہ اور محض ایک سو تیس فتاویٰ اور چھ فقہی رسائل کا مجموعہ ہے مگر جس قدر فتاویٰ شامل ہیں بہت معیاری اور قیمتی ہیں اور کیوں نہ ہو جب آپ امام احمد رضا کے بحر فقاہت کے غواص وشناور جو ٹھہرے۔

فتاویٰ ملک العلما کی یہ جلد حضور ملک العلما کے بیشتر ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو آپ نے قیام بریلی شریف کے ۱۳۲۳ھ تا ۱۳۲۵ھ کے دوران قلم بند فرمائے تھے ورنہ آپ نے دور طالب علمی ہی سے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمادیا تھا اور کم وبیش ۵۴ر سالوں تک امت کی رہنمائی میں فتاویٰ تحریر فرماتے رہے، افسوس کہ آپ کی فکر جولاں کا یہ قیمتی اثاثہ محفوظ نہ ہوسکا۔

ایسے میں ممدوح گرامی علامہ ساحل شہسرامی کا یہ کارنامہ کتنا اہم ہے اسے بتانے کی چنداں حاجت نہیں رہ جاتی، خدانہ خواستہ آپ نے اس طرف توجہ نہ کی ہوتی تو یہ قیمتی اثاثہ بھی قصۂ پارینہ ہوکر رہ جاتا اور امت مسلمہ فقہ وفتاویٰ کے ان گوہر نایاب سے محروم رہ جاتی، آج اگر ہم حضور ملک العلما کے ان فتاویٰ سے مستفیض ہو رہے ہیں تو یہ سب سراپا حضرت مرحوم کی انتھک کاوشوں کا نتیجہ وثمرہ ہے، ہم جیسے نہ جانے کتنے اس سے فیض یاب ہو رہے ہیں اور صبح قیامت تک استفادہ کرتے رہیں گے۔

افسوس صد افسوس علم وفضل، تحریر وقلم، تصنیف وتالیف، نقد ونظر، شعر وشاعری، تحقیق وتنقیح، تقویٰ وطہارت، زہد وورع کا نیر تاباں اپنی حیات مستعار کے صرف پانچ دہائی پورا کر کے ہمیشہ ہمیش کے لیے غروب ہوگیا اور امت مسلمہ ایک لائق وفائق محقق ومدبر، عظیم وجلیل مصنف ومترجم، بے مثال وبے نظیر ادیب و نثر نگار اور ژرف نگاہ ووسیع المطالعہ مفتی وفقیہ سے محروم ہوگئی۔

فقیر راقم السطور کی حضرت ممدوح گرامی سے سب سے پہلی ملاقات سرزمین کلیان کے ایک شخصی سیمینار [تاج الشریعہ انٹرنیشنل سیمینار منعقدہ: ۸ر دسمبر ۲۰۱۸ء زیر اہتمام: الجامعۃ الرضویہ، کلیان] میں ہوئی اور آخری ملاقات بھی اسی سرزمین میں دوسرے سیمینار [امام احمد رضا سیمینار منعقدہ: ۱۷ فروری ۲۰۲۴ء، زیر اہتمام الجامعۃ الرضویہ، کلیان] میں رہی، اس دوران عروس البلاد ممبئی میں کئی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا، پہلی ملاقات صرف تعارف کی حد تک رہی مگر دوسری وآخری ملاقات بہت خوش گوار ثابت ہوئی، کئی گھنٹے آپ کی بافیض صحبت میں رہنے اور بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کا موقع میسر آیا، اسی آخری ملاقات میں حضرت کی بارگاہ میں اپنے فتاویٰ کا مجموعہ پیش کیا جسے دیکھ کر بے پناہ مسرور ہوئے اور خوب خوب دعاؤں سے نوازا، نیز مختلف موضوعات سے متعلق سینکڑوں صفحات پر پھیلے ہوئے اپنے کئی اہم تحریری منصوبہ سے بھی آگاہ فرمایا۔ اس آخری سفر میں آپ نے ناسک آنے کی خواہش بھی ظاہر کی تھی مگر کسے معلوم تھا کہ حضور والا سے یہ آخری ملاقات ہوگی۔

۱۷ر محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۴ر جولائی ۲۰۲۴ء بروز چہارشنبہ علی الصبح ایک طالب علم کے ذریعہ آپ کے وصال کی خبر موصول ہوئی، ایک نوجوان محقق واسکالر اور جواں سال مصنف و ادیب کی خبر رحلت کا غم برداشت نہ ہوسکا، آپ کے وصال کی خبر سن کر دل ودماغ پر تھوڑی دیر کے لیے سکتہ طاری ہوگیا مگر یہ سوچ کر دل کو تسلی دی کہ موت ایک اٹل قانون ہے جس سے کسی کو مفر نہیں، تاہم آپ کا اپنی عمر کے اس پڑاؤ میں ہمیں داغ مفارقت دینا ضرور باعث قلق اور افسوس ہے، آپ کی رحلت سے جماعت اہل سنت کا عظیم خسارہ اور باب ظفریات کے ایک زرّیں عہد کا خاتمہ ہوگیا، اللہ تعالیٰ اپنی شان کریمی سے ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

یہ امر سوفی صد سچ اور حق ہے حضرت مرحوم آج ہمارے درمیان نہیں رہے مگر اپنے علمی کارناموں، تحقیقی کارگزاریوں، تحریری نگارشات، قیمتی تصنیفات وتالیفات کے سبب ہمارے دلوں کے نہاں خانوں میں ویسے ہی ہیں جیسے آج سے چند دنوں پہلے تھے اور ان شاء اللہ العزیز اپنے کارہائے نمایاں کی بدولت صدیوں لوگوں کے قلوب وجگر کو مسخر وتابعدار کرتے رہیں گے اور علم وادب کے حلقوں میں صبح قیامت تک ان کے احسانات یاد کیے جائیں گے۔

بقیہ ص ۴۵ ر پر

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: مفتی محمد راحت خان قادری*

علامہ ساحل شہسرامی اور اسلاف شناسی

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

حضرت مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ ۱۷ رمحرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۴ رجولائی ۲۰۲۴ء بروز بدھ کو وصال فرما گیے، علامہ شہسرامی جماعت اہل سنت کے ایک عظیم اسکالر، صحافت کے تجربہ کار، [سال نامہ اہل سنت کی آواز، مارہرہ مطہرہ اور سال نامہ ''شہسرام'' کے ایڈیٹر رہے] مختلف زبانوں کے ماہر، [خاص کر اردو، عربی، فارسی زبانوں میں آپ کی مہارت کا ثبوت وہ کتابیں ہیں کہ جن کو آپ نے تصنیف فرمایا یا ترجمہ وتحشیہ اور تقدیم کے بعد شائع کروایا اور وہ اہل علم و مشائخ کے مابین مقبول ہوئیں] باکمال مدرس، [جامعہ اشرفیہ میں طلبہ کو جب پڑھاتے تو ان کے انداز افہام وتفہیم سے متاثر ہو کر دوسرے گروپ کے طلبہ بھی موقع پا کر آپ کے درس میں شامل ہو جاتے] مذہبی شاعر، [پچاس سے زائد نعت ومنقبت] تجربہ کار مفتی، [جو جامعہ اشرفیہ مبارک پور جیسے عظیم ادارے میں نائب مفتی کے عہدے پر فائز اور مجلس شرعی کے ممبر رہے، شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف کے متعدد فقہی سیمیناروں میں شریک رہے۔ آپ کے تحریر فرمودہ وہ فتاوی جو فقیہ اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی تصدیقات سے مزین ہیں ان کی تعداد ایک ہزار ہے جیسا کہ آپ کی کتابوں کے ابتدائی تعارف نامہ میں درج ہے] آپ ایک عظیم مصنف تھے آپ کی تصانیف وتراجم، مرتبات ومؤلفات اور مقالات وتقدیمات وغیرہ کئی ہزار صفحات کو محیط ہیں، صاحبزادہ حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''ساحل شہسرامی صاحب ایک اچھے قلم کار اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ فتوی نویسی کا ذوق اور تجربہ رکھتے ہیں، ان کی تحریریں تحقیقی اور مدلل ہوتی ہیں، زبان وبیان میں سلاست وروانی ہے، قلم سیّال ہے، انہیں علمی نظم وضبط کے ساتھ گفتگو کرنے کا ڈھنگ آتا ہے۔'' (پیش از گفتار، ملک العلما، ص ۷ ر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، انٹرنیشنل، کراچی)

آپ نے علم وتحقیق، تصنیف وتالیف کے مختلف میدانوں میں منفرد کارنامے انجام دیے، اپنے نوکِ قلم سے اتنا لکھا کہ ان کو یقیناً مصنف کتب کثیرہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا لیکن علامہ شہسرامی کی بزرگانِ دین اور اسلاف کرام سے محبت وعقیدت مثالی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی تصنیفات وتحقیقات، تراجم ومؤلفات اور مرتبات ومقالات، تقریظات وتقدیمات وغیرہ میں اسلاف شناسی کا جوہر ایسا شامل بلکہ غالب ہے کہ موصوف کے تحریری وتصنیفی اور تحقیقی وتالیفی کام اور ان کی تفصیلات کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے گویا کہ موصوف نے خود کو اسلاف شناسی کے لیے ہی وقف کر دیا ہو، آپ نے جن بزرگوں کے مخطوطات پر کام کیا ہے، ان پر گراں قدر علمی و تحقیقی مقدمہ تحریر فرمایا، نیز ان پر جا بجا حسب ضرورت قیمتی، مفید اور معلومات افزا حواشی کے اضافے کا بھی اہتمام کیا، آپ کے حواشی علمی وتحقیقی اور مستند ومضبوط دلائل سے مزین ہیں، حشو وزوائد سے پاک، بے جا طوالت سے محفوظ اور عبارات کے مخفی گوشوں کو اجاگر کرنے والے اور جمہور اہل سنت کے موقف حقہ کو ظاہر وثابت کرنے والے ہیں۔

خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، بلگرام مقدس کے مشائخ اور دیگر سادات کرام، علما ومشائخ کا علمی وروحانی، تعلیمی وتحقیقی تعارف ان کی بے مثال خدمات کا اہم حصہ ہیں، آپ کی مندرجہ ذیل نگارشات جو میرے پاس ہیں ان کی کچھ تفصیلات پیش کی جاتی ہیں:

(۱) سند السادات فی حسن خاتمة السادات [فضائل سادات] (۲) منبع الانساب (۳) اوراد قادریہ (۴) نظم

اللآلی فی نسب آل علاء الدین العالی[صغروی سادات بلگرام] (۵)النور والبھا لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء(۶) خاندان برکات کی علمی وادبی خدمات(۷) حضرت نوری بریلوی کے شیخ طریقت (۸) دائرۂ قادریہ (۹) حیات ملک العلما(۱۰) فتاوی ملک العلما۔

سندالسادات[فضائل سادات]

یہ کتاب حسان الہند علامہ غلام علی آزاد حسینی واسطی بلگرامی [ولادت ۲۵ رصفر ۱۱۱۶ھ، وفات ۲۴ر ذی قعدہ ۱۲۰۰ھ] کی فارسی زبان میں تصنیف ہے، اس کتاب میں سادات کرام کے فضائل وخصائص، سادات میں کون کون حضرات شامل ہیں، سادات کے کفواور سادات کرام کو پند ونصیحت وغیرہ پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب بھی نایاب تھی آپ نے اس کے مخطوط کی بازیابی فرما کراس پر کام کیا، اردو بامحاورہ ترجمہ کے قالب میں ڈھالا جو کہ ۶۲ رصفحات پر مشتمل ہے، اس کے بعد اس پر گراں قدر حواشی کا اضافہ مستند حوالوں سے فرما کر حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہما کی تحریروں سے تائید وتوثیق پیش کرتے ہوئے اپنے کلام کو مزید استحکام بخشا ہے، سب سے اخیر میں انساب اور سادات کرام کے عنوان سے آپ کی نہایت ہی علمی وتحقیقی تحریر شامل ہے جس میں فضیلت نسب، حضور کی قرابت کے فوائد، فضائل اہل بیت اور علم الانساب وغیرہ پر تفصیلی کلام فرمایا ہے اس طرح یہ ترجمہ شدہ کتاب حواشی کے ساتھ ۱۳۲ رصفحات پر مشتمل ہے۔

منبع الانساب

یہ کتاب حضرت سید معین الحق بن شہاب الحق جھونسوی قدس سرہ کی فارسی تصنیف ہے، جس میں بینادی طور پر سادات کرام کا تذکرۂ جمیل ہے، یہ کتاب سات فصلوں پر مشتمل ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کے اخلاف کی اجمالی تفصیل، امیر المومنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے لے کر حضرت امام حسن عسکری قدس سرہ، ان کے اخلاف کے مختصر حالات، حسنی حسینی سادات، علوی حضرات کے خانوادوں، عرب وعجم بالخصوص برصغیر ہند وسندھ اور پاک میں سادات اور مشائخ سلسلہ عالیہ قادریہ وسلسلہ عالیہ سہروردیہ وغیرہ تذکرہ وتفصیلات مشتمل ہے، یہ مخطوطہ بھی تقریباً ۶ رسوسالہ قدامت لیے ہوئے یہ نادرونایاب علمی ونسبتی جوہر مختلف ذاتی کتب خانوں میں گم نام وروپوش تھا، آپ نے اس مخطوط کا عام فہم، آسان ترجمہ فرمایا، ابتدا میں آپ کا تحقیقی وعلمی مقدمہ شامل ہے، ۵۰۴ رصفحات پر مشتمل یہ کتاب ۲۰۱۰ء میں ''سلطان شیر شاہ سوری، پبلی کیشنز، شہسرام'' کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔

اورادقادریہ

یہ کتاب علامہ شہسرامی کی تالیف وترتیب ہے، اس میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ کے گوشوں کو علمی وتحقیقی مستند طرز پر اجاگر کیا، آپ کے تصنیف فرمودہ درودہائے مبارکہ، آپ کے معمول ومنقول دیگر اوراد واعمال اور آپ کی شان میں دیگر مشائخ عظام کے منتخب مناقب کے ساتھ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے تحریر فرمودہ ''مناقب غوثیہ رضویہ'' کو بطور وظیفہ شامل فرمایا ہے، یہ ۲۴۰ ر صفحات پر مشتمل کتاب ۲۰۱۰ء میں سلطان شیر شاہ سوری پبلی کیشنز، شہسرام کے اہتمام سے شائع ہو چکی ہے۔

نظم اللآلی[صغروی سادات بلگرام]

یہ کتاب حضرت مولانا سید محمد بن سید غلام نبی بلگرامی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے جس میں سادات بلگرام کی بہت سی خاندانی تفصیلات درج ہیں جو کہ بلگرامی سادات کے لیے اہم مرجع کا مقام رکھتی ہیں، یہ کتاب فارسی زبان میں تھی جس کے متعلق علامہ شہسرامی خود تحریر فرماتے ہیں:

''نظم اللآلی بھی فن علم الانساب سے تعلق رکھتی ہے جس میں سادات بلگرام کی شاخ پچ بھیّہ کے افراد کی نسبی تفصیلات پیش کی گئی ہیں، یہ کتاب افراد خاندان کے لیے حوالے کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کتاب فارسی زبان میں تحریر ہوئی، اس کی نثر متوسط فارسی اسلوب لیے ہوئے ہے، شستگی اور سہولت بہت زیادہ نہیں ہے، لیکن کوئی خاص ژولودگی بھی نہیں ہے۔''

یاد علامہ ساحل شہسرامی

(تقدیم،نظم اللآلی فی نسب آل علاء الدین العالی/
صغروی سادات بلگرام،ص ۱۶: سلطان شیر شاہ سوری، پبلیکیشنز، شہسرام)

اس کتاب پر آپ کی علمی و تحقیقی اور تاریخی تقدیم ہے جس میں تصنیف کتاب کے پس منظر، مصنف کے مختصر حالات اور نسب کی شرافت اور اس کے تحفظ کے اہتمام پر دلائل و براہین سے مزین تفصیلی و علمی کلام بلکہ علم انساب کی تدوین، اس کی ابتدائی ومشہور کتابوں اور ہندوستان میں اس فن پر جو تحریری کام ہوئے ان کو بھی جامعیت سے ذکر فرمایا ہے، آپ نے اس فارسی مخطوط پر کام کیا اور اس کا اردو زبان میں آسان اور سلیس اردو ترجمہ کیا، گراں قدر علمی حواشی سے مزین کیا، جس کو ''سلطان شیر شاہ سوری، پبلی کیشنز، شہسرام'' سے شائع کیا گیا جو کہ ۶۰ ۳ رصفحات پر مشتمل ہے۔

النور والبہا

یہ کتاب سراج السالکین حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ کی عربی تصنیف ہے، جس میں آپ نے کتاب اللہ، صحاح ستہ، مؤطا امام مالک، مصافحات ومسلسلات، حرز یمانی، حزب البحر، دلائل الخیرات، حصن وحصین وغیرہ فنون کتب کی حاصل شدہ اسانید واجازات اور جن تیرہ سلاسل طریقت کی ان کو اجازتیں حاصل تھیں ان کی تفصیلات کو درج فرمایا ہے، اس پر بعض مقامات پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ وضاحتی حاشیے بھی تحریر فرمائے، تقریباً ایک سو چالیس سالہ قدیم اس عربی کتاب کے مخطوط پر کام کی سعادت بھی علامہ شہسرامی کے حصہ میں آئی، اور آپ نے اس کا اردو سلیس ترجمہ فرمایا جو ۸۰ر صفحات پر مشتمل ''سلطان شیر شاہ سوری، پبلیکیشنز، شہسرام'' کے اہتمام سے ۲۰۱۰ء میں شائع ہو کر عام ومقبول ہوئی۔

خاندان برکات پر علمی وادبی خدمات

خاندان برکات جہاں روحانی اعتبار سے عظیم علما ومشائخ کا پیر خانہ ومرکز عقیدت ہے اس کی روحانی خدمات کی شعائیں جس طرح سے برصغیر میں عام وتام ہیں ایسے ہی خاندان برکات کی علمی وادبی خدمات میں بھی مثالی ہیں لیکن اس عنوان پر باضابطہ علامہ شہسرامی سے قبل کسی نے بھی اتنے شرح و بسط سے نہیں لکھا تھا یہ منفرد کام بھی آپ ہی کے حصہ میں درج ہوا۔

حضرت نوری میاں پر مقالہ

حضور مفتی اعظم ہند کے شیخ طریقت سرکار سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی'' کے عنوان سے آپ نے جامع مضمون تحریر فرمایا جو''سال نامہ اہل سنت کی آواز'' ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا، اس کا انٹرنیٹ ایڈیشن ''نوری مشن مالیگاؤں'' نے ۲۰۱۹ء میں شائع کیا یہ فل اسکیپ [A4] سائز میں ۱۳ رصفحات پر مشتمل ہے، اس میں حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ کا جامع تذکرہ جو کہ آپ کے نام ونسب، ابتدائی حالات، تعلیم وتربیت، علوم ومعارف میں آپ کے عظیم مراتب اور کشف وکرامات اور آپ کے علمی وروحانی متروکات کے ذکر جمیل پر مشتمل ہے۔

دائرۂ قادریہ

اس کتاب میں بلگرام شریف کا جغرافیہ، اس کی فتح وتعمیر نو، صغروی سادات کی شاخیں، ان کی منصب داریاں، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید حضرت خواجہ عماد الدین بلگرامی، ودیگر مشاہیر بلگرام سید محمد چشتی صاحب الدعوۃ الصغریٰ، حضرت سید شاہ محمد اجمل، بانی دائرۂ قادریہ بلگرام شریف حضرت سید محمد قادری، حضرت سید شاہ لطف اللہ قادری معروف بہ شاہ لدھا بلگرامی، حضرت سید زین العابدین قادری علیہم الرحمہ اور دائرۂ قادریہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا سید اویس مصطفی واسطی قادری بلگرامی دامت برکاتہم کے احوال وکوائف کو بیان کیا گیا ہے، ۶۸ ۳ رصفحات پر مشتمل یہ کتاب بھی ۲۰۱۱ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔

حیات ملک العلما

فاضل بہار ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے بحر علم وعرفان کے خاص فیض یافتہ ارشد تلمیذ، مسترشد وخلیفہ تھے جن کی زندگی علم دین کی خدمت، مسلک اہل سنت یعنی کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت، احقاق حق اور ابطال باطل میں

یاد علامہ ساحل شہسرامی

گزری، اعلیٰ حضرت قدس سرہ بھی ملک العلما پر بے پناہ اور مثالی شفقت فرماتے تھے، اپنے مشہور قصیدہ "الاستمداد" میں فرمایا ؎

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

ملک العلما قدس سرہ کی علمی وتحقیقی نگارشات، آپ فتاوی و تصانیف میں دلائل عقلیہ ونقلیہ کے وافر دلائل سے استدلال سے اس علمی وتحقیقی گھن گرج کو محسوس کیا جاسکتا ہے، علم توقیت میں ان کی مہارت پر برصغیر میں رائج ان کا مرتب فرمودہ مؤذن الاوقات ہے ان تمام علوم وفنون کو انہوں نے اپنے مربی، شیخ طریقت اور استاذ کامل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ فیض ترجمان سے حاصل کیا، جس کا اعتراف آپ کے شیخ ومربی اور استاذ امام احمد رضا قادری قدس سرہ اپنے ایک مکتوب میں یوں رقم فرمایا:

"مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز! ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کارِ افتا میں میرے معین ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں سب سے یہ زائد ہیں، مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ: (۱) سنی خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں۔ (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں۔ (۳) مفتی ہیں۔ (۴) مصنف ہیں۔ (۵) واعظ ہیں۔ (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کرسکتے ہیں۔ (۷) علمائے زمانہ میں علمِ توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔"

(مقدمہ صحیح البہاری، از: پروفیسر مختار الدین احمد، ص ۱-۲)

حیات ملک العلما پر جو آپ نے کام کیا ہے وہ بھی خود میں ایسی وسعت لیے ہوئے ہے کہ اس میں ملک العلما قدس سرہ کے ساتھ دیگر بزرگان کرام کی حیات طیبہ کے گوشوں کو اپنے دامن ذکر میں سمیٹے ہوئے ہے جس کا اندازہ ان مشمولات کو پڑھ کر بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے:

ملک العلما اور مارہرہ مطہرہ، ملک العلما اور علمائے شہسرام، حافظ الحدیث علامہ قادر بخش شہسرامی، مولانا سید ابوالحسن خوش دل شہسرامی، مولانا غیاث الدین حسن شریفی رضوی، مولانا سید عبدالغنی شہسرامی، مولانا سید شاہ ملیح الدین کبیری، مولانا نجم الدین شہسرامی، مولانا سید اظہار حسین شہسرامی، مولانا سید موسیٰ رضا کاکوی شہسرامی، مولانا حکیم سید وصی احمد شہسرامی، مولانا سید غلام مخدوم مست شہسرامی، مولانا ابوصالح ظہیر الدین فریدی، مولانا حکیم محمد یحییٰ شہسرامی، ملک العلما کی شہسرامی تصنیف۔

ملک العلما کے احباب میں صدر الشریعہ، حافظ ملت، سید شاہ حسام الدین احمد منعمی، حافظ عبدالرؤف بلیاوی، تاج العلما اور سید العلما مارہروی علیہم الرحمہ وغیرہم کا ذکر جمیل بھی نہایت ہی خوبی کے ساتھ فرمایا ہے۔

فتاوی ملک العلما

اس مجموعہ میں جو فتاویٰ شامل ہیں، اس کے بیشتر فتاویٰ حضرت ملک العلما علیہ الرحمہ نے ۱۳۲۳ھ تا ۱۳۲۵ھ کے دوران تحریر فرمائے تھے کہ جس زمانے میں آپ بریلی شریف میں مقیم تھے اور مسوّدات کی ابتدا میں خطبہ کے بعد یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے:

"امابعد! فقیر بارگاہ رضوی محمد ظفر الدین بہاری میجروی قادری برکاتی غفرلہ مامضیٰ وماسیاتی، ملتمس کہ یہ چند استفتا مع جوابات ہیں جو بزمانہ قیام بریلی شریف میں سائلوں کے جواب میں لکھے گیے، عام مسلمانوں کے فائدے کے لیے کتابی شکل میں ایک جگہ کیے گیے، اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کی توفیق بخشے اور اس سے مسلمانوں خصوصاً حنفی بھائیوں کو فائدہ پہنچائے۔"

(تقدیم، فتاوی ملک العلما، ج ۱/ ص ۵۰/ المجمع الرضوی، بریلی شریف)

ملک العلما نے جو اشاعت کی توفیق کی دعا فرمائی تھی ایک طویل زمانہ گزرنے کے بعد وہ دعا علامہ شہسرامی کے حق میں قبول ہوئی، اور اس دشوار گزار وجاں کاہ کام بھی آپ کے ذریعہ تکمیل کو پہنچا، فتاویٰ ملک العلما کی ترتیب واشاعت کا کام کتنا دشوار تھا، اس کا ٹھیک اندازہ تو وہی افراد لگا سکتے ہیں جن کو اس میدان میں کام کرنے کا خاطر خواہ تجربہ ہو لیکن کچھ اندازہ علامہ شہسرامی کی اس تحریر سے ہوسکتا ہے:

یاد علامہ ساحل شہسرامی

''بیشتر مسودات بہت ژولیدہ خط تھے اور بعض کے اوراق تو اس قدر بوسیدہ تھے کہ ان کی سیاہ زیراکس کاپیاں پڑھنا بھی کارے دارد۔ بہرحال! احقر نے اپنے مولا کے بھروسے پر حضرت ملک العلما قدس سرہ کی روحانیت سے استعانت کرتے ہوئے اس ناصاف مسودے کی زیراکس کاپیاں دیکھنی شروع کیں۔ ناقل نے کتابت میں اتنی زیادہ غلطیاں کی تھیں کہ اسے پڑھنے اور درست کرنے میں کئی ہفتے بیت گئے، بہت سے اوراق کرم خوردہ تھے یا ان کی سطریں وقفے وقفے سے مسلسل نہ تھیں، انہیں ملانے اور وہاں مناسب الفاظ جوڑنے میں جو زحمت اٹھانی پڑی، اس کا کیا ذکر کروں۔'' (تقدیم: فتاویٰ ملک العلما، ج ۱ ص ۹، المجمع الرضوی، بریلی شریف)

اسی میں ہے:

''اس مجموعۂ فتاویٰ میں ایک سو چوبیس فتاوی شامل ہیں جن میں کئی ایک بہت مبسوط، مفصل اور بڑے قیمتی ہیں انہیں میں یہ چھ رسائل شامل ہیں [ترتیب وار ان رسائل کے نام جو فتاویٰ ملک العلما میں شامل ہیں] یہ وہ رسائل ہیں جو کسی استفتا کے جواب میں معرض تحریر میں لائے گئے، یہ پورا مجموعہ گیارہ ابواب پر تقسیم ہے جن میں ایک سو چوبیس فتاویٰ شامل ہیں۔'' (ملخصا، مرجع سابق، ص ۵۰)

یہ مجموعہ ۵۱۲ رصفحات پر مشتمل ہے، شروع میں آپ کا طویل مقدمہ ہے جس میں آپ نے فتاویٰ کی روشنی میں علوم حدیث و تفسیر میں ملک العلما کی مہارت، عقائد و مناظرہ میں کامل دسترس، علم ہیئت و توقیت میں معاصرین میں امتیازی حیثیت، فقہ و تصوف میں جامعیت اور آداب افتا کی رعایت کو بیان تفصیل سے بیان کیا اور فقہ و افتا کے تعارف و تاریخ کے گوشوں کو محیط ہے۔

اسلاف شناسی کے باب میں آپ کی یہ تمام خدمات مثالی ہیں جو ان کو اپنے معاصرین میں ممتاز و بے مثال ثابت کرتی ہیں اس کے علاوہ یہاں پر ''نظم اللآلی فی نسب آل علاء الدین العالی [صغروی سادات بلگرام]'' کے مقدمہ سے ان کی تحریر فرمودہ کچھ ایسی کتب کی فہرست پیش کی جاتی ہے جو اسلاف شناسی سے تعلق رکھتی ہیں:

(۱) ملک العلما کی علم حدیث میں نمایاں خدمات [یہ زیر تکمیل تھی] (۲) امام اعظم اور علم حدیث (عربی) [۱۴۴ رصفحات، غیر مطبوعہ] (۳) حضرات محدثین کے اخلاق کریمانہ [۱۲۸ ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۴) حسام الحرمین اور بہار کے علما و مشائخ [۱۲۸ رصفحات، غیر مطبوعہ] (۵) مخدوم سمناں کے علمی آثار [۱۲۰ ر صفحات، غیر مطبوعہ] (۶) مساہمۃ العلامۃ فضل حق الخیرآبادی فی الدراسات الاسلامیۃ والفلسفیۃ (یہ آپ کا پی ایچ ڈی کا عربی مقالہ ہے) [۵۰۰ رصفحات، غیر مطبوعہ] (۷) شدھی تحریک اور صدر الافاضل [۹۶ رصفحات، غیر مطبوعہ] (۸) تذکار قدوسی [۳۶۸ ر صفحات، غالباً مطبوع] (۹) حافظ ملت [۳۶۸ رغیر مطبوعہ] (۱۰) حکیم الاسلام مفتی مظفر احمد قادری، حیات و خدمات [۱۱۲ رصفحات، مطبوع] (۱۱) حضرت سید شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہ حیات و خدمات [۲۷۲ رصفحات، غیر مطبوعہ] (۱۲) حضرت صادق شہسرامی حیات اور شاعری [۳۶۸ رصفحات، مطبوع] (۱۳) خاندان برکات کی علمی اور ادبی خدمات [۳۶۸ رصفحات، مطبوع] (۱۴) خواجۂ ہند [۲۴۰ رصفحات، غیر مطبوعہ] (۱۵) دائرۂ قادریہ، بلگرام شریف [۳۶۸ رصفحات، مطبوع] (۱۶) شارح بخاری [۵۰۴ رصفحات، غیر مطبوعہ] (۱۷) صاحب عرس قاسمی [۶۴ رصفحات، مطبوعہ] (۱۸) صدر الشریعہ [۳۶۸ رصفحات، غیر مطبوعہ] (۱۹) قطب الاقطاب دیوان محمد رشید مصطفی عثمانی، حیات و افکار [۱۸۴ رصفحات، غیر مطبوعہ] (۲۰) مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی رضوی، حیات اور شاعری [۲۸۴ رصفحات، غیر مطبوعہ] (۲۱) امام احمد رضا اور شہسرام [۱۲۸ رصفحات، غیر مطبوعہ] (۲۲) رضا شناسی کے تقاضے اور خانوادۂ رضویہ کی خصوصیات [۳۲ رصفحات، غیر مطبوعہ] (۲۳) مخدوم جہاں اور امام احمد رضا [۱۲۸ رصفحات، غیر مطبوعہ] (۲۴) مفتی اعظم [۳۶۸ رصفحات، غیر مطبوعہ]

اس کے علاوہ وہ تمام عربی و فارسی کتب جن کا آپ نے ترجمہ کیا اور ان پر گراں قدر حواشی کا اضافہ کیا وہ بھی اسی ضمن میں آتے ہیں اور درجنوں آپ کے وہ مقالات جو اسلاف کی حیات و

خدمات پر مشتمل تھے اور رسائل جرائد میں شائع ہوئے، یا سیمینار میں پیش کیے گیے۔

مرشد سے مثالی عقیدت ومحبت

مرشد برحق حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری قدس سرہ سے آپ بیعت تھے، حضرت سے بے پناہ الفت ومحبت کرتے تھے، جب ذکر کرتے تو الفاظ وانداز دونوں محبت مرشد سے سرشار رہتے، ۱۹؍مئی ۲۰۱۶ء کو ''الجامعۃ الرضویہ'' مغل پورہ پٹنہ، بہار کے زیر اہتمام ''حضور تاج الشریعہ سیمینار'' کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں راقم بھی شریک تھا وہیں موصوف سے باضابطہ ملاقات ہوئی تھی، اس سیمینار میں آپ نے اپنے مقالے ''حضور تاج الشریعہ ایک مرشد کامل'' کو نہایت ہی منفرد انداز میں سامعین کے سامنے پیش کیا اس سے ایک اقتباس کو نقل کیا جاتا ہے پڑھیے اور دیکھئے کہ کس روحانی وعرفانی طریقے سے مرشد کی عظمت و رفعت کا اظہار واعتراف کیا ہے:

''آپ کی ذات گرامی سے متعدد کرامات کا صدور ہو چکا ہے لیکن اس کے عمومی اظہار سے حد درجہ احتراز رہتا ہے، خود میں کئی کرامات کا شاہد ہوں لیکن ابھی اس کے بیان سے دست کش ہوتا ہوں، آپ کی عرفانی تہہ داریوں اور بحر توحید میں شناوری کا شاید ہی کسی عامی کو اندازہ ہو لیکن اہل نظر آپ کے مقام عشق وعرفان سے خوب آشنا ہیں، عرب وعجم، بلاد افریقہ ویورپ کے لاکھوں سادات، مشائخ، علما، فضلا، ماہرین کی آپ کے دامان کرم سے وابستگی یونہی نہیں ہے، آپ کے حلقہ بگوشوں میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ اللہ کی بہت ساری غیر مرئی مخلوقات بھی ہیں، ایک اہل نظر نے صادق لب ولہجے میں مجھ سے بیان کیا کہ حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے دو لاکھ سے زیادہ جنات مرید ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ہندوستان کے اندر آپ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابت کے منصب پر فائز ہیں۔'' (معارف تاج الشریعہ، ص ۳۸۴، الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ)

نظم اللآلی فی نسب آل علاء الدین العالی/صغروی سادات بلگرام کی تقدیم میں مرشد کی محبت میں لبریز ہو کر یوں رقم طراز ہیں:

''میرے مرشد برحق نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ سراج الطریقہ عارف باللہ قاضی القضاۃ فخر ازہر حضرت علامہ مفتی شاہ اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ جانشین مفتی اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ، بریلی شریف کے دعائیہ کلمات ہمارے لیے سرمایۂ سعادت ہیں، مولا تبارک وتعالیٰ ان کے فیوض وبرکات روحانیہ وعلمیہ سے اس گناہ گار کو خاص حصہ نصیب فرمائے اور کل بروز محشر ان کے کفش برداروں میں حشر نصیب فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔'' (تقدیم: صغروی سادات بلگرام، ص ۱۷، سلطان شیر شاہ سوری، پبلی کیشنز، شہسرام)

بارگاہ مرشد میں مقام قبول

علامہ شہسرامی کو مرشد کی بارگاہ سے ان کی علمی وتحقیقی، مذہبی ومسلکی خدمات پر درجۂ قبولیت واعتماد کا تمغۂ صد افتخار حاصل تھا حضور تاج الشریعہ ان پر اظہار اعتماد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''زیر نظر کتاب ''نظم اللآلی'' انہیں صغروی سادات بلگرام کے نسب ناموں اور کارناموں کے تعارف پر مشتمل ہے جو آج سے دو سو سال پہلے لکھی گئی اور آج اس کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت عزیز القدر مولانا مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی [علیگ] کو حاصل ہوئی، میں اپنی علالت کی وجہ سے تو اسے پڑھوا کر نہ سن سکا لیکن ''ارشاد میاں'' کے علمی تجربے کی وجہ سے مطمئن ہوں کہ ترجمہ مناسب ہوگا۔'' (تقریظ: صغروی سادات بلگرام، ص ۶، سلطان شیر شاہ سوری، پبلی کیشنز، شہسرام)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''عزیز القدر مولانا ارشاد احمد رضوی سلمہ شریف الطبع، پرخلوص طبیعت رکھتے ہیں، خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت میں مصروف ہیں، اس کی دلیل یہ کتاب ''فتاوی ملک العلما'' اور ان کی دیگر تصانیف ہیں، ان کی لگن، محنت اور لیاقت کو دیکھ کر دل بقیہ ص ۶۷؍ پر

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: مفتی مشتاق احمد رضوی عزیزی*

ایک واجداوج علامہ مفتی ساحل شہسرامی

۱۴۴۶ھ ——— علیہ الرحمۃ

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

صاحب تصنیف وتحقیق بادشاہِ قرطاس وقلم حضرت علامہ حافظ وقاری ومفتی ڈاکٹر محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ جہاں علم ودانش کی ایک نامور اور شہرت یافتہ شخصیت تھے، جس دور میں آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں استاذ اور شعبہ افتا کے مفتی تھے، اُس وقت نائب مفتی اعظم ہند فقیہ العصر شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں آپ کو قُربِ خاص حاصل تھا، شارح بخاری کے نہایت معتبر اور معتمد تھے، آپ کی فکری اور تحریری کدّوکاوش کو بنظر تحسین دیکھتے تھے، جلوت وخلوت کہیں بھی برملا آپ کی عمدہ اور سنجیدہ نگارش پر داد وتحسین دیتے اور خوشی کا اظہار فرماتے، یہاں سے آپ کو بڑی شہرت ملی علمی دنیا میں خوب چرچا ہوتا گیا۔

قیام اشرفیہ کے زمانے میں ایک بار آپ نے حضور شارح بخاری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بیرون ملک ہرارے، زمبابوے وغیرہ مما لک افریقہ کے دورے کئے واپسی کے بعد پورا تفصیلی سفرنامہ تحریر کیا جسے ماہنامہ اشرفیہ مبارک نے شائع کیا تھا، مجھے اُس کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا تھا، اِس کے بعد آپ کی تحریروں کو پڑھنے کا موقع ملتا رہا اور شانِ علمی سے متاثر ہوتا رہا۔

آج سے دو سال قبل تک ملاقات کا شرف حاصل نہ تھا، جبکہ اشتیاق ایک زمانے سے تھا، حسن اتفاق کہ ۲۴ رنومبر ۲۰۲۲ء کو حضرت سید سراج اظہر صاحب نوری علیہ الرحمۃ کے سالانہ عرس میں شرکت ہوئی، جہاں آپ کا دیدار رہا، مائک پر محوِ خطاب تھے، عوام کے علاوہ اسٹیج پر جلوہ فرما علماو مشائخ محفوظ ہو رہے تھے گویا سامعین کی خصوصی توجہ اپنی زبان سے کہہ رہی ہے تھی۔ع

جواہراتِ علوم ودانش زباں سے اپنی لٹا رہے ہیں

سراجی نگاہ میں آپ مقبول تھے، یہاں سے شائع ہونے والی ہر تحریر پر پہلے آپ کی نظر کا پڑنا ضروری جانا جاتا تھا، چنانچہ اِس دیدار کے بعد باقاعدہ ملاقات گزشتہ ۱۷ رفروری ۲۰۲۴ء کو الجامعۃ الرضویہ کلیان مہاراشٹر میں ہوئی، اِس تاریخ میں جامعہ کا ۲۵ رواں جشن تاسیس تھا اور اسی موقع پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ذات پر سیمینار بھی منعقد ہوا تھا، جس میں شرکت کے لئے علامہ ساحل علیہ الرحمۃ تشریف لائے ہوئے تھے، یہاں سبھی شرکائے سیمینار ایک بلڈنگ میں اقامت پذیر تھے، میں موصوف سے ملنے کے لئے حاضر ہوا تھا آپ محوِ استراحت تھے، مگر مجھے دیکھ کر فوراً کھڑے ہوگئے میں نے آپ سے مصافحہ معانقہ کیا بہت پرتپاک، ملاقات رہی آپ کے حسن اخلاق کو دیکھ کر یہ کہنا پڑا کہ حدیثِ پاک بعثت لاتمم مکارم الاخلاق، صرف پڑھا ہی نہیں بلکہ اُس پر سختی سے عامل بھی ہیں یعنی ع

اُن کے اخلاق ومودت کا کچھ جواب نہ تھا

علامہ ڈاکٹر ساحل شہسرامی علیہ الرحمۃ کی قلمی خدمات شہرۂ آفاق ہیں جو ملت کے اکابر واماغر صاحبان علم وفضل کے نزدیک مقبولیت کے مقام پر فائز ہیں، اِس وقت میرے سامنے حضرت سید معین الحق چشتی جھونسوی علیہ الرحمہ کی کتاب منبع الانساب ہے جس کے ترجمہ، حاشیہ نگاری اور تقدیم کا حسن آپ کے قلم زرنگار کا مرہون منت ہے کتاب سے متعلق کیا گیا کام ہر طرح سے قابل صد تعریف ہے، چنانچہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”اصل متن کے ساتھ مترجم سلمہٗ نے گراں قدر حواشی کا بھی اضافہ کیا ہے جن میں میرے جدّ کریم امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ صوفیانہ افادات کا خاصا حصہ شامل کیا ہے، کتاب اصل متن کے ترجمے اور حواشی کے ساتھ نوسو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے، ترجمہ سلیس اور رواں ہے،

اِس دستاویزی کام کو دیکھ کر عزیز القدر کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے، دعا گو ہوں کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ مولانا مفتی ارشاد احمد رضوی کی یہ گراں قدر علمی خدمت قبول فرمائے۔''

لاہور پاکستان کے معروف انشائگار علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدیر جہانِ رضا نے بھی اِس تاریخی کارنامہ کی سراہنا اِن لفظوں میں کی ہے وہ لکھتے ہیں:

''یہ علمی اور فنی سرمایہ حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی صاحب زیدمجدہٗ کے ہاتھوں پہنچا تو اُس نے اردو کے لباس میں بہت خوبصورت گلدستے کی شکل اختیار کرلی اصل کتاب کی قدرو قیمت گراں قدر حواشی نے اِس کی رونقوں میں اور اضافہ کردیا یہ حواشی حشو وزائد سے پاک بے جا طوالت سے محفوظ ہیں اور کتابِ مبارک منبع الانساب کے مخفی گوشوں کو اجاگر کرتے ہیں حضرت علامہ نے جہاں ضرورت محسوس کی وہیں حاشیہ آرائی کی ہے غیر ضروری اضافے اور طوالت سے گریز کیا ہے۔

علامہ ساحل شہسرامی (علیگ) مصباحی فاضل اور اہل سنت کے معروف نوجوان اسکالر ہیں احقر سے دیرینہ علمی اور مراسلاتی رابطے ہیں آپ کے قیمتی مضامین ماہنامہ جہان رضا لاہور کے صفحات کی زینت بن چکے ہیں اور اِس فاضل اہل سنت کی پھولوں سے گھری ہوئی باتوں سے قارئین جہانِ رضا فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔'' (ص ۵۳)

قاضی شہر رام پور علامہ مفتی سید شاہد علی حسنی رضوی آپ کی ستودہ صفات ذات سے متعلق لکھتے ہیں:

''مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی فاضل ہیں، مفتی ہیں، جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں مدرس رہ چکے ہیں، ابھی حال ہی میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی زبان میں مجاہدِ آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ پر پی ایچ ڈی کر چکے ہیں، درجنوں کتاب لکھ چکے ہیں، انہوں نے اپنے علم وفضل کا ماہرانہ استعمال کرتے ہوئے اِس گراں قدر کتاب کا بہت سلیس ترجمہ کیا ہے، میرے اِس خیال کی تائید وہ سبھی حضرات کریں گے جو اِس کتاب کے مطالع کا شرف حاصل کریں گے اہل سنت کے اِس جواں سال فاضل سے امتِ مسلمہ کو بہت ساری دینی اور علمی توقعات وابستہ ہیں۔'' (ص ۵۶)

بڑوں کے جانچنے کا معیار بڑا ہوتا ہے، اُن کی بارگاہوں میں پیش کی گئی، تحریر کا حسن وجمال اور اُس کا نقص اِسی طرح گفتگو کا عیب وہنر تھوڑی ہی دیر میں کُھل کر سامنے آجاتا ہے، علامہ ساحل علیہ الرحمہ کی ذات کے سلسلے میں یہ اقتباسات اُن علما مشائخ کے ہیں جن کا علمی مقام پوری دنیائے دانش بینش میں مسلم ہے، انہوں نے علامہ ساحل کو اپنے معیار کے مطابق پایا تو اُن کو اپنا قریبی بنایا اور اُن کے علمی پایا کو سراہا۔ ع

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

◆◆◆

ص ۱۷ رکا بقیہ......................................

کچھ بتاؤں گا، مگر میری حرماں نصیبی کہ اس کے بعد ادارے کا سالانہ امتحان، رمضان، سفر وطن، عیدالاضحیٰ اور محرم الحرام میں بارہ روزہ خطاب وغیرہ کی یکے بعد دیگرے مصروفیات کی وجہ سے حضرت سے رابطہ ہی نہیں کر پایا۔

13ر محرم الحرام کو فتاویٰ شمس العلماء کی فائنل کاپی مولانا عسجد صاحب سے طلب کی تھی اور اس کی پرنٹ کے بعد حضرت سے بات کرنے والا ہی تھا کہ 17ر محرم الحرام کو وصال کی خبر نے دل کو بہت رنجیدہ کیا اور اب انا للّٰہ وانا الیہ رجعون کے پڑھنے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔

اللّٰہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ کریم ان کی نیکیوں کو قبولیت کو درجہ عطا فرمائے، ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور صبر پر اجر جزیل نوازے اور ادارہ سنی دنیا بریلی شریف کے جملہ اراکین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک اہم شخصیت پر خصوصی ضمیمہ شائع کرنے کا اہتمام کیا، اللّٰہ پاک ان کے اس جذبے کو قبول فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

◆◆◆

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: مولانا عبدالمقتدر خان جالوی*

حضرت علامہ ارشاد احمد رضوی! حیات وخدمات

یاد علامہ ساحل شہسرامی

حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی علیہ الرحمہ بلند پایہ عالم، عمدہ محقق، بہترین نقاد، شاندار سخنور، اعلیٰ درجہ کے نثر نگار، نامور مصنف، بے باک صحافی، زبردست مترجم، خطیب اہلسنت، پیر طریقت اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں منتہی کتابوں کے پڑھانے والے استاذ تھے، ان کی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں گزری، ان کی ذات میں اسلاف کے آثار اور بزرگوں کے اطوار دکھائی دیتے تھے، ان کا قلم اس قدر محتاط ہوتا تھا کہ آداب شریعت کی نزاکتوں سے کبھی غافل نہیں ہوتا، ذیل میں ان کی زندگی کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔

نام ونسب: آپ کا اسم گرامی ارشاد احمد، والد ماجد کا نام اشفاق احمد اور جد امجد کا نام وصی احمد بتایا جاتا ہے، قلمی نام ساحل سہسرامی اور اسمائے نسبتی رضوی، ضیائی مصباحی اور علیگ وغیرہ، مدار گیٹ، سہسرام ضلع رہتاس، بہار، بھارت میں ۱۹ر ستمبر ۱۹۷۳ء میں ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ابتدا تا ثانیہ دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام میں پڑھ کر ۲۹ر جولائی ۱۹۸۶ء میں ملک کی عظیم دینی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی میں داخلہ لیا اور وہاں کی باوقار ہستیوں سے تعلیم وتربیت حاصل کرتے رہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۸۹ء میں مولویت ۱۹۹۱ء میں عالمیت ۱۹۹۱ء میں قرأت حفص ۱۹۹۳ء میں قرأت سبعہ ۱۹۹۳ء میں فضیلت اور ۱۹۹۵ء میں تخصص فی الفقہ الحنفی کی سندیں لے کر فارغ ہوئے۔

درس وتدریس: بعد فراغت مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں آٹھ سالوں تک پڑھایا اور فتویٰ نویسی کا فریضہ بھی بحسن وخوبی انجام دیا، یہاں مسند تدریس وافتا پر فائز رہتے ہوئے ۲۰۰۱ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی میں آپ نے ایم اے کیا، اس کے بعد پھر وہیں سے ۲۰۱۰ء میں آپ نے پی ایچ ڈی کیا اور ۲۰۱۰ء میں ہی بنگلور سے آئی ای ایل ٹی ایس کی ڈگری بھی حاصل کر لی۔

بیعت وارادت: جانشین حضور مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور بیعت طلب احسن العلما، حضور سید حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے۔

اجازت وخلافت: تاج الشریعہ بریلی شریف، مخدوم گرامی علامہ سید اویس مصطفیٰ قادری بلگرام شریف، بادشاہ طریقت علامہ ڈاکٹر سید بادشاہ حسین واسطی بلگرام شریف، خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند علامہ غلام یٰسین رضوی قاضی شہر بنارس، جیسی نابغۂ روزگار ہستیوں سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

تصانیف وتالیفات: آپ رئیس التحریر اور ادیب عصر تھے، مزاج تحقیقی اور انداز انوکھا تھا، کہنہ مشق شاعر اور کامیاب نثر نگار تھے، تحریروں میں ادب کی چاشنی بھی ہوتی تھی اور فن کی گیرائی وگہرائی بھی پڑھے لکھے لوگ تحریروں کو از ابتدا تا انتہا پڑھتے تھے اور لطف اندوز ہوتے تھے، سو سے زائد مقالے لکھے کئی درجن کتابیں تصنیف فرما کر صاحبان علم ودانش سے داد وتحسین حاصل کیا، ان کی صوفیانہ مخطوطات کی تحقیق تدوین، ترجمہ اور تحشیہ یادگار ہیں، جن میں سے کچھ یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) وجود العاشقین، فارسی سے اردو ترجمہ (۲) منبع الانساب، فارسی سے اردو ترجمہ (۳) سلاسل صوفیہ، عربی سے اردو ترجمہ، تحشیہ، اضافہ (۴) وفیات الاعلام۔ (۵) سلاسل الانوار فی سیر الاخیار، فارسی سے اردو ترجمہ (۶) کاشف الاستار، فارسی سے اردو ترجمہ (۷) سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات (۸) شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن، ایک تنقیدی وتحقیقی جائزہ (۹) نظم الآلی فی نسب آل علاء الدین العالی، فارسی سے اردو ترجمہ، تحشیہ (۱۰)

* مضمون نگار دارالعلوم ضیائے مصطفےٰ اشرف نگر جالے، دربھنگہ کے استاذ ہیں۔

فتاویٰ ملک العلماء۔(۱۱) صحیح البہاری معروف بہ جامع الرضوی (۱۲) جمالیات اور قرآن حکیم (۱۳) فن ترجمہ اور قرآنی تراجم (۱۴) امام اعظم اور علم حدیث (عربی) (۱۵) حضرات محدثین کے اخلاق کریمانہ (۱۶) ملک العلماء کی حدیث میں نمایاں خدمات (۱۷) مجموعہ فتاویٰ، مصدقہ شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ (۱۸) فقہ وافتا اور اس کے تقاضے (۱۹) تصوف: چند وضاحتیں (۲۰) خواجۂ ہند (۲۱) مخدوم سمنانی کے علمی آثار (۲۲) امام احمد رضا اور سہسرام (۲۳) حسام الحرمین اور بہار کے علما و مشائخ (۲۴) مخدوم جہاں اور امام احمد رضا (۲۵) رضا شناسی کے تقاضے اور خانوادۂ رضویہ کی خصوصیات (۲۶) مفتی اعظم ہند (۲۷) صدرالشریعہ (۲۸) شدھی تحریک اور صدرالافاضل (۲۹) حافظ ملت (۳۰) شارح بخاری (۳۱) معارف سراج ملت (۳۲) متنبی: ایک خصوصی مطالعہ (۳۳) عرفان عرب (۳۴) مجموعہ کلام ''موج ساحل'' (۳۵) مجموعہ نعت ومناقب ''فکر سخن''

بیرونی ممالک کا سفر: مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ بموقعہ عمرہ جنوری ۲۰۱۸ء اس کے علاوہ جرمنی، ہالینڈ، بلجیم اور فرانس وغیرہ تشریف لے گئے۔

ایوارڈ: امام احمد رضا ایوارڈ، امام احمد رضا موومنٹ بنگلور سے ۲۰۱۳ء میں نوازے گئے۔

تقریظات وتصدیقات: بیس سے زائد بلند رتبہ کتابوں پر تقریظات وتصدیقات ومقدمات تحریر فرمائے۔

سیمینار و کانفرنس: بیس سے زیادہ فقہی، مذہبی اور ادبی سیمیناروں میں شرکت فرمائی اور اکابر کی موجودگی میں بیس بڑی کانفرنسوں میں بھی خطاب فرمایا۔

علمی ورفاہی خدمات: دینی مجلس سہسرام، ہفت روزہ نشست کی ۱۹۹۷ء میں تاسیس چیف ایڈیٹر، سالنامہ سہسرام رکن مجلس مشاورت، امام احمد رضا موومنٹ بنگلور سابق ایڈیٹر، سالنامہ اہل سنت کی آواز، علی گڑھ ڈائریکٹر و بانی۔ رضا فاؤنڈیشن سہسرام سابق ممبر مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور سابق لکچرار ونائب مفتی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

داغ مفارقت: دنیائے شعور وآگہی کی وہ بلند بانگ شخصیت جس نے شعور کو بھی آگہی اور آگہی کو بھی شعور کا اجالا عطا کیا تھا، جو ملت کی منتشر توانائیوں کو یکجا کرنے کی سعئ پیہم کرتا رہا۔ جو زبان وقلم اور کردار وعمل سے مسلک حقہ کی ترجمانی اور پاسبانی کرتا رہا جو ایمان وعقیدہ پر شبخون مارنے والوں کی خفیہ سازش کو بے نقاب کرتا رہا جو قلوب واذہان میں عشق مصطفوی کی شمع فروزاں کرتا رہا، وہ ۱۷ر محرام الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۴ر جولائی ۲۰۲۴ء بروز پیر بوقت صبح ہمیں داغ مفارقت دے گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے اور بہشت بریں کی بہاروں میں رکھے، نیز اہل خانہ، تلامذہ اور تمام مریدین ومعتقدین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا کرے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۶۳ر کا بقیہ

سے دعا نکلتی ہے۔'' (حیات ملک العلما، ص ۶ر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی)

یقیناً علامہ ساحل شہسرامی کے وصال سے علمی وتحقیقی اور روحانی میدان میں جو ایک خلا پیدا ہوا ہے بظاہر اس کی تلافی بہت مشکل ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کا نعم البدل پیدا فرمائے، جس شعر پر انہوں نے حیات ملک العلما کی تقدیم کا آغاز کیا تھا اس پر اختتام کر رہا ہوں ؎

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کچھ ایسے لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

◆◆◆

ص ۶۹ر کا بقیہ

کے لیے، اب ان کی یادوں کے نقوش باقی ہیں، ان کے علمی کام کی خوشبو اہل سنت کے گلشن میں پھیلی ہوئی محسوس ہوتی ہے، حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی ساحل شہسرامی علیہ الرحمہ یقینی طور پر علمی کام زندہ رہے گا، ساحل گرچہ تشنہ چھوڑ گیا لیکن شمع علم روشن ہے جس سے ساحل بھی فیض یاب۔

◆◆◆

یاد علامہ ساحل شہسرامی

(از: ڈاکٹر معین احمد خان قادری بریلوی *

ڈاکٹر ساحل سہسرامی! کچھ یادیں کچھ باتیں

یاد علامہ ساحل شہسرامی

رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

اللہ رب العزت جل جلالہ کا یہ مومنین پر فضل عظیم ہے کہ ہر دور میں مؤمنین کی صف میں ایسے نفوس قدسیہ ہر وقت موجود رہتے ہیں جو اپنی انتھک کاوشوں سے اس دین متین کی خاموش خدمت کرنا اپنا فرض عین سمجھتے ہیں، انہیں نہ اپنے آرام کا خیال ہوتا ہے نہ دنیوی منفعت کا ان کی لگن تو بس ایک ہی ہوتی ہے اور اپنی اسی دھن میں وہ دین کے بڑے بڑے کارنامے کم وقت میں انجام دے دیتے ہیں۔

آج سے تقریباً ۱۵/ یا ۱۶/ سال قبل جبکہ راقم الحروف جامعۃ الرضا متھرا پور بریلی شریف میں شعبہ انگریزی سے وابسطہ تھا، تو میرا تعارف مولانا ارشاد صاحب ہوا کہ انتہائی مخلص اپنی دھن میں لگے رہنے والے عالم دین ہیں جو اپنے قلمی نام ساحل شہسرامی سے مشہور و معروف ہیں، پہلی ہی نظر میں اور مختصر بات چیت سے اتنا تو اندازہ ہو ہی گیا کہ موصوف بہت سی ایسی خوبیوں کے مالک ہیں جو اس دور قحط الرجال میں نایاب نہ سہی تو انتہائی کمیاب ضرور ہیں، پھر یہ ملاقات و گفتگو کا سلسلہ کئی سال تک میسر رہا اور ان کی شخصیت کے مقناطیسی پہلو اجاگر ہوتے چلے گئے، اسی دوران کسی تصنیفی یا تالیفی سلسلے میں مسلسل چند ماہ ان کو بریلی شریف میں رہنے و بارہا جامعۃ الرضا آنے کا اتفاق ہوا، تو اکثر ملاقات ہوتی، میں ان کی محنت شاقہ اخلاق کریمانہ مسلک سے وابستگی و والہانہ عقیدت و محبت سے متاثر تھا، بلاشبہ وہ قلم کے دھنی تھے اور اخلاق کے بادشاہ بھی تھے، اگر ایک طرف ان کا قلم ارباب قلم متانت و سنجیدگی سلامت و روانی اور ٹھوس شواہد کے ساتھ ادبی چاشنی کے سنگم ہونے کی وجہ سے متاثر کرتا تھا تو دوسری طرف ان کا اخلاق و زندگی گزارنے کا انداز دیکھنے والے کو ان کا گرویدہ ضرور بناتا تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اپنے مرشد گرامی یعنی حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز سے بے پناہ محبت کرتے تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کئی مرتبہ ان کا اچانک فون آتا اور گھبرا کر حضور تاج الشریعہ کی خیریت معلوم کرتے شاید کچھ بدخواہوں اور حاسدین کی ریشہ دوانیاں ان کے کانوں تک پہنچتیں جوان جیسے عقیدت مندوں کو بے چین کر دیتیں اور وہ بے ساختگی کے عالم میں فون کرتے، بزرگان دین سے ایسی محبت اور مسلک و مشرب میں ایسا تصلب وہ بھی ایک ایسے شخص میں جس نے اپنی پی ایچ ڈی کی ڈگری علی گڑھ یونیورسٹی سے حاصل کی ہو ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے، پھر ادھر ایسا ہوا کہ میں بھی جامعہ سے گورنمنٹ کی ملازمت پر آ گیا، اس پر نہ صرف ملاقات بلکہ فون پر رابطہ بھی نہ رہا، پچھلی ملاقات میری جوان سے ہوئی وہ ۹/ سال قبل حضور امین شریعت علیہ الرحمہ کے نماز جنازہ میں اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں ہوئی لیکن ابھی جون ۲۰۲٤ء میں سرکار نوری میاں علیہ الرحمہ کی ایک تصنیف لطیف کے قلمی نسخوں کے سلسلے میں، میں نے ان سے فون پر بات کی تو ایک دم پہچان نہ سکے لیکن تعارف ہونے پر وہی پرانہ انداز جس میں خلوص و اپنائیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔

پتہ چلا کہ سخت علیل ہیں بینائی بہت بڑی حد تک متاثر ہو چکی ہے اور بلگرام شریف میں قیام پذیر ہیں، بار بار سرکار اعلی حضرت حضور مفتی اعظم و حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں دعا کرنے کی گزارش کی، اس علالت کے باوجود سرکار نور کی "النور والبہا" کے نسخوں کے تعلق سے وعدہ کیا صحتیابی کے بعد بقیہ ص ۴۵/ پر

* مضمون نگار گورنمنٹ اسکول بریلی شریف کے ٹیچر ہیں۔

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

ڈاکٹر ساحل شہسرامی! ساحل تحقیق تشنہ کام ہے

بقدرِ ظرف ہے ساقی خمارِ تشنہ کامی بھی
جو تو دریائے مے ہے تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا

یہ روح فرسا خبر موصول ہوئی کہ ۲۴؍ جولائی ۲۰۲۴ء/ ۱۷؍ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ بروز بدھ بوقت صبح محقق اہل سنّت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ رٰجعون۔ ڈاکٹر صاحب بڑے ذہین تھے، محقق و اسکالر تھے، مدبر و نباض تھے، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سابق استاذ تھے، علم و تحقیق کے کئی پروجیکٹس پہ کام کیا، درجنوں مقالات لکھے، کئی کتابیں تصنیف کیں، خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ شریف کے حوالے سے آپ کی تحقیقاتِ علمیہ بڑی وقیع ہیں، رضویات پر گہری نگاہ رکھتے تھے، قوتِ حافظہ و استحضارِ علمی مثالی پایا تھا۔

جس کا اندازہ مقالات کے مصادر و مراجع اور نتائج و اطلاقات سے ہوتا ہے، عالمی سطح کے متعدد رسائل و جرائد میں آپ کے مقالات شائع ہوئے، اہلِ علم آپ کی محققانہ صلاحیتوں کے معترف ہیں، کثیر علما وہ ہیں جنھوں نے درس گاہِ ساحل سے علمی تشنگی بجھائی ہے وہ درس گاہی صلاحیتوں کا ہمیشہ اعتراف کرتے ہیں، راقم کے ڈاکٹر ساحل صاحب سے علمی مراسم تھے، ممبئی اور کلیان میں متعدد ملاقاتیں رہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کی خدمات سے متعلق منعقدہ کئی سیمیناروں میں ان کے ساتھ شرکت کا موقع ملا، مقالہ خوانی جب کرتے تو بڑی باریک بیں نگاہ ہوتی، عنوان سے متعلق ہر جہت پر روشنی ڈالتے، عمدہ تجزیہ کرتے، نتائج کا استخراج کرتے، تدقیق کی گرہیں کھولتے۔

موصوف سے آخری ملاقات ۱۷؍ فروری ۲۰۲۴ء سنیچر کو کلیان میں منعقدہ امام احمد رضا سیمینار میں ہوئی، جہاں انھوں نے ایک نشست کی صدارت بھی کی، جب کہ اسی شب جانشین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری صاحب کی موجودگی میں اعلیٰ حضرت پر خطاب بھی کیا، سیمینار میں اپنا سنجیدہ و علمی مقالہ بھی پیش کیا، راقم کے عنوان ''حسام الحرمین اور تصدیقاتِ مشائخ'' پر تبصرہ بھی کیا، بعد از پروگرام قیام گاہ پر تقریباً دو گھنٹے علمی عناوین پر گفتگو رہی، انھوں نے نوری مشن کی مطبوعات و خدمات بالخصوص ''تاج الشریعہ کلینک'' کے امدادی طرز پر کام کو بہت پسند کیا اور کہا کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ اپنے علاقے میں اس طرح سے علاج کے ذریعے غریبوں کی مدد کی جائے، یہ بہت اچھا طریقہ ہے خدمت کا، پھر کافی وقت تک اس طرح کے رفاہی کلینک کے طریق کار سے متعلق گفتگو کرتے رہے۔

اس نشست میں فرید رضوی بھی ساتھ تھے، اسی موقع پر انھوں نے بتایا کہ کچھ نجی ذمہ داریوں سے سبک دوشی کے بعد اعلیٰ حضرت پر بہترین طریقے سے کچھ کام کی منصوبہ بندی ہے، ان کا اخلاق بہت اعلیٰ تھا، ان کی شخصیت بڑی دل چسپ تھی، انداز دل پذیر، مزاج میں مزاح کا پہلو بھی تھا، تاہم مسکراہٹ سے کام لیتے، ادھر کچھ مدت سے اوراد و وظائف استقامت کے ساتھ کرتے تھے، پابند صوم وصلوٰۃ تھے، خلافِ شرع کاموں سے نفرت تھی، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا جذبۂ صالح تھا، بعد از فراغ نماز کافی وقت تک وظیفہ پڑھتے، کئی بزرگوں سے انھیں خلافت و اجازت حاصل تھی۔

ان کی شخصیت سیمابی تھی، متحرک و فعال تھی، وہ کبھی ایک جگہ نہ رکے، بڑھتے ہی رہے، پوری زندگی سیاحت میں گزر گئی، کئی ملکوں کا سفر کیا، یورپ بھی گئے، کئی لائبریریوں میں علمی کام کیا، کئی اداروں سے وابستہ رہے، ہزاروں صفحات پر ان کا علمی کام مرتب ہو سکتا ہے، سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں بقیہ ص ۶۷؍ پر

* مضمون نگار نوری مشن مالےگاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

از: مفتی محمد اختر علی واجد القادری*

ڈاکٹر ساحل شہسرامی کی غربا پروری

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

حمد وصلاۃ کے بندہ عرض کرتا ہے کہ عصر حاضر کے جید عالم دین، استاذ الاساتذہ، ماہر علم وفن، فقیہ زمن، صوفی، صافی، متقی، پرہیزگار عالم دین حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی محمد ارشاد احمد ساحل شہسرامی قدس سرہ العزیز سابق استاذ و نائب مفتی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کا علمی قد کس قدر بلند و بالا تھا، اس کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ 17 محرم الحرام 1446ھ مطابق 24 ر جولائی 2024ء کو ان کے وصال پر ملال کے بعد، ملک و بیرون ملک کی علمی فقہی فنی ادبی شخصیات نے ان کے علم و فضل کا اعتراف کیا، ان کے اچانک وصال پر ملال سے علمی حلقہ میں عموماً اور ان کے محبین وتلامذہ میں خصوصاً رنج و قلق ہے۔

مفتی ساحل صاحب علیہ الرحمۃ اپنی مختصر زندگی میں بہت سے ایسے کارنامے انجام دیئے، جنھیں دیکھنے والے دنگ ہیں، بڑی بڑی عربی و فارسی کتابوں کا ترجمہ و ترتیب اس کا بین ثبوت ہے، مفتی صاحب موصوف صاحب علم و فضل تو تھے ہی اس کے ساتھ ہی وہ شریعت وسنت کے بھی عامل تھے، ان سے راقم الحروف کی متعدد ملاقاتیں رہی ہیں، ان سے مل کر ہر بار ایک قلبی فرحت و مسرت ہوتی تھی، دل میں نیا جذبہ پیدا ہوتا تھا، وہ اکثر پیر کے دن روزہ رکھتے تھے، فرائض و واجبات کے علاوہ تہجد بھی پڑھتے تھے، اس دور میں ایسے بزرگ اور متقی شخصیت ہر جگہ نہیں پائی جاتی ہے، حضرت ان علمائے کرام میں سے تھے جن کو دیکھ کر لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں، وہ قول کے ساتھ ساتھ اپنے کردار وعمل سے بھی دعوت و تبلیغ کا اہم فریضہ انجام دیتے تھے، حافظ قرآن کے ساتھ ساتھ قاریٔ قرآن اور صابر و شاکر رحمن بھی تھے۔

راقم الحروف کی موصوف سے سب سے پہلی ملاقات 2009 کے عرس قاسمی کے موقع پر استاذ گرامی قدر حضرت علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے توسل سے ہوئی، رسمی علیک سلیک کے بعد ان سے میرا تعارف ہوا، ڈاکٹر صاحب نے ان سے کہا کہ یہ اختر صاحب ہیں، ان کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ ان کی ہندی اچھی ہے، انہوں نے ہندی میں ایک کتابچہ لکھا ہے، کتاب ہندی میں ہے اور اس کا نام اردو میں ہے، اسی بیچ میں نے اپنی کتاب [قربانی کی حقیقت] ان کو پیش کی، جیسے ہی میں نے کتاب پیش کی، انھوں نے کتاب کے صفحات پلٹتے ہوئے کتاب کے ایک لفظ" پریوگ" کو بلند آواز سے پڑھا اور فرمایا کہ آپ کو لکھنے کا روگ ہے، پھر وہ دونوں حضرات خود کی گفتگو میں مصروف ہوگئے اور مجھے مارہرہ شریف سے شائع ہونے والا رسالہ [اہل سنت کی آواز] مطالعہ کے لئے دے دیا، ممبئ آنے کے بعد بھی ان سے فون میں باتیں کرتا رہا اور اگر کہیں کوئی علمی ضرورت ہوتی تھی تو بھی ان سے رابطہ کرتا تھا، ان کی قوت حافظہ کا عالم یہ تھا کہ اگر میں ان سے کسی بات کا کوئی مصدر ان سے پوچھتا وہ مجھے فوراً بتادیتے تھے، کبھی کبھی تو ایک دومنٹ میں میری علمی ضرورت پوری کردیتے تھے۔

حسام الحرمین پر مشائخ بہار کی تصدیقات کے سلسلے میں، حضرت سید شمس اللہ جان صاحب قبلہ المعروف بابو حضور سے ملنے میرا روڈ آئے تھے تو مجھے فرمایا کہ میں فیس بک میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے لکھنے کا روگ بڑھا ہوا ہے، مزید انھوں نے نصیحت بھی کی کہ لکھئے اور خوب لکھئے مگر مسلم شخصیات کی تحقیقات پر بے جا اعتراض کرنے سے بچا کیجئے، اسی میں عافیت ہے۔

معزز قارئین کرام! اسلام میں بھوکوں کو کھانا کھلانے اور

* مضمون نگار شمس العلما دار الافتا جامعہ اسلامیہ میرا روڈ ممبئی کے صدر ہیں۔

پیاسوں کو پانی پلانے کی بہت فضیلت ہے، اس سلسلے میں مصطفی جان رحمت ﷺ وصحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کثیر واقعات کتب تاریخ میں مرقوم ہیں، مگر ہمارے معاشرے میں آج اس کی بہت کمی ہے، ہمارا معاشرہ اس اہم کام سے کوسوں دور ہے اور غیر اس کام میں بہت آگے ہیں، آج شاید ہی کہیں عام غریبوں اور پریشان حال لوگوں کے لئے کوئی کھانے پینے کا معقول نظم کیا جاتا ہے، میری نظر میں ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں غریبوں کے لئے کھانے کا انتظام ہو، حد تو یہ ہے کہ اگر کہیں غریب نظر بھی آجائے تو لوگ اس غریب پر لعن طعن کرتے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے، کیا خبر کہ جس پر ہم لعن طعن کرتے ہیں وہ کسی مصیبت کا شکار ہو گیا ہو اور ظاہری طور پر ہٹا کٹا ہونے کے باوجود بھیک مانگنے پر مجبور ہو، غریبوں کی مدد کرنے کے معاملے میں عام تو عام خواص کی بھی تعداد کم ہی ہے، مریدوں اور محبوں کو کھلانے والے تو بہت ہیں مگر عام آدمی جو نہ مرید ہے اور نہ ہی وہ مرید ہونا چاہتا ہے اس کے لئے کوئی نظم نہیں۔

الحمد للہ! مفتی صاحب قبلہ اس اہم وصف بھی متصف تھے، آپ اپنی بساط بھر غریبوں کی مدد کرتے تھے، ایک بار کا واقعہ ہے کہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ایک بار ممبئی تشریف لائے ہوئے تھے، جامعہ اسلامیہ میرا روڈ میں ایک رات قیام کیا، صبح مجھ سے فرمایا کہ چلو آج ممبئی کے بزرگوں کی بارگاہوں میں حاضری دے آتے ہیں، ایسے حسین موقع کو بھلا کون ہاتھ سے جانے دیتا، میں جانے کے لئے تیار ہو گیا، ہم دونوں میرا روڈ سے ممبئی کے لئے نکلے اور متعدد مزاروں پر حاضری کا شرف حاصل کیا، شام کے وقت حاجی علی درگاہ کے ارادے سے ٹیکسی پر بیٹھے، ٹیکسی سے اترتے ہی جیسے حاجی علی درگاہ کی طرف چلنے لگے تو راستے میں جتنے غربا وفقرا دست سوال دراز کئے تھے، آپ نے سب کو دس بیس پچیس پچاس روپے دیتے ہوئے درگاہ تک پہنچے، ہم دونوں نے درگاہ پر حاضری دی اور پھر واپس ہو گئے۔

راستے میں میں نے عرض کیا کہ حضرت! ایک سوال ہے پوچھوں، جواب دیں گے؟ فرمایا: پوچھئے، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ حاجی علی درگاہ کے لاچار مجبور لوگوں کے ساتھ ساتھ ہٹے کٹے بھکاریوں کو بھی پیسے دیئے، اس سے یہ لوگ بھیک مانگنے کے مزید عادی ہوں گے اور آپ اتنے بڑے عالم ہو کر سب کو پیسے دے دیئے، آپ کو نہیں دینا چاہئے تھا، یہ ہٹے کٹے ضرورت مند نہیں ہیں، یہ سب صرف یہی کام کرتے ہیں اور قوم کو بدنام کرتے ہیں، حضرت بہت اطمینان سے میرا عریضہ سننے کے بعد گویا ہوئے: کیا ہٹا کٹا آدمی ضرورت مند نہیں ہو سکتا ہے؟ اس پر میں خاموش ہو گیا۔

اسی سفر میں ایک بار مجھ سے فرمایا کہ میں ابھی کہیں نوکری میں نہیں ہوں، ظاہری طور پر بیروزگار ہوں، لیکن میرا مولیٰ مجھے بے حساب کھلا پلا رہا ہے، جب اللہ اپنے بندوں کو بے حساب دیتا ہے تو بندوں کو بھی چاہئے کہ کسی کو کچھ دینے کے لئے بے جا حساب کتاب نہ کرے، فقیر تھا، ہاتھ پھیلایا، میں نے دے دیا، وہ کیا ہے اور کیا نہیں ہے، اتنی بھیڑ میں کیسے پوچھوں اور کس کس سے پوچھوں۔

اس واقعہ کے بعد میں حضرت کا مزید معتقد ہو گیا اور یہ مانتا ہوں کہ وہ صرف گفتار کے غازی نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی تھے، آقائے دوعالم ﷺ کی حدیث مبارکہ (تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وتَقْرَأُ السَّلَامَ علَى مَن عَرَفْتَ ومَن لَمْ تَعْرِفْ۔'' بخاری شریف) کے عامل تھے، خود کم کھاتے تھے دوسروں کو کھلانے میں خوشی محسوس کرتے تھے، اسلام کے نظریۂ غریب نوازی کے عملی مبلغ وداعی تھے۔

حضرت سے آخری ملاقات 17 / فروری 2024ء کو الجامعۃ الرضویہ کلیان کے سلور جبلی کے موقع سے ہوئی تھی، راقم الحروف فقیہ اہل سنت حضرت مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی صاحب کی دعوت پر حاضر ہوا تھا، جلسہ مغرب بعد ہی شروع ہو چکا تھا، عشا کی اذان ہونے پر مجھے اشارہ فرمایا کہ چلو، میں ان کے اشارے پر چل دیا، رکشہ سے شہر کی میمن جامع مسجد میں بجماعت عشا کی نماز ادا کی، راستے میں وہ اپنا موبائل نمبر محفوظ کراتے ہوئے فرمایا کہ اب اگر میں آپ کے ادارے میں آیا تو آپ کو مزید اور بقیہ ص ۶۵ / پر

(از: مولانا محمد مجیب الرحمٰن نوری *

مدتوں روئے گا تجھ پر یہ زمانہ ساحل

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

دنیاوی خسارہ سے کسی طرح سمجھوتا کیا جاسکتا ہے، قلب مضمحل کو مطمئن کیا جاسکتا ہے مگر علمی خسارہ ایسا ہے جس کی تلافی کرنا اپنے بس کی بات نہیں، چند برسوں سے پے در پے جماعت اہل سنّت و جماعت کا جو علمی خسارہ ہو رہا ہے، اس کا زخم ابھی مندمل نہ ہوا تھا کہ ایک دل سوز گہرے زخم سے پھر دوچار ہونا پڑا، حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی ہمیں داغ مفارقت دے کر سوئے جناں رخصت ہو گئے، اب اپنے پیارے محسن، مہربان رہنما، ہمدرد امید و آس کے ساحل کو کہاں ڈھونڈیں، آج انھیں کی یاد میں دل بے تاب، چشم نم لیے عنان قلم کو جنبش دینے کی سعی کر رہا ہوں۔

بحمدہ تعالیٰ جماعت اہل سنّت میں علما، فقہا، محدث، محقق کی کمی تو نہیں ہے، سب اپنی اپنی جگہ محترم ہیں، عظیم ہیں، معزز ہیں، مکرم ہیں، ہر کسی کا دار الفرار سے دار القرار کی طرف جانے کا غم دل کو نڈھال کر دیتا ہے [اللہ وحدہ لاشریک جانے والوں کے درجات بلند فرمائے، آمین] لیکن ایک ایسی شخصیت جن سے میں بے حد متاثر رہا جن کے نقشہائے رنگا رنگ سے خود کو محظوظ کیا، وہ شخصیت ہیں ہر دلعزیز، واعظ خوش بیاں، پاسبان دین شاہ زماں، فقیہ دوراں، ادیب و نکتہ داں، عاشق شاہ دوجہاں معتمد تاج الشریعہ منتخب واسطی منظور نظر مارہری مصنف کتب کثیرہ خلیفۂ حضور تاج الشریعہ عالم نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد ارشاد احمد رضوی قادری المعروف ساحل شہسرامی علیگ مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ تقریباً پانچ چھ سال مستقل جامعہ قادریہ کنزالایمان اندھیری ممبئی میں قیام پذیر رہے، اس دوران ہمیں حضرت کو بڑے قریب سے دیکھنے کا موقع میسر ہوا، ان کے اخلاق کریمانہ سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا، یہ تو ہمارے لیے بڑی خوش نصیبی کی بات تھی کہ علمائے کرام جن کی قربت کے لیے کوشاں و متمنی رہتے تھے جنھیں ادارے تلاش کرتے تھے، انھیں اللہ جل و علا نے ہمیں کس نیکی کے بدلے عطا فرمایا تھا اللہ ہی بہتر جانتا ہے، سخاوت، ہمدردی، شفقت، اصاغر نوازی کا جواب نہیں، وہ اپنی مثال آپ تھے، جامعہ کے طلبا سے ایسی ہمدردی کہ جب کوئی طالب علم بیمار ہو جاتا تو پریشان ہو جاتے، اس کی تیمارداری میں لگ جاتے، اپنی جیب خاص سے علاج کراتے، یہاں تک کہ پھل وغیرہ کا ان کے لیے انتظام کرتے، ساتھ ہی دیگر طلبا کے لیے بھی منگواتے، یہی وجہ تھی کہ طلبا ان سے بے حد پیار کرتے تھے، گاہے بگاہے طلبا کی نشست رکھتے اور علم کی فضیلت و اہمیت پر مؤثر گفتگو فرماتے، طلبا نصیحت آموز، حوصلہ افزا، پراثر، علمی و فنی رموز سے بھر پور گفتار پر اسرار سن کر اشکبار ہو جاتے اور آج تک وہ طلبا جہاں بھی گئے، ان سب کا رابطہ ہمیشہ مفتی صاحب سے رہا۔

حضرت کے وصال پر ملال سے جامعہ میں ماتم سا چھا گیا، رونقیں ماند پڑ گئیں، در و دیوار میں اداسی چھا گئی، کتنوں کے سینے کے اندر دل دہل کر رہ گیا، پیروں تلے زمین کھسکنے لگی، آنکھوں سے اشک برسنے لگے، آہ! طلبا کے سر سے شفقت پدری جیسا سایہ اٹھ گیا، راقم الحروف سے بھی کہیں زیادہ متاثر ہونے والی ذات ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ کنزالایمان خلیفۂ حضور تاج الشریعہ ناصر ملت حضرت مولانا غلام ناصر صاحب مصباحی دام ظلہ العالی کی تھی، وہ ان کے بہترین رفیق تھے، ہمدرد و مہربان تھے، ایک دوسرے کی بڑی عزت و احترام کرتے تھے، خاکساری و انکساری کا تو جواب ہی نہیں تھا، جبکہ جماعت اہل سنت کے بہترین محقق، فقیہ، شاعر و ادیب، علوم و فنون میں یکتائے روزگار تھے، جہاں جاتے علم و فن

* مضمون نگار جامعہ قادریہ کنزالایمان، اندھیری ممبئی کے صدر المدرسین ہیں۔

کے گوہر لٹاتے نظر آتے، عبادت وریاضت کا حال یہ تھا کہ فرائض وسنن ونوافل کے بعد اوراد وظائف میں دیر تک مشغول رہتے۔

سچ تو یہ ہے کہ آج تک میری آنکھوں نے ان جیسا کسی عالم کو اس قدر رات رات بھر ذکر واذکار میں مشغول نہیں دیکھا، مستزاد یہ کہ ہفتے میں جمعرات، جمعہ، پیر کے دن روزہ رکھتے تھے، ایک واقعہ جس کا تعلق مفتی صاحب قبلہ سے ہے یعنی ان کی کرم نوازی کہیں تو بے جانہ ہوگا، ۱۲؍فروری ۲۰۱۵ء کی بات ہے، موصوف علیہ الرحمہ جامعہ کے صحن میں صبح چاشت پڑھ کر وظیفے میں مصروف تھے کہ ناصر ملت حضور مولانا غلام ناصر صاحب مصباحی دام ظلہ العالی اپنے گھر سے جامعہ پہنچے تو مفتی صاحب قبلہ نے وظیفہ کی تکمیل فرمالی اور ناصر ملت مولانا غلام ناصر صاحب سے فرمانے لگے کہ مبارک ہو مبارک ہو، دیر رات اپنے مرشد برحق حضور تاج الشریعہ کی خدمت میں تھا، آپ کا ذکر ہوا انھوں نے آپ کو اور حضرت مولانا حافظ و قاری آفتاب عالم رضوی خطیب وامام رضا جامع مسجد مالونی ملاڈ کو طلب فرمایا ہے، یہ سن کر ناصر ملت کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ کہاں میں اور کہاں مجھ ناچیز کے لیے حضور تاج الشریعہ کا بلاوا؟ زہے قسمت!

بہر حال دونوں صاحبان تقریباً ۱۲؍بجے جانے کے لیے تیار ہو گئے، ادھر سے قاری آفتاب عالم صاحب سانتا کروز پہنچے اس دوران حضور تاج الشریعہ کا قیام سانتا کروز میں ہوا کرتا تھا اور پھر وہ سماں سبحان اللہ کیا کہنا! حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے دونوں حضرات کو خلافت واجازت سے نواز کر سنوار کر اہل سنت وجماعت کو دو بہترین تحفے عطا فرمائے، لیکن ہاں اس سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی کہ درحقیقت یہ کرم نوازی حضرت علامہ مفتی ساحل شہسرامی کی وساطت سے تھی، خلافت واجازت تو مل گئی تھی مگر سند خلافت فی الفور نہیں ملی تھی تو مفتی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ مولانا غلام ناصر صاحب حضور تاج الشریعہ رضی اللہ عنہ کی طبیعت مسلسل ناساز چل رہی ہے، بغرض عیادت لکھنؤ تشریف لائیں، وہیں سے دونوں ساتھ میں بریلی شریف کے لیے نکل جائیں گے اور ہوا تو آپ کو سند خلافت بھی اسی موقع پر دلوادی جائے گی۔

لہٰذا دونوں عاشقان تاج الشریعہ ۱۲؍مئی ۲۰۱۵ء کو بریلی شریف پہنچے ناصر ملت فرماتے ہیں کہ جس بارگاہ میں عاشقین گھٹنوں دست بوسی کے لئے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں، مخلوق کا ازدحام عام لگا رہتا ہے، اس بارگاہ میں بآسانی ہم کیسے پہنچ سکتے تھے لیکن میں نے تعجب خیز نگاہوں سے مفتی صاحب قبلہ کو دیکھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ میرے ساتھ رہیں، اتنے میں دیکھا کہ کوئی باہر آیا ان سے مفتی صاحب نے کہلا بھیجا کہ حضور تاج الشریعہ تک یہ خبر پہنچا دیں کہ ارشاد ساحل آیا ہے، کچھ وقفے کے بعد اندر سے ایک خادم نے آ کر خبر دی کہ مفتی ارشاد ساحل صاحب کو حضور تاج الشریعہ نے طلب فرمایا ہے، پھر کیا تھا اس مژدۂ جانفزا کی بجا آوری کرتے ہوئے خوش وخرم حاضر بارگاہ میں ناز ہوا اور دست بوسی کے شرف سے مشرف ہوا۔

حضور تاج الشریعہ نے بعنایت دونوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا، قدرے گفتگو کے بعد سند کا تذکرہ کیا تو حضرت نے بڑی محبت کے ساتھ سند خلافت واجازت مرحمت فرمائی، اس وقت میں بارگاہ مرشد میں علامہ مفتی ساحل شہسرامی صاحب علیہ الرحمہ کی قدر ومنزلت دیکھ کر دنگ رہ گیا، واقعی علامہ ساحل شہسرامی فنافی الشیخ تھے، ان کے قلب وجگر میں عشق مرشد حد درجہ تھا اور پیر کی عنایت مرید پر بھی بے شمار تھی، پھر دونوں حضرات مرکز عقیدت بریلی شریف کی پر بہار مناظر وحاضر بارگاہ مجدد اعظم ومفتی اعظم سے فیض یاب ہو کر بلگرام شریف کی طرف رواں دواں ہوئے۔

متذکرہ بالا حالات وواقعات سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے کہ علامہ ساحل شہسرامی پیکر حلم وبردباری، منکسر المزاج، مقبول بارگاہ مرشد، خلیق وشفیق ہمدرد قوم وملت تھے، اب ایسی شخصیت چراغ جلا کے ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ چراغ کا تیل ختم ہوجائے۔

رہروان راہ الفت وادیان خُلق میں
حشر تک ڈھونڈا کریں گے ایسی سیرت کا چراغ

اللہ جل جلالہ علامہ ساحل شہسرامی کے مزار پر انوار پر رحمت ونور کی بارش فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: مولانا سبطین رضا مرتضوی *

ایک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے

یاد علامہ ساحل شہسرامی

بلند پایہ صحافی اور اسکالر، صاحب تصانیف کثیرہ، نامور دانشور، مفکر و مبلغ، نقاد و ادیب، صاحب فہم و بصیرت، صاحب تحقیق عالم دین، فقیہ عصر، حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل شہسرامی بھی اس دیس چلے گئے جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں آیا، جو ہر ذی نفس کا مقدر ہے، جو بھی اس دنیا میں آیا اسے بہر طور رخصت ہونا ہی ہے، موت سے نہ پہلے کوئی فرار کی راہ ڈھونڈ پایا اور نہ آئندہ ہی کوئی اس سے بچ پائے گا، علامہ شہسرامی صاحب کو بھی اس دنیا سے رخصت ہونا تھا، سو وہ راہی ملک بقا ہو گئے، انہوں نے بھی فرشتۂ اجل کی پکار پر لبیک کہا اور خالق و مالک کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے، جنہیں قلم اب تک ''حفظہ اللہ'' لکھتا رہا، اب وہی قلم ''رحمہ اللہ'' لکھنے پر مجبور ہو گیا، اس عارضی دنیا سے ان کی رخصتی ہزاروں نہیں لاکھوں لوگوں کو اشک بار کر گئی، دنیا بھر میں ان کے چاہنے والے کروڑوں افراد نے ان کی وفات کے صدمے کو اپنے دل کی گہرائیوں میں اترتے ہوئے محسوس کیا۔

یہ احساس مدتوں تازہ رہے گا اور رنج و الم کی کسک تا دیر رگ و پے میں سرایت کرتی رہے گی، ہر ذی نفس جب اس دنیا سے کنارا کرتا ہے تو اس کی موت کا غم اس کے اعزا و اقارب کی نس نس میں خود بہ خود دوڑنے پھرنے لگتا ہے، بالکل ایسے ہی جیسے خون زندہ وجود کی شریانوں میں دوڑتا پھرتا ہے، کہیں یہ عمل چند لوگوں تک محدود ہوتا ہے تو کہیں یہ سیکڑوں، ہزاروں اور لاکھوں نفوس سے تجاوز کرتا ہوا کروڑوں انسانوں تک جا پہنچتا ہے۔

حضرت علامہ ارشاد ساحل شہسرامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات مستعار کو جس طرح گزارا، اس کے ایک ایک لمحے سے جتنا بھرپور استفادہ کیا اور اس کی ایک ایک ساعت کو جس طرح علمی تصنیفی امور میں بتایا، اس نے انھیں یقینی طور پر کروڑوں افراد کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا، اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ ان کا تصنیفی کام ہی اتنا جان دار اور بھاری بھرکم ہے کہ انسانوں کے ایک جم غفیر کے اذہان و قلوب پر ان کے اثرات کا مرتب ہونا بدیہی امر ہے، لیکن معاملہ یہیں تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ ان کے شخصی اوصاف نے بھی بے پناہ لوگوں کو ان کا گرویدہ بنا دیا، کوئی ان کی تصنیفی خدمات سے استفادے کا اہل نہ بھی ہوتا تو ان کی ذاتی خوبیاں اسے متاثر کیے بنا نہ رہتیں، وہ دونوں حوالوں سے اپنے قاری، سامع اور ناظر کو متاثر کرنے کی بھرپور صلاحیت سے بہرہ ور تھے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر وہ اس پر اپنی شخصیت کے جادوئی اثرات مرتب کرنے کی صفت سے متصف تھے۔

واقعی ڈاکٹر ساحل شہسرامی کی وفات علما اور طلبہ کے طبقے میں خاص حیثیت سے اثر انگیز ہے، قحط الرجال اور نفسی نفسی کے دور میں ان کی وفات بیک وقت علمی، ادبی اور دینی حلقوں کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے، قوم و ملت کو ایسے بے لوث اور محنتی افراد کی اشد ضرورت ہوتی ہے، جو لوگوں پر بوجھ بننے کے بجائے دوسروں کا بوجھ اٹھائیں، قومی اور ملی درد کو ذاتی اغراض پر ترجیح دیں، تحقیق کی شمع روشن کر کے متلاشیان حق کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیں، اپنا گھر جلا کر علم کی بستیاں آباد کریں، اپنی جائیدادیں تج کر کے شمع علم کو فروزاں کریں، قوموں سے لینے کے بجائے انھیں کچھ دینے کا ذوق ہو، موجودہ مادی اور افراتفری کے عالم میں ایسے فرد کا وجود غنیمت تھا، ایسا شخص جنھیں اپنے فن سے پیار ہو، ذوق سے محبت ہو، رجحانات سے جنون ہو، دین سے وابستگی اور ملت سے وارفتگی ہو، ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں۔

کہاں سے ڈھونڈ کے لائیں، کہاں تلاش کریں
جس آدمی میں ہو ایثار آدمی کے لیے

* مضمون نگار سونا پور، ضلع اتر دیناج پور، مغربی بنگال کے متوطن ہیں۔

یہاں تو پہلے ہی قحط الرجال تھا یارو
اصول پوچھئے اب کس سے زندگی کے لیے

حضرت ڈاکٹر ساحل شہسرامی وہ خون پسینہ ایک کر کے مواد حاصل کرتے تھے؛ وہ محنت کے عادی، جادۂ حق پر چلنے والے ایسے مسافر تھے کہ زندگی کی پرخار وادیوں کی صعوبتیں اور طویل مسافتیں کبھی ان کے حوصلہ وعزم کو شکست نہ دے سکیں، ان کے شب وروز کا مشغلہ تصانیف وتالیفات، تراجم ومقالات ومضامین، محققانہ علمی شذرات، کتابوں پر جاندار تبصرے، کتب پر بے بہا مقدمات اور دیباچے تھے، وہ منجھے ہوئے مصنف ومؤلف اور محقق تھے، ان کی پوری زندگی تصنیف وتالیف اور تحقیق وتدقیق میں گزری، ایک عرصہ تک اپنی خوبصورت اور شگفتہ تحریروں سے قارئین کو مستفید کرتے رہے۔

انہوں نے بہ یک وقت ادب وصحافت، سیرت وسوانح، تحقیق وتاریخ، فقہ وافتا اور تعلیم وتدریس وغیرہ پر قلم اٹھایا، جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے اس کا حق ادا کردیتے، ان کی تصانیف و تالیفات، تراجم ومرتبات کی فہرست بڑی طویل ہے۔

بلاشبہ حضرت ممدوح علمی دنیا میں ایک قدآور، پرکشش اور عہد ساز شخصیت تھے، وہ حق اور اہل حق کے ساتھی تھے، بڑے خوش اخلاق، متواضع، منکسر المزاج، خوش فکر، خندہ رو، شگفتہ کلام، ملنسار اور صاف ستھرے کردار کے مالک تھے، ان کے قریبی احباب جانتے ہیں کہ آپ کے چہرے پر اطمینان وشادابی، لبوں پر دلفریب مسکراہٹ، لہجے میں شیرینی، الفاظ میں شائستگی ووقار، آپ مجسمہ شفقت ومحبت تھے۔

وہ پوری جماعت وملت کے لیے سایہ دار سائبان تھے، ان کا تجربہ، مطالعہ ومشاہدہ غیر معمولی اور بے انتہا وسیع تھا، آپ ہر کسی سے تواضع وانکساری سے پیش آتے، اور تو اور وہ ہم جیسے چھوٹوں پر بھی بے انتہا مشفق ومہربان نظر آتے تھے، آپ علم کے قدردان تھے، افسوس کی بات ہے کہ موت کے چنگل نے ہم سے ہمارے اس گنج گراں مایہ کو ہمیشہ کے لیے چھین لیا، ہمارے پاس اب ان کی محبتوں کی خوشبو، اخلاص کی مہک، اخلاق کریمانہ اور دینی خدمات وحسنات کی حسین یادیں باقی رہ گئی ہیں، المیہ یہ ہے کہ جماعت اہل سنت کے اس قیمتی لعل وہیرے کی قدر وقیمت کا ہم لوگ اندازہ نہ لگا سکے اور ان کی ذات ستودہ صفات سے ہم وہ کام نہ لے سکے جو لے سکتے تھے۔ ؎

اس کو نا قدریٔ عالم کا صلہ کہتے ہیں
مر چکے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

اس قحط الرجال کے دور میں یہ امر بھی ضروری ہو گیا ہے کہ جتنے اہل علم، اہل قلم، اصحاب علم وفضل اور مشائخ کرام جو ابھی موجود ہیں، ہم ان کے علم وفضل سے فیض یاب ہونے کی کوشش کریں اور ان کی زندگی میں ان کی قدر کرنا سیکھیں، چوں کہ ؎

ہوا کے دوش پہ رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بجھ گئے تو ہوا سے شکایتیں کیسی

ڈاکٹر ساحل شہسرامی نے ساری زندگی لکھا، خوب لکھا، انھوں نے بڑی محنت سے علمی کام کیا، اب وہ محو آرام ہیں، اللہ کی ان پر رحمتیں نازل ہوں، آخر تک انھوں نے قلم وکاغذ، کتاب و قرطاس کی زندگی گزاری، وہ لکھتے لکھتے، پڑھتے پڑھتے اپنے مالک حقیقی سے جاملے، لاریب وہ ایک ایسا وجود مسعود تھا، جس کے اٹھ جانے سے علمی محفلیں ویراں ہوگئیں، جب تک علم وادب اور اردو زبان زندہ رہے گی، تب تک ان کی شہرت دوام رہے گی، افسوس کہ میرے دامن میں اس معیار کے عمدہ ومزین الفاظ نہیں جو ان کو صحیح معنوں میں خراج تحسین پیش کرسکیں، بس مختصر یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اس دور میں دلوں پر راج کرنے والے شخص تھے، یہ زمانہ ان کی کمی پوری نہیں کرسکتا، حب یزداں کا وہ اک استعارہ تھا جو داستاں ہو گیا، ایک ستارہ تھا جو کہکشاں ہو گیا، دل رو رہا ہے اور غم اس قدر ہے کہ کلیجہ پھٹنے کو ہے، بس دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت کی مغفرت کرے، انھیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے، آمین ؎

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

•••

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: حافظ افتخار احمد قادری*

ڈاکٹر ساحل سہسرامی! حیات وخدمات

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

باصلاحیت عالم دین، کہنہ مشق شاعر وادیب، کامیاب نثر نگار، عظیم مصلح، اعلیٰ پائے کے منتظم اور داعیانہ فکر و کردار کے حامل حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی علیہ الرحمہ اب دنیائے علم وادب میں محتاج تعارف نہیں۔لوگوں کا یہ مزاج بن گیا ہے کہ جب تک کوئی معتبر علمی شخصیت زندہ وجاوید رہتی ہے تب تک لوگ اس کی قابلیت سے نا آشنا رہتے ہیں لیکن جیسے یہ ہستیاں داعی اجل کو لبیک کہتی ہیں دنیا فوراً جان لیتی ہے کہ یہ عظیم ہستی صحافت وخطابت، درس وتدریس، اخلاص ومحبت اور مسلک کی بے لوث خدمات انجام دینے والی عظیم شخصیت تھی۔

انہیں شخصیات میں سے ایک شخصیت حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی علیہ الرحمہ کی ہے جنہوں نے فراغت کے بعد تقریباً آٹھ سالوں تک الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں درس و تدریس افتا کے فرائض انجام دیئے، جن کی تصانیف زیور اشاعت سے آراستہ ہو کر ملک و بیرونِ ممالک کے نامور علما ومشائخ اور ناقدین زبان وادب سے اپنی جداگانہ فنی ولسانی حیثیت منوا چکی ہیں، آپ شعر وسخن، تحریر وتقریر، درس وتدریس اور فتویٰ نویسی میں ایک ماہر استاذ کی حیثیت رکھتے تھے۔آپ کو ابتدائی عمر ہی سے تحریر وتقریر کا ذوق وشوق تھا۔آپ کے مضامین ومقالات، فتاویٰ ملک کے معیاری دینی وادبی رسائل میں پبلش ہوتے رہیں ہیں۔آپ کا تحریری شعور شروع ہی سے پختہ تھا، اس لئے جلد ہی میدان صحافت میں آپ نے اپنی جداگانہ شناخت بنالی، یہی وجہ ہے کہ ملک کا شاید ہی کوئی ایسا اخبار ورسائل ہو جو آپ کی نگارشات سے خالی رہا ہو۔آپ نے جس میدان میں قدم رکھا پلٹ کر پیچھے نہیں دیکھا۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ دعوت وتبلیغ کے میدان میں تحریر کو بنیادی مقام حاصل ہے۔دنیا میں جتنے انقلابات آئے ہیں سب تحریر ہی کی کوکھ سے ابھرے ہیں، نیزے کا زخم بھر جاتا ہے لیکن تحریر کا زخم نہیں بھرتا۔عرب کی وہ سنگلاخ زمین جس کی سنگلاخی کے اثر نے باشندگان عرب کو بھی اس طرح متاثر کر رکھا تھا کہ اس کے قلوب سے جدت ٹپکتی اور شدت جھلکتی۔مگر یہ تحریر کی تسخیری قوت ہے کہ ان پتھر دلوں کو بھی تحریر نے موم کی طرح پگھلنے پر مجبور کر دیا، تحریر سے انسانی معاشرہ بنتا بھی ہے اور بگڑتا بھی ہے، تحریر سے تہذیب بنتی بھی ہے اور بگڑتی بھی ہے، تحریر سے قومیں اُبھرتی بھی ہیں اور ڈوبتی بھی ہیں، تحریر نے بڑے بڑے بادشاہوں کے تخت وتاج الٹ پلٹ کر رکھ دئے، تحریر اپنے دیرپا اثرات رکھتی ہے، تحریر نے خوش عقیدگی کو بھی فروغ دیا ہے اور بدعقیدگی کو بھی ہوا دی ہے، یعنی اچھی تحریر اچھے اثرات چھوڑتی ہے اور بری تحریر مہلک جراثیم پھیلاتی ہے، جب جب انسانی معاشرہ فکری واعتقادی زوال کا شکار ہوا ہے اسلامی مبلغین کی تحریروں نے اسے زوال کی دلدل سے نکال کر خوش فکری وخوش اعتقادی کی دہلیز پر لاکھڑا کیا ہے۔

مفتی ڈاکٹر ساحل سہسرامی نے بھی اپنے اکابر واسلاف کے سنتوں پر عمل کرتے ہوئے اپنی تحریروں کے ذریعے خوش فکری خوش اعتقادی کو فروغ دینے کی کوششیں کی ہیں۔آپ کی نثری فن پاروں میں سیرت نگاری بھی ہے، انشا پردازی بھی ہے، خاکہ نگاری بھی ہے اور فتویٰ نویسی بھی، قریب ۵۰ رکتابیں آپ کی قلمی بصیرت کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

آہ صد افسوس! کس زبان سے کہوں اور کیسے لکھوں کہ بلند پایہ قلم کار، باصلاحیت عالم دین، کہنہ مشق شاعر وادیب، اعلیٰ پائے کے منتظم اور داعیانہ فکر وکردار کے حامل، کامیاب بقیہ ص ۸۷ رپر

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

از: مولانا محمد فرقان فیضی*

حضرت مفتی ساحل سہسرامی کی اصاغر نوازی

یہ ایک ایسی زندہ وتابندہ حقیقت ہے جس سے کوئی بھی چشم پوشی نہیں کرسکتا کہ قیام دنیا کے بعد سے جب نسل انسانی کو رب کریم نے اس خاک دان گیتی پر وجود بخشا تب سے ہی لوگوں کے آمدورفت کا سلسلہ جاری وساری ہے، یعنی ہر انسان پیدا ہوتا ہے اور اپنی زندگی کے مقررہ ایام دنیا میں پورے کرتا ہے اور پھر ملک عدم چلا جاتا ہے، ہر روز دنیا میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کی موت ہوتی ہے، مگر معمول کے مطابق ہر کسی کو چند دنوں تک ضرورت کے وقت یاد کیا جاتا ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ مرنے والے انسان کا کوئی نام تک زبان پر نہیں لاتا مگر انہیں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں، کچھ خدا ترس اور خدا رسیدہ ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی وفات کے بعد ان کی ذات ہر خاص وعام کی گفتگو کا موضوع بن جایا کرتی ہے اور ایسا تب ہوتا ہے، جب انسان اپنی ظاہری زندگی میں کچھ ایسے کارہائے نمایاں انجام دے جائے، جنہیں فراموش کردینا ناقابل انکار ویقین ہو۔

انہیں عظیم الشان اور منفرد المثال ہستیوں میں سے ایک ہستی جماعت اہل سنت کی عظیم ترین قابل قدر شخصیت داعی مسلک اعلیٰ حضرت علامہ ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی علیہ الرحمہ ہیں جو بیک وقت ایک بہترین عالم، ایک شاندار مفتی، بے باک خطیب معتبر ادیب، قادر الکلام شاعر، سنجیدہ مفکر، عظیم مترجم، قدآور محقق، مستند تاریخ نویس، صاحب قرطاس وقلم، درجنوں کتابوں کے مصنف ومؤلف، باوقار اسلامک ریسرچ اسکالر، اصاغر نواز، علم دوست، مجاہدانہ، سرفروشانہ، استادانہ صلاحیتوں سے بھرپور ہیں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ بہت سے پتھر چمکدار ہوتے ہیں لیکن جو آسمان کی اونچائی کو چھولے وہی چاند کہلاتا ہے اور یقیناً ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی صاحب کی ذات ایک چاند کے مانند ہے، ڈاکٹر صاحب موجودہ دور میں علم وادب کے آسمان پر چمکنے والا نمایاں نام تھے جن کے علم وعمل زہد وتقویٰ کی ایک دنیا مداح تھی، یقیناً ہم اہل سنت والجماعت مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والوں کے لئے یہ ایک بہت ہی افسوسناک خبر ہے کہ ڈاکٹر صاحب اب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں مگر ان کی یادیں ان کے کارنامے کتابوں، تحریروں اور تقریروں کی صورت میں ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گی۔

آج میں بات کروں گا ڈاکٹر صاحب کی اصاغر نوازی کی آج سے ایک عرصہ قبل تقریباً 2015 کے آس پاس یادگار حضور تاج الشریعہ مادر علمی مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا متھرا پور بریلی شریف میں استاذ محترم حضرت علامہ مفتی نشتر فاروقی صاحب سابق معاون ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا بریلی شریف کے حجرے میں ایک ذات گرامی سے پہلی ملاقات ہوئی جو نہایت ہی سنجیدہ اور منکسر المزاج، خوش طبع با اخلاق لگے، سلام ودعا کے بعد کچھ دیر تک بڑے ہی سلیقے اور پیار سے مجھ سے علمی سوالات پوچھتے رہے، جب میں حجرے سے لوٹا تو احباب کے ذریعے سے یہ علم ہوا کہ وہ ذات کوئی اور نہیں بلکہ مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھنے والے ایک آفاقی شخصیت کے مالک حضرت ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل سہسرامی صاحب ہیں جو رضویاتی ادب کے حوالے سے ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں، کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف کر چکے ہیں، درجنوں کتابوں کا ترجمہ کر چکے ہیں، جماعت اہل سنت کی عظیم دینی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ عربک یونیورسٹی مبارک پور اعظم گڑھ کے فارغ التحصیل ہیں اور بعد فراغت ایک طویل عرصے تک وہیں درس وتدریس کے خدمات انجام دے چکے ہیں۔

اس وقت جماعت اہل سنت کے حوالے سے منعقد ہونے

* مضمون نگار امام احمد رضا لائبریری برہم پوری سرلاہی نیپال سے متعلق ہیں۔

والے سیمیناروں میں نہایت ہی معلوماتی اور دلچسپ مقالے پیش فرماتے ہیں، ادبی لوازمات کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ شعر وسخن کے حوالے سے ادب کو فروغ دیتے ہیں، مذہبی محافل واجلاس میں بزرگان دین کی روش اختیار کرتے ہوئے سنجیدہ فکرونظر کے ساتھ علمی گفتگو فرماتے ہیں، خاص کر نثری میدان میں سیرت نگاری، انشاپردازی، خاکہ نگاری اور فتاویٰ نویسی میں آپ یکتائے روزگار شخصیت کے مالک ہیں۔

یقین کریں جب ان کی ذات کے حوالے سے مکمل طور پر آگاہی ہوئی، اس وقت میں حیرت زدہ رہ گیا کہ اتنی بڑی شخصیت اور اصاغر نوازی کا یہ عالم ہے کہ ایک ادنیٰ درجے کا طالب علم جب آپ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو آپ اس کے ساتھ اس قدر تواضع سے ملتے ہیں، واقعی آپ کی ذات قابل فخر اور لائق تقلید ہے، قابل رشک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ 2001 میں عربی زبان وادب سے پرائیویٹ ایم اے کرنے کے لئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا رخ کیا، یونیورسٹی کی آزاد آب وہوا میں رہنے کے باوجود آپ نے اپنے تشخص کو پامال نہیں ہونے دیا بلکہ برقرار رکھا، یقیناً اس کی اوّلین وجہ یہ تھی کہ آپ شروع سے ہی بزرگان دین کے فیض یافتہ تھے اور اکابرین علما اور مشائخ کی صحبت میں رہ کر پروان چڑھے تھے، عہد طالب علمی سے اپنے اساتذہ کے محبوب نظر رہے، خصوصی طور پر حضور شارح بخاری علامہ شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ آپ کو بے انتہا پسند فرماتے تھے، ان کے علاوہ مرشد گرامی وقار مفتی، محقق، مدبر، مرشد کامل، افقہ الفقہا، قاضی القضاۃ فی الہند جانشین حضور مفتی اعظم ہند، وارث علوم اعلیٰ حضرت، حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں تسلسل کے ساتھ رہ کر ان سے استفادہ کرتے تھے۔

آپ کو سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کی خلافت واجازت بھی حاصل تھی اور آل نبی اولاد علی نمونۂ اسلاف حضور سید اویس مصطفیٰ صاحب قبلہ سے بھی آپ کو خلافت واجازت حاصل ہے، بتاتا چلوں کہ جب حضرت کی ذات سے آشنائی ہوگئی تو بارہا جب ڈاکٹر صاحب جامعہ میں تشریف لاتے تو میں آپ سے استفادہ کی غرض سے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا، ہمیشہ آپ سے علمی مشورے کرتا، آپ ہمیشہ نیک مشوروں سے نوازتے، آپ نے اکثر ہماری شاعری پر بہترین تبصرہ فرمایا اور دعائیں دیں، آپ ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گے، حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات کا احاطہ کرنا اس مختصر وقت اور مضمون میں ممکن نہیں ہے، رب کریم کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ رب کریم آپ کی خدمات کو اپنے پیارے حبیب رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے شرف قبولیت عطا فرمائے اور آپ کی تربت پر رحمت وانوار کی موسلا دھار بارش فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۷۶ ؍کا بقیہ..................

نثر نگار، عظیم مصلح، مختلف علوم وفنون پر درجنوں کتابوں کے مؤلف ڈاکٹر ساحل سہسرامی کے رخصت ہوتے ہی ایک عالم ان کے غم میں سوگوار نظر آتا ہے، آپ کی شخصیت دنیائے اسلام میں محتاج تعارف نہیں، بلا شبہ آپ کی ذات بے شمار خصوصیات کی مرقع تھی، صحافت وخطابت، درس وتدریس، اخلاص ومحبت، مسلک کی بے لوث خدمت آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ خدائے قدیر وکارساز ان کی قبر پر رحمت کی برکھا برسائے۔ ان کی مرقد پر گوہر افشانی کرے، پسماندگان اور تمام اہل سنت کو صبر جمیل بخشنے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

خدا کی رحمتوں کے پھول برسیں ان کی تربت پر

◆◆◆

از: مولانا محمد جسیم اکرم مرکزی*

علامہ ساحل شہسرامی! کچھ یادیں کچھ باتیں

ساحل گیا کہ دل کا نگینہ چلا گیا
اک تیر چیر کر مرا سینہ چلا گیا

۱۷/محرم الحرام ۱۴۴٦ھ بمطابق ۲۴/جولائی ۲۰۲۴ء بروز بدھ صبح سویرے دل سوز خبر موصول ہوئی کہ سیاح وقت، رونق ممبر و محراب، زینت مسند فقہ وافتا، راہ سلوک کے پاسباں، فقیہ دوراں، ادیب ونکتہ داں، علامہ فہامہ مفتی ڈاکٹر محمد ارشاد احمد رضوی المعروف بہ ساحل شہسرامی علیگ مصباحی قادری قدس اللہ سرہ وعمم برہ وتمم نورہ واعظم اجرہ واکرم نزلہ وانعم منزلہ لذت جام وصال سے شادکام ہو گئے، آنکھیں کھلیں، چھندھیائیں، اشکبار ہو گئیں زباں سے برجستہ نکلا انا للہ وانا الیہ رٰجعون۔

غمگین دل ہے، دیدۂ پرنم اداس ہے
تم کیا گئے کہ محفل عالم اداس ہے

دل کو قرار ہے نہ سکوں روح کو جسیم
یہ کیا ہوا کہ زندگی یکدم اداس ہے

دل تو ماننے کو تیار نہیں ہو رہا تھا لیکن پھر اللہ جل جلالہ کے قضا وقدر کے آگے سرنیاز مند جھکا دیا اور گویا ہوا ؎

کرم اپنا کرے تجھ پر لحد میں
شہ کون و مکاں ارشاد ساحل
محرم کا مہینہ سترہ تاریخ
چلے سوئے جناں ارشاد ساحل

اخلاق کریمانہ

۲۰۱۴ء کو جب میں جامعہ قادریہ کنز الایمان اندھیری ممبئی میں مفتی صاحب کو دیکھا تو میں ان کے اخلاق کریمانہ اوصاف حمیدہ کا گرویدہ ہو کر رہ گیا، ایسے اعلیٰ اخلاق کے حامل شخص کو میں نے پہلی بار دیکھا تھا میں ان کی ذات ستودہ صفات سے اتنا متاثر ہوا کہ میرا دل کہتا تھا کہ کاش میں حضرت مفتی صاحب سے مرید ہو جاتا اور ان کی خدمت میں رہتا لیکن کبھی میں دل کی بات زبان پر نہیں لا سکا، پھر قسمت مجھے مرکز محبت بریلی شریف لے آئی اور میں نے اعلم العلماء الربانیین افضل الفضلاء الحقانیین بقیۃ السلف المصلحین حجۃ الخلف المفلحین تاج المحققین سراج المدققین اکمل الفقہاء المحدثین حضرت سیدنا سندنا مولانا ملجانا سرکار تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری قادری رضی اللہ عنہ واجزل واعظم قربہ منہ واشرق علینا من نورہ التام وافاض علینا من بحرہ الطام وجعلنا من خدمہ فی دار السلام کے دست حق پرست پر بیعت کر لی لیکن مفتی صاحب قبلہ کی محبت میرے دل میں کم نہیں ہوئی، مفتی صاحب کی عنایت مجھ فقیر پر اتنی تھی کہ میرے چہرے پر زخم ہوا گیا، جس سے فاسد مواد بھی بہنے لگا تھا، مفتی صاحب اس پر اپنے ہاتھوں سے دوا لگاتے، وہ زمانہ یاد آتا ہے تو آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں ؎

یاد آتی ہے تری کتنی بتائیں کیسے
مہرباں مشفق من حامی ملت ساحل
جلوہ فرمائیے پھر رونق وزینت ہو بحال
سونی سونی سی لگے بزم فقاہت ساحل

روداد جامعہ اشرفیہ

ایک ناخدا تھا جو کتنے ڈوبتوں کو ساحل سے لگا گیا، ایک دریا تھا جو چلتے چلتے تھم گیا، یا خود بخود ساحل سے مل گیا، یہ وہ دریا تھا جس کا انتخاب طلبائے اشرفیہ کو سیراب کرنے کے لیے فقیہ اعظم ہند شارح بخاری علامہ شریف الحق امجدی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، خود ہی فرماتے ہیں:

"جب میں بعد تکمیل تحقیق وافتا شعبان المعظم کی تعطیل کے موقع سے گھر جا رہا تھا تو علامہ شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ

* مضمون نگار تخصص فی الفقہ جامعۃ الرضا بریلی شریف کے طالب علم

نے مجھ سے فرمایا: اپنا سامان رکھ کر جانا میں گھر چلا گیا جب واپس آیا تو بعض حضرات کی زبان سے میں نے سنا جو کہہ رہے تھے، اب آپ بھی یہیں پڑھائیں گے تو مجھے لگا یہ حضرات بطورطنز ومزاح کہہ رہے ہوں گے، مجھے اس کا کچھ پتہ نہیں تھا مجھے آنے کے لیے حضرت نے کہا میں آ گیا تھا لیکن دوسرے دن دیکھتا ہوں کہ اساتذہ کی فہرست میں میرا بھی نام اشرفیہ کے بورڈ میں چسپاں ہے اور میرے حق میں جو کتابیں تھیں، ان کا بھی انتخاب ہو چکا تھا، میں پڑھانے لگا، ایک سیکشن میں شرح عقائد میں پڑھاتا تھا، دوسرے سیکشن میں کوئی اور صاحب پڑھاتے تھے، سیکشن دوم کے بعض طلبا نے مجھ سے درخواست کی کہ فلاں سبق سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، آپ آ کے پڑھا دیں تو میں گیا اور پڑھا دیا جس سے طلبا بہت خوش ہوئے کیونکہ سبق سب کو سمجھ میں آ گیا، انہی طلبا میں ایک طالب علم تھا [جن کا نام راقم الحروف کو حضرت نے بتایا تھا لیکن اب یاد نہیں رہا] جو بعد فراغت جب بھی مجھ سے ملتا تو مسکرا کر کہتا: حضرت میں آپ کا شاگرد ہوں لیکن شرح عقائد کے اسی ایک سبق میں جو آپ نے ہم لوگوں کو بطور خاص پڑھایا تھا۔

علامہ شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے، انھیں کے دم قدم سے میری بحالی ہوئی تھی لیکن کچھ حضرات کی نظر میں میں کھٹکتا رہتا تھا، وہ سوچتے تھے اگر یہ یہاں رہا تو میری جگہ یہ لے لے گا، حالانکہ میرے دل میں ایسا کچھ نہیں تھا لیکن وہ میرے متعلق حضور شارح بخاری کے کان بھرتے رہتے تھے، بالآخر میں خود ہی وہاں سے نکل گیا اور الہ آباد کی ایک مسجد میں امامت کا فریضہ انجام دینے لگا، میری تلاش وجستجو کرتے ہوئے سید امین میاں قادری برکاتی دام ظلہ العالی الہ آباد تشریف لائے اور مجھے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی لے گئے، ان کا کچھ علمی کام تھا جسے میں نے بخوبی انجام دیا، وہاں سے میں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی۔

راقم الحروف نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کہیں مستقل طور پر رہ کر پڑھاتے کیوں نہیں ہیں؟ آپ نے جواباً فرمایا: مجھ پر سحر کیا گیا ہے جو مجھے مستقل طور پر کہیں رہنے نہیں دیتا ہے، میں نے کہا حضرت جامعۃ الرضا آ جائیں، آپ نے فرمایا مجھے قائد ملت شہزادۂ تاج الشریعہ بہت دنوں سے کہہ رہے ہیں، جامعۃ الرضا میں پڑھانے کے لیے لیکن مصروفیات کی وجہ سے وقت نہیں دے پا رہا ہوں، ان شاء اللہ دو چار سال میں آؤں گا لیکن ملازمت کے طور پر نہیں بلکہ فی سبیل اللہ مہینے میں پندرہ بیس دن پڑھایا کروں گا، حقیقت حال یہ کہ حضرت کو سبھی بڑے ادارے کے منتظمین اپنے یہاں دیکھنا چاہتے تھے لیکن ان کی زندگی منفرد درویشوں جیسی تھی، جو ملتا اسی پر قناعت کر لیتے تھے، انھوں نے خود اپنے لیے کبھی کوئی ساحل تلاش نہ کیا۔

ساحل تخلص کی وجہ

آپ فرماتے ہیں میرے ایک ہم عصر تھے جو بہت ذہین وفطین، ادیب ذی علم، ماہر فن تھے، جوانی کے عالم میں وہ اللہ کو پیارے ہو گئے جس کا صدمہ ارباب علم وادب کو بہت ہوا ان کا نام ساحل تھا تو ان کی یاد تازہ رکھنے کے لیے میں نے اپنا تخلص ساحل رکھ لیا میں جب گھر گیا تو اپنے چاچا سے کہا کہ میں نے اپنا قلمی نام ”ساحل“ رکھ لیا ہے تو چاچا نے کہا تم کو کون پہنچانے گا ساحل نام سے، میں نے کہا دھیرے دھیرے لوگ پہچاننے لگیں گے اور ایسا ہی ہوا کہ اب لوگ میرے نام سے زیادہ تخلص ”ساحل“ یعنی قلمی نام سے پہچانتے ہیں لیکن کس کو پتہ تھا آپ بھی جوانی کے عالم میں چلے جائیں گے، غم ساحل پھر سے دہرایا جائے گا، ارباب علم و ادب پھر سے زخم سے چور چور ہو جائیں گے، اب کون ہے جو پھر سے ساحل بن کر دکھائے ہائے خدا خیر فرمائے۔

کچھ یادیں کچھ باتیں

کچھ یادیں کچھ باتیں لوح دل میں ہمیشہ کے لیے نقش ہو جاتی ہیں، جو ہمیشہ دھڑکن بن کر دل میں دھڑکتی رہتی ہیں، علامہ ساحل شہسرامی کی ذات ستودہ صفات کی یادیں بھی اسی وادی محبت کی نمایاں مثال ہے، مجھے حضرت کی ذات ستودہ صفات سے ایسی محبت وانسیت تھی کہ میں ان کو اپنا خاص رہنما مانتا تھا ان سے

اپنی زیست کی مشکل راہوں میں مدد لیتا تھا جو بھی دل میں علمی فنی اشکال ہوتا ان سے بلا جھجک بیان کر کے تشفی بخش جواب حاصل کرتا تھا جب وہ بریلی شریف سے واپس جاتے تو میری آنکھیں بھیگ جاتیں ایسا کبھی نہ ہوا کہ حضرت جامعۃ الرضا آ کے واپس گئے ہوں اور چشم محبت سے آنسو جاری نہ ہوئے ہوں ہائے وہ مربی وہمدرداب ہمیشہ کے لیے چلا گیا، کیا بتاؤں کہ دل پہ کیا گزری، آنسوؤں میں کیسی موجیں آئیں لیکن یہ کہہ کر دل کو تسلی دیتا ہوں ؎

تجھ پہ لازم تھا بجا آوری کرنا جاناں
آ گیا جب کہ ترے پاس خدا کا ارشاد

حضرت مفتی صاحب سے بعض دفعہ گھنٹوں علمی گفتگو ہوتی، خاص کر علم عقائد پر کبھی کبھی حضرت اپنی روداد بھی سناتے تھے، ایک بار جامعۃ الرضا میں حضرت سمینار کے موقع پر تشریف لائے ہوئے تھے، طلبا حضرت سے ملنے کے لیے جاتے تھے، راقم الحروف بھی اپنی ادنیٰ کاوش میر قطبی کا ترجمہ وتحشیہ بمطابق نصاب جامعۃ الرضا لے کر حاضر خدمت ہوا، حضرت نے میری طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی اور میرے ہاتھ سے مسودہ لے کر دیکھنے لگے، کچھ نشاندہی فرمائی اور فرمایا کہ پہلے قطبی کا ترجمہ وتحشیہ کیجیے پھر میر قطبی کا کیجیے تاکہ طلبا کے لیے مزید آسانی ہو لیکن ہنوز یہ کام تشنۂ توجہ ہے، اللہ جل جلالہ اسباب مہیا فرمائے آمین۔

حکمت عملی اور وسعت مطالعہ

اس مجلس میں محمد ارشاد ثقافی مولانا ابوالکلام آزاد مرکزی اور بھی دیگر حضرات موجود تھے کہ حضرت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی سرگزشت سنانے لگے، آپ فرماتے ہیں:

''جب میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تھا تو ہفتہ وار نشست لگتی تھی، طلبا مجھ سے سوالات کرتے تھے اور میں ان کے جوابات فراہم کرتا تھا، نشست میں ہر طرح کے طلبا سوالات کرنے کے لیے شریک ہوتے تھے، خواہ وہ دیوبندی ہو، مودودی ہو، نیچری ہو جو بھی ہو، ایک طالب علم نے مجھ سے سوال کیا: آپ سرسید احمد کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کیا وہ کافر و مرتد ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ اس سوال کا جواب دینا میرے لیے اس وقت مشکل تھا کیونکہ اگر میں سیدھے یہ کہہ دیتا کہ ہاں! ان کے عقائد ایسے ایسے ہیں، اس لیے وہ کافر و مرتد ہیں تو مجھے وہاں سے نکال دیا جاتا اور مقدمہ بھی دائر ہو سکتا تھا، لوگ کہتے: یہیں رہ کر سرسید احمد کے خلاف بولتا ہے اور پھر نوجوان طبقہ کو میرے خلاف بھڑکایا جاتا تو میں نے اس وقت حکمت عملی سے کام لیا اور جواب میں نے ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب سے دیا جو پہلے سے میرے مطالعے میں تھی اور سوال کرنے والا بھی مودودی تھا، میں نے ان سے کہا مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ جو جنت، دوزخ فرشتے کا انکار کرے وہ کافر و مرتد ہے اور سرسید احمد نے خود اپنی کتاب میں ایسی ایسی باتیں لکھیں جس میں انھوں نے جنت دوزخ فرشتے کا انکار کیا ہے تو آپ اس سے نتیجہ خود اخذ کر لیجیے۔''

اس جواب سے جہاں حضرت کی حکمت ودانائی کا پتہ چلتا ہے، وہیں وسعت مطالعہ کا بھی پتہ چلتا ہے، ہم سے تو اپنے مذہب کی کتابوں کا مطالعہ نہیں ہو پاتا ہے لیکن حضرت کا مطالعہ اتنا وسیع تھا کہ ان کے ذہن میں دوسرے مذاہب کی کتابیں بھی ازبر تھیں۔

ایک ایمان افروز حکایت

اسی مجلس میں حضرت علامہ ساحل شہسرامی صاحب نے ایک حکایت سنائی جس سے ایمان کو تازگی، روح کو خوشی ملی اور مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت پر "لیطمئن قلبی" کی مہر ثبت ہوگئی، آپ فرماتے ہیں:

''ایک دیوبندی تھا [جس کا حضرت نے نام اور گھر کا پتہ سب بتایا تھا لیکن راقم الحروف بھول گیا] جو کشف قبور کا عامل تھا، وہ اس بات سے پریشان تھا کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ بریلوی صحیح ہیں، بعض کہتے ہیں کہ دیوبندی صحیح ہیں تو اس نے اس کے تصفیہ کے لیے کشف قبور کے عمل کا سہارا لیا اور اشرف علی تھانوی کی قبر پر چلا گیا، وہاں جا کر کشف قبور کا عمل کیا، قبر کے حالات اس پر منکشف ہو گئے، اس نے دیکھا کہ اشرف علی کا جسم آگ میں جھلسا پڑا ہے، ہیئت بگڑی ہوئی ہے، جس سے وہ حیران وششدر رہ گیا، پھر وہاں سے

یاد علامہ ساحل شہسرامی

بریلی شریف آیا اور گنبد رضا کے نیچے بیٹھ کر کشف قبور کا عمل کیا، قبر کے حالات اس پر منکشف ہوئے تو کیا دیکھا کہ خان صاحب تو بڑے ہی آرام سے سوئے ہوئے ہیں، جیسے کوئی دولہا سو رہا ہو، وہ اسی وقت دیوبندیت سے تائب ہو کر مسلک اعلیٰ حضرت سے منسلک ہو گیا، سبحان اللہ العظیم و بحمدہ۔''

مسلک اعلیٰ حضرت سلامت رہے
ایک پہچان دین نبی کے لیے
مسلک اعلی حضرت پہ قائم رہو
زندگی دی گئی ہے اسی کے لیے

دور اندیشی

جامعہ قادریہ کنز الایمان ممبئی میں ایک بار مفتی صاحب نے اپنی دوا لانے کے لیے مجھے ممبئی کے کسی دواخانے پر بھیجنا چاہا میں اس وقت کم عمر تھا مجھے خود پر اتنا اعتماد نہیں تھا کہ میں ممبئی کی کسی جگہ میں جا کر دوبارہ واپس آسکوں بلکہ ایک بار میں ممبئی اندھیری کی کسی گلی میں گم بھی ہو گیا تھا بلکہ اور ایک بار ایسا ہوا کہ میں بوریولی اپنی بہن کے یہاں جا رہا تھا لیکن میں راستہ بھول گیا اور خود سے جا نہ سکا جب کہ میں کئی مرتبہ پہلے جا چکا تھا لیکن اس بار میرے اندر خود اعتمادی تھی مجھے اپنے اوپر پورا یقین تھا کہ میں جا کر دوا لے کر واپس آجاؤں گا اور یہ اعتماد اپنے تجربے کی بنا پر نہیں تھا بلکہ بھیجنے والی شخصیت کی بنا پر تھا میرا دل کہہ رہا تھا مفتی صاحب بھیج رہے ہیں تو ان کی برکت سے میں جا کر بآسانی واپس آسکتا ہوں اگر میں اس قابل نہ ہوتا تو مجھے مفتی صاحب ہرگز نہ بھیجتے لیکن اس کے ساتھ میرے پاس اور ایک عذر تھا کہ میرے پاس چپل نہیں تھی میں نے مفتی صاحب سے کہا مجھے مفتی صاحب نے ایک جوڑی چپل نکال کر دی اور روپے دیئے میں چلا گیا۔

بحمدہ تعالیٰ بذریعۂ بس منزل مقصود تک پہنچ گیا دوا لینے کے بعد واپس ہوا تو دواخانے کے باہر کچھ عطر فروش تھے میں نے اس سے شباب نام کا ایک عطر خریدا اور واپس مدرسہ پہنچا مفتی صاحب کی خدمت میں میں نے دوا پیش کی اور جو روپے بچ گئے تھے میں نے دینا چاہا تو آپ نے فرمایا: تم رکھ لو میں نے کہا حضرت میں نے آپ کے روپے سے ایک عطر خرید لیا ہے تو پھر آپ نے مسکرا کر روپے اپنے پاس رکھ لیا، میرا جا کر واپس آنا میرے لیے بہت بڑی بات تھی لیکن میں حضرت کے حکم پر اعتماد کرتے ہوئے چلا بھی گیا اور بسلامت وعافیت واپس بھی آگیا، میں اسے حضرت کی کرامت تو نہیں کہتا ہوں جو بعید بھی نہیں ہے لیکن دور اندیشی ضرور کہتا ہوں کہ مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے وہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ آپ مستقبل کی باتوں کو فراست ایمانی سے بھانپنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

اصاغر نوازی

مفتی صاحب کا علمی قد جتنا اونچا تھا، اس سے کہیں زیادہ آپ کا اخلاقی تعمیری قد اونچا تھا، آج کے اس مصروفیت کے دور میں کسی کے پاس جائیں تو ان کا وقت نہیں ملتا ہے کہ ان سے کچھ پوچھ سکیں ان سے کسی کتاب میں تقریظ لکھوا سکیں ہمیں بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ ہاں واقعی علمی حضرات گونا گوں مصروفیات میں رہتے ہیں لیکن کیا ان کے پاس ہمارے لیے تھوڑا بھی وقت نہیں خیر! لیکن مفتی صاحب کا منہج فکر جدا گانہ دیکھا آپ کے پاس جب بھی کچھ لے کے گیا تو خندہ پیشانی سے ملے اور حوصلہ افزائی کی اور اگر بارگاہ میں کوئی عرضی پیش کی تو قبول فرمائی اتنی مصروفیات کے باوجود اپنے در سے محروم نہیں فرمایا، ایک بار میں نے مفتی صاحب کو ایک کتاب بنام بوستان رئیس العلما جو ۱۳۴ر صفحات پر مشتمل تھی تصحیح کے لیے شام کو دی اور آپ نے تصحیح کر کے صبح مجھے واپس کر دی، میں خود بھی حیران رہ گیا کہ آپ کتنے جفا کش ہیں، اس وقت آپ ناسی ہی میں قیام پذیر تھے، علاوہ ازیں ایک کتاب بنام" قاش دل" جو ۴۰۰ر صفحات پر مشتمل ہے تصحیح فرمائی اور اس پر جامع تقریظ بھی تحریر فرمائی جو اوروں کے در پر مہینوں بھٹکنے سے نہیں ہو پاتا تھا، وہ مفتی صاحب کچھ دنوں میں کر دیتے تھے، اس کا اندازہ اسی کو ہوگا جو اس راستے سے گزرا ہوگا۔

حوصلہ افزائی

اس دور میں حوصلہ شکن تو مل جاتے ہیں لیکن حوصلہ افزا بہت کم ملتے ہیں، انھیں کمیاب شخصیات میں ایک ذات ستودہ صفات

حضرت والا کی ہے، جب بھی آپ سے بات ہوتی آپ فرماتے " آپ ہمارے مستقبل ہیں آپ سے بہت امیدیں وابستہ ہیں" یہ جملہ مجھے ہر دم کچھ نہ کچھ کرنے کے لیے ابھارتا ہے، میری حوصلہ افزائی کرتا ہے، میں سوچتا ہوں مفتی صاحب کی وہ کون سی امید ہے جو مجھ سے وابستہ ہے؟ مجھے کیا کرنا چاہیے کہ مستقبل بہتر سے بہتر ہو سکے اور ان کی امید پر کھرا اتر سکوں۔

سید امین میاں مارہروی کی نظر میں

راقم الحروف سے امیر القلم علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی دام ظلہ نے بیان کیا کہ بیس سال پہلے میں نے حضور سید امین میاں مارہروی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کو کہتے ہوئے سنا کہ علامہ ساحل شہسرامی کے بدن میں گوشت ہے ہی کہاں، ہڈی ہے چمڑی ہے اور اس میں علم ہی علم ہے۔

علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کی نظر میں

امیر القلم علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی حفظہ اللہ القوی نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ میں نے علامہ ساحل شہسرامی کے بچپنے کو دیکھا اور جوانی میں بھی میں نے ان کو تمام وقت متقی، پرہیزگار، تقویٰ شعار پایا، آپ ذی علم، باصلاحیت فقیہ، مفتی، نظم و نثر نگار اردو، فارسی، عربی، انگلش چاروں زبان کے ماہر، علم الانساب کا عالم ہر فن مولیٰ تھے بلکہ مختصر یہ کہ وہ درجۂ ولایت پر فائز تھے۔

جتنے زمیں کے اوپر اتنے زمیں کے نیچے

ہمارے ہمدرد، مخلص کرم فرما حضرت مولانا محمد افضل مرکزی دام ظلہ العالی سے حضرت مفتی صاحب قبلہ کے متعلق گفتگو ہوئی تو دوران گفتگو آپ نے ایک بہت ہی اچھی دل چھو لینے والی بات کہی کہ لوگ تو کسی کو طنز کے طور پر کہتے ہیں کہ " فلاں جتنا زمیں کے اوپر ہے اتنا زمیں کے نیچے ہے" لیکن میں یہ مفتی صاحب قبلہ کی تعریف و توصیف میں کہتا ہوں کہ مفتی صاحب قبلہ" جتنے زمیں کے اوپر تھے اتنے ہی زمیں کے نیچے بھی تھے" یعنی آپ جس طرح زمین کے اوپر والوں سے گفتگو کرتے تھے، ایسے ہی آپ زمین کے نیچے آرام فرمانے والے بزرگان دین سے بھی ہم کلام ہوتے تھے، کسی مزار شریف میں حاضری دینے کا انداز ایسا جداگانہ تھا کہ لگتا آپ صاحب مزار سے گفتگو کر رہے ہیں، آپ کے اندر ایسی روحانیت تھی، موصوف مزید بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار بہت پریشان تھا، حضرت نے مجھے دلاسا دیا، سمجھایا، کچھ اپنی بھی آپ بیتی سنائی، جس کی وجہ سے میری جان میں جان آئی، تسکین قلب حاصل ہوئی، آج بھی وہ باتیں یاد آتی ہیں تو دل کو تسلی ملتی ہے۔

زندگی بس یہی تو ہے افضلؔ
یاد ماضی خیال مستقبل

آخری آرام گاہ

باتیں تو بہت ہیں، کیا لکھوں، کیا چھوڑوں، اب کسے درد غم سناؤں، اب کسے حالات دل بتاؤں، مرا غمگسار، غمخوار، ہمدرد، مربی و مخلص، مہربان و مشفق تہ مزار چلا گیا، اب یادیں ہی یادیں ہیں، جن سے دل میں ہلچل مچی رہتی ہے، اب وہ باتیں ہی باتیں ہیں جو کانوں میں گونج رہی ہیں لیکن وہ چہرہ سامنے نہیں۔

ترا چہرہ کوئی تو سامنے لائے
قتیل جان جاں ارشاد ساحل

کرم اپنا کرے تجھ پر لحد میں
شہ کون و مکاں ارشاد ساحل

کیا ہے دفن ہم نے آج
ہائے زمیں میں آسماں ارشاد ساحل

۱۷؍محرم الحرام ۱۴۴۶ھ بمطابق ۲۴؍جولائی ۲۰۲۴ء بروز بدھ بوقت شام آپ کی تکفین و تدفین کی گئی، اللہ جل جلالہ مربی کریم مفتی صاحب قبلہ کو غریق رحمت فرمائے، ہمارا بھی خاتمہ بالخیر فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ ◆◆◆

ص ۹۴؍ کا بقیہ ....

ہر ایک نقش کف پا مثال سنگ میل
ایک ایسے پیر طریقت تھے حضرت ارشاد

زبان حال سے کہتے ہیں دیکھنے والے
نگاہ شوق کی جنت تھے حضرت ارشاد

کیوں سوگوار نہ ہوں اہل سہسرام ضیا
ہمارے شہر کی زینت تھے موت ارشاد

یاد علامہ ساحل شہسرامی

یادِ علامہ ساحل شہسرامی

از: محمد ذیشان رضا مرکزی *

علامہ ساحل سہسرامی ایک علمی شخصیت

اس فرش گیتی پر تخلیق آدم سے لے کر ابھی تک بے شمار انسانوں نے جنم لیا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا لیکن ان میں چند ایسی شخصیات اس عالم فانی میں جلوہ گر ہوئی ہیں جن پر اسلام اور دین وسنیت کو فخر حاصل ہے وہ شخصیتیں حکمت و دانائی طہارت و پاکیزگی بلند کردار اخلاق و اخلاص کی پیکر و مجسمہ بن کر اس طرح ظہور فرمائیں کہ دل خود بخود ان کی طرف کھنچنے لگتے ہیں اور قلوب ان کی یاد میں مچلنے لگتے ہیں وہ روئے زمین میں اللہ جل وعلیٰ کی ایک بڑی نعمت اور عظیم امانت ہوتی ہیں، فلاح و نجات کی ایسی ہی ضامن شخصیتوں میں ایک عظیم علمی اور قدآور شخصیت علامہ ارشاد احمد مصباحی ساحل سہسرامی قدس سرہ السامی کی ذات تھی۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

الحمدللہ ساحل سہسرامی صاحب کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے، ان کی ہستی کو جو خداداد مقبولیت حاصل ہے جو کہ ایک لازوال نعمت ہے اور فضل ربی سے انسانوں کے دلوں میں ان کی محبت جا گزیں ہے، وہ فی الحال ہمارے مابین موجود نہیں ہیں، مگر اہل علم کے دلوں میں ہمیشہ زندہ و تابندہ رہیں گے، آپ کو یہ بلندی و شہرت جو دینداری اور تبلیغ دین کی بنیاد پر ملی ہے جو گھٹتی نہیں بلکہ روز بروز بڑھتی ہی رہتی ہے، کیونکہ ؎

اونچا جو چڑھ گیا ہے گرایا نہ جائے گا
رفعت کی منزلوں سے ہٹایا نہ جائے گا
خود رب کائنات نے روشن کیا جسے
پھونکوں سے وہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

علامہ ساحل سہسرامی صاحب بیک وقت کئی خوبیوں اور اوصاف حمیدہ کے مالک تھے، آپ دور حاضر کے مایہ ناز عالم نبیل اور عظیم مصنف و مؤلف اور شاعر بھی تھے، ساتھ ہی اسلامی اسکالر کی حیثیت سے علمی طبقہ کے مابین معروف تھے، ان اوصاف کے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ آپ شریعت مطہرہ کے پابند اور اخلاق حسنہ کے پیکر تھے، ساحل سہسرامی کبھی صدور فتویٰ، کبھی تصنیفی و تالیفی کارنامہ، کبھی تقریر تحریر کا مصدر نظر آتے ہیں اور ہر ایک فن میں کمال تک پہنچے ہوئے ہیں، موصوف کئی علوم کے بحر بے کراں وعلوم دینیہ کے مشرب نایاب تھے، جس سے ایک مدت تک تشنگانِ علم وادب سیراب ہوتے رہے۔

راقم الحروف اگر انہیں ایک مقرر کی حیثیت سے متعارف کرائے تو ان کی تحریر گلہ کرتے ہوئے نظر آتی ہے اور اگر ان کی ذات کو علوم وفنون واخلاق حسنہ کے اوصاف وکمالات سے متعارف کرائے تو جملے احساس کمتری کے شکار نظر آتے ہیں اور عقیدت تشنہ رہ جاتی ہے مگر اذہان وقلوب کو یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ ؎

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

میرے ممدوح کا نام ان شیوخ اور خلوص وللّٰہیت دین و سنیت کے مبلغین میں آتا ہے جو بناوٹ ونمود سے مستغنی، خودستائش سے دور ونفور، دنیاوی منشا سے نظریں پھیرنے والے، حرص وطمع سے لاتعلق، تعریف وتوصیف سے بے پرواہ، اخلاق رذیلہ سے دور، دنیاوی خواہشات سے مجتنب، سادہ مزاج، اخلاق حسنہ کے پیکر باکمال ہیں تو بھلا کیوں نہیں عوام بالخصوص خواص کے دلوں میں بسیں گے، میرے ممدوح کی علمائے عصر کے مابین امتیازی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کو علمی مضامین اور فتاویٰ نویسی تصنیف وتالیف سے بھی شغف تھا، آپ کی کتب علمیہ سے اہل علم بھی استفادہ کرتے ہیں اور درجنوں کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

* مضمون نگار جامعۃ الرضا بریلی شریف کے طالب علم ہیں۔

آپ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب منبع الانساب ہے جو قریب 600/سال پرانی ہے جس کے مصنف حضرت سید معین الحق جھونسوی نور اللہ مرقدہ ہیں، جس میں حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام سے لے کر حضور جان جاناں ﷺ تک کے اخلاف کا ذکر ہے اور مولائے کائنات شیر خدا سے لے کر غوث پاک سے ہوتے ہوئے حضور مخدوم شعبان ملت تک کے مفصل حالات کو بیان کیا گیا ہے، ایسی قدیم اور قیمتی مخطوطہ اور گراں قدر کتاب کو زبان اردو میں منظر عام پر لانے کی نیک بختی علامہ ساحل سہسرامی کو عطا ہوئی جو کہ دراصل بزبان فارسی تھی، جب یہ کتاب منبع الانساب ترجمہ کے لیے علامہ ساحل سہسرامی صاحب کو دی گئی تو جمیل احمد نوری اسی کتاب میں دعائیہ کلمات لکھتے ہوئے یہ بھی رقم طراز ہیں:

''جب سید جمال احمد صاحب نے منبع الانساب ترجمہ کے لیے مفتی صاحب کو دی تو میں نے اسی وقت کہا تھا کہ ''حق بحق دار رسید'' حضرت نے کتاب میں مخدوم شیخ محمد بن عیسیٰ جن کا (شمار جونپور کے اولیائے کبار میں ہوتا ہے) کے واقعے پر حاشیہ چڑھاتے ہوئے ان ہی کے متعلق صفحہ نمبر 246/ پر ایک قابل ذکر بات بیان فرماتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیا یادالٰہی میں کس قدر محو و مستغرق رہتے ہیں کہ ظاہر کی کچھ بھی خبر نہیں ہوتی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شیخ محمد بن عیسیٰ کے حجرے کے باہر ایک درخت اُگا اور خوب بڑا ہو گیا لیکن ایک مدت تک اس کی آپ کو خبر نہیں یہاں تک کہ اس درخت کے پتے جب آپ کی نشست گاہ میں گرے آپ نے فرمایا کہ یہ کہاں سے آئے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضور حجرہ کے دروازے پر ایک پیڑ اگ گیا ہے، غرض کہ شیخ محمد بن عیسیٰ ہمیشہ مراقبے میں رہتے یہاں تک کہ جسم کی تمام ہڈیاں اور اس کے ساتھ گردن کی ہڈیاں ابھر آئی تھیں اور سینہ بھی اندر کی طرف دھنس گیا تھا۔'' (ماخوذ از منبع الانساب)

علامہ ساحل سہسرامی صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ آسان لب و لہجے میں کیا ہے جو کہ بہت ہی قیمتی معلومات پر مشتمل ہے، کسی بھی زبان کی کتاب کو دوسری زبان میں ڈھالنا کتنا مشکل امر ہے اس کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جنہوں نے ترجمہ نگاری کی دنیا میں قدم رکھا ہو، آپ کی کتاب کو پڑھنے والا بخوبی یہ جان جائے گا کہ آپ کس قدر لائق و فائق اور بہترین نثر نگار تھے، آپ کی تحریریں سلاست سے اس قدر لبریز ہوتی تھیں کہ محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کتاب اردو ہی میں لکھی گئی ہے۔

فروغ رضویات میں آپ کا کارنامہ

فروغ رضویات میں آپ کی گراں قدر کاوش کو دنیائے سنیت کبھی فراموش نہیں کرسکتی، اعلیٰ حضرت، آپ کے پیر و مرشد یا آپ کے تلمیذ و خلیفہ کے کتب و رسائل کی بھی آپ نے ترتیب دی (۱) حسام الحرمین اور بہار کے علما و مشائخ (۲) رضا شناسی کے تقاضے اور خانوادۂ رضویات کی خصوصیات (۳) مخدوم جہاں اور امام احمد رضا (۴) امام احمد رضا اور سہسرام (۵) فتاویٰ ملک العلماء (۶) اسلام کا نظریہ موت ترتیب و تقدیم (۷) خاندان برکات کی علمی خدمات (۸) تبرکات خاندان برکات (۹) تصانیف خاندان برکات (۱۰) صاحب عرس قاسمی (۱۱) صدر الشریعہ (۱۲) مفتی اعظم ہند (۱۳) شدی تحریک اور صدر الافاضل۔

ملک العلما اور ان سیمیناروں میں قلمی یا عملی طور پر آپ کی شرکت رہی (۱) امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس، موضوع: فکر رضا کے تعارف کے عصری تقاضے، (۲) امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس، موضوع: امام احمد رضا سے خانقاہوں کے روابط (۳) تاج الشریعہ سیمینار، موضوع: حضرت تاج الشریعہ ایک مرشد کامل (۴) تاج الشریعہ سیمینار و امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس، موضوع: امام احمد رضا کی مقبولیت اور حاسدین کی ریشہ دوانیہ، (۵) صدر الشریعہ سیمینار، موضوع: صدر الشریعہ کی اردو نثر نگاری۔

تقریباً ایک ہزار فتاویٰ جو فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی تصدیقات سے مزین ہیں، گویا کہ حضرت ہر انداز میں منفرد تھے، مسلک حق مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبردار تھے، ان کی علمی جلالت کو سلام! ان کی تمام ترکاوشوں کو سلام۔

●●●

یاد علامہ ساحل شہسرامی

از: مولانا محمد مدثر حسین اشرفی*

علامہ ساحل سہسرامی! ایک معتبر عالم دین

قرآن کریم میں بڑے احسن انداز سے فرمایا گیا:

" هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ -
(پ23 / سورۃ الزمر) ترجمہ: کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔" (کنز الایمان)

اور دوسری جگہ اہل علم کی شان یوں بیان فرمائی گئی ہے:

"يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَالَّذِينَ اُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰت.
(پ28 / سورۃ المجادلہ) اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔" (کنز الایمان)

خوف خدا جس قلب میں بس جائے، وہ قالب صراط مستقیم کے منافی اپنے قدم نہیں بڑھائے گا، بلکہ وہ شریعت مطہرہ کے دائرے میں اپنی زندگی بسر کرے گا، عصر حاضر میں خشیت الٰہی کے مدعی ہزاروں ملیں گے، جن میں ایسوں کی بھی کثرت ہیں کہ جن کے شب و روز اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی میں بسر ہو رہے ہیں، مگر دعویٰ ہے کہ ہم اللہ عز وجل سے ڈرنے والے لوگ ہیں۔

ذرا اندازہ لگائیں! کیا اپنے قلوب میں خوف الٰہی رکھنے والے لوگوں کے قدم عصیان کی جانب بڑھیں گے، نہیں ہرگز نہیں تو ایسے مدعی یقیناً کاذب ہیں، مگر واہ گروہ علما آپ کا مقام و مرتبہ کتنا ارفع و اعلیٰ ہے کہ رب تبارک و تعالیٰ نے اپنی لاریب کتاب قرآن کریم میں آپ کی خشیت کا تذکرہ فرمایا، چنانچہ ارشاد ربی ہے:

"اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔" (کنز الایمان)

تفسیر: اور اس کی صفات جانتے اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں، جتنا علم زیادہ اتنا خوف زیادہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے جبروت اور اس کی عزت و شان سے باخبر ہے،

بخاری و مسلم کی حدیث ہیں: سید عالم ﷺ نے فرمایا:

"قسم اللہ عز وجل کی کہ میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں۔" (خزائن العرفان)

سرور کائنات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاء" علما انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں، نیز فرمایا کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِيَاءِ بَنِی اِسْرَائِيل میری امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔

علمائے کرام کی خدمات، ان کی محنتیں یقیناً قابل صد ستائش ہیں، واٹس ایپ، فیس بک، انسٹا گرام و دیگر مصروفیات کے اس دور میں جہاں غیر علما ایک صفحہ پڑھنے کے لیے وقت نہیں نکال پا رہے ہیں، وہیں ہمارے علما لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی خاطر سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتب تصانیف کر کے امت کے سامنے پیش کیے، لطف کی بات یہ ہے کہ عوام مروجہ جلسوں میں (میں نے مروجہ جلسہ اس لیے کہا ہے کہ آج کے جلسوں میں اسٹیج کا تقدس برقرار نہیں رہا اور نہ ہی مقصد کا حصول) اپنی قیمتی دولت صرف کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، جب کہ کتابیں شائع کرنے کے لیے دائیں بائیں جھانکنے لگتے ہیں، مگر یہ علما ہی ہیں جو کسی بھی طرح کتابیں شائع کر کے قوم کے لیے مسائل کو سہل کرتے ہیں، لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے قرآن و حدیث کی روشنی میں وعظ و نصیحت کرتے ہیں، اسلام کی اشاعت میں مسلسل سرگرم رہتے ہیں۔

مندرجہ بالا تحریر میں جن علمائے ربانین کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں، انہیں گروہ علما میں ایک عظیم عالم دین، مصنف کتب کثیرہ، فقہی سیمینار کے میر محفل، مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے سپاہی،

یاد علامہ ساحل شہسرامی

اہل سنت وجماعت کے معتبر عالم دین، حضرت علامہ ڈاکٹر ارشاد عالم ساحل سہسرامی رضوی مصباحی علیہ الرحمہ تھے، آپ کی پیدائش صوبہ بہار کے سہسرام میں 1972ء کو ہوئی۔

آپ وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم، شہزادۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری نوری ازہری قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فارغ تھے اور وہاں کے سابق استاذ بھی! رضویات پر آپ کی گہری نظر تھی، مختلف جرائد ورسائل میں آپ کے تحقیقی مضامین ومقالات شائع ہوتے تھے، تجربہ کار مدرس تھے، آپ کے تبحر علمی کے اکابر علما معترف ہیں، صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، خوش اخلاقی میں بے مثال تھے۔

المختصر یہ کہ وہ بڑے کام کے آدمی تھے، ویسے میری حضرت علیہ الرحمہ سے کبھی ملاقات تو نہ ہوئی، مگر حضرت کے تعلق سے جو کچھ میں نے پڑھا اسے صفحۂ قرطاس پر رقم کر دیا، افسوس کہ 24 جولائی 2024ء 17 محرم الحرام 1446 ہجری بروز بدھ آپ کا وصال ہو گیا، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے آمین۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

◆◆◆

ص ۸۸/ کا بقیہ..........

محب مکرم جناب مولانا ارشاد احمد رضوی صاحب زید علمہ ملک کی مشہور درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فاضل، ایک باصلاحیت عالم دین ہیں، کئی سال تک جامعہ اشرفیہ کے مدرس ومفتی رہے پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ چلے گئے، یہاں انہیں حضرات سادات مارہرہ مطہرہ کے زیر سایہ مزید پروان چڑھنے کا موقع نصیب ہو گیا یہ ان حضرات کی برکت ہے کہ چند سالوں میں انہوں نے کئی ایک قابل قدر کارنامے انجام دیئے.......... مولانا ایک اچھے قلم کار ہونے کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کا ذوق اور تجربہ بھی رکھتے ہیں۔" (صفحہ ۹)

مزید آگے لکھتے ہیں:

آپ نے اپنی مختصر سی زندگی میں بہت سارے دینی کارنامے انجام دیئے ہیں جنہیں عوام وخواص رہتی دنیا تک یاد کریں گی، دینی، علمی اور ادبی موضوعات پر آپ کے درجنوں مقالہ جات ہیں، آپ کے فتاوے کی تعداد بے شمار ہے تقریباً ایک ہزار فتاوے آپ کے ایسے ہیں جو فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی تصدیقات سے مزین ہیں، آپ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصنیفات، ترتیبات اور تراجم کی تعداد ۵۰/ سے متجاوز ہے، تصنیفات، ترتیبات اور تراجم کے علاوہ آپ کے کئی اہم مقالات ومضامین بھی ہیں، اخیر میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ علامہ مفتی شہسرامی علیہ الرحمہ کی مرقد کو نور سے بھر دے اور ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کا علمی فیضان ہم اہل سنت پر جاری فرمائے، آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

◆◆◆

ص ۹۲/ کا بقیہ..........

دیکھیے گھر لٹا کے سبطِ نبی
عظمتِ دین کو بچاتے ہیں
قاسم واکبر وعباس علمدار
دینِ احمد پہ سر کٹاتے ہیں
حوصلہ دیکھو ننھے اصغر کا
جان دے کے بھی مسکراتے ہیں
جب مہینہ رضا کا آتا ہے
ان کے شیدا بریلی جاتے ہیں
شہر مرشد میں بہر فیضِ رضا
ان کے دیوانے آتے جاتے ہیں
یاد آتی ہے جب بھی مرشد کی
روئے مسجد کو دیکھ آتے ہیں
نعت خوانی کی برکتوں سے نعیم
در پہ آقا تجھے بلاتے ہیں

از: مفتی محمد رضوان عالم رضوی مرکزی

مفتی ساحل شہسرامی! ایک جامع شخصیت

یاد علامہ ساحل شہسرامی

موت التقی حیاۃ لا نفاد لھا
قد مات قوم وھم فی الناس أحیاء

اللہ رب العزت کے بندوں میں کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے اس دنیائے فانی سے چلے جانے کے بعد بھی لوگ انہیں یاد کرتے ہیں اور جن کے جانے سے ایک دنیا سوگوار رہتی ہے اور اہل زمانہ پر رنج وغم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور جن کی دینی، ملی اور علمی خدمات کا ایک جہاں معترف رہتا ہے انہیں ہستیوں میں ایک ہستی درجنوں کتابوں کے مصنف، ادیب شہیر، ماہر قلمکار، علمی اور تحقیقی میدان میں اپنی ایک الگ پہچان رکھنے والے، اکابر شناس، اصاغر نواز، علم دوست، فقیہ عصر، محبوب المشائخ حضرت علامہ ومولانا مفتی ڈاکٹر محمد ارشاد احمد ساحل شہسرامی نور اللہ مرقدہ وجعلہ روضۃ من ریاض الجنۃ کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوناگوں صفات وخوبیوں سے نوازا تھا، آپ بیک وقت عالم، فاضل، محقق، مفکر، باصلاحیت مدرس، ایک کہنہ مشق مفتی اور فقہ وفتاویٰ سے شغف رکھنے والے ایک ماہر فقیہ تھے، علوم رائجہ مروجہ میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی، خاص کر علم نحو، صرف، منطق، ادب، تفسیر، اصول تفسیر، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث اور فقہ وافتا میں بھی کامل ملکہ حاصل تھا، رضویات میں بھی آپ کی کافی گہری نظر تھی، آپ کے علم کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے، مدارس اہل سنت کے اکثر وبیشتر اساتذہ اور طلبہ آپ کی ذات سے واقف وشناسا ہیں، آپ کی دینی، ملی اور علمی خدمات کا ایک جہاں معترف ہے۔

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے فقہی سیمیناروں میں لگاتار آپ کی شمولیت رہی ہے، آپ کی رحلت سے علمی دنیا میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا امر مشکل ہے آپ ہمیشہ دین

وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں رطب اللسان نظر آتے تھے۔

آپ کی ذات عاجزی وانکساری اور اصاغر نوازی میں بھی بے نظیر تھی، عوام وخواص سے خندہ پیشانی سے ملنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا، آپ کی شخصیت ہمہ جہت تھی، جدھر سے دیکھا جائے ادھر سے آپ علوم وفنون کے آفتاب ومہتاب بن کر چمکتے نظر آتے ہیں، آپ کے تبحر علمی، وسعت فکر، تحقیقی نظر اور ذہانت وفطانت کا اندازہ آپ کی تصنیفات وتالیفات وتراجم سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، خاص کر آپ کا وہ وسیع اور طویل مقدمہ جو آپ نے "فتاویٰ ملک العلما" کے شروع میں رقم کیا ہے آپ کی صلاحیت واستعداد پر منہ بولتی تصویر ہے، یہ صرف ایک مقدمہ نہیں بلکہ ایک قیمتی رسالے کی حیثیت رکھتا ہے یہ مقدمہ حضور ملک العلما علیہ الرحمہ کی حیات، ادوار فقہ وافتا، طبقات فقہا، طبقات کتب حنفیہ اور دیگر مسائل پر مشتمل ہے، اس مقدمے کے تعلق سے قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اپنے تقریظی کلمات میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"مرتب سلمہ (یعنی مفتی ارشاد احمد شہسرامی) نے ایک مبسوط تقدیم بھی تحریر کی ہے جو فقہ کی تعریف، تاریخ وغیرہ اور ملک العلما کی فقاہت کے گوشوں کو محیط ہے یہ تقدیم بہت معلوماتی اور شائقین فقہ کے لیے کارآمد ہے۔"

(فتاویٰ ملک العلما، صفحہ ٤)

حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی مصباحی (صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور) آپ کے علمی کارنامے اور صلاحیت ولیاقت کو سراہتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

"فتاویٰ ملک العلما کے مرتب اور مقدمہ نگار بقیہ ص ۸۷ پر

* مضمون نگار مکہ مسجد مکہ نگر، جبل پور ایم پی کے امام وخطیب ہیں۔

ڈاکٹر ساحل شہسرامی ترجمہ نگاری میں اپنے اقران پر فائق

اناللہ وانا الیہ راجعون!اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الذنوب کماینقی الثوب الابیض من الدنس واکرم نزلہ وادخلہ الجنۃ الفردوس واشملہ من زمرۃ الصالحین۔

فاضل جلیل علامہ ڈاکٹر مفتی ارشاد احمد ساحل شہسرامی مصباحی رحمہ اللہ الرحمن الرحیم ورضی عنہ سابق استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اپنے اکابر کے معتمد مخلص صابر وشاکر منکسر المزاج صوفی طبیعت اوراد ووظائف اور معمولات کے پابند ومجرد تھے، عالمانہ وضع قطع کے ساتھ رہتے تھے، تحریر وتقریر اور ترجمہ نگاری میں اپنے اقران پر فائق تھے، درجنوں کتابوں کے مصنف مرتب مترجم تھے، ان کی ایک درجن کتابیں تیار اور طباعت کے مراحل سے گزرنے والی تھیں، ان کی کتب بڑی مفید ومؤثر ہوتی ہیں، اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے ان کی جملہ خدمات دینیہ کو قبول فرمائے اور بہت جزا عطا کرے، ان کی بے حساب مغفرت فرمائے درجات بلند کرے، ان کے مشائخ کا جوار نصیب فرمائے، ان کی قبر کو روشن وٹھنڈی فرمائے جملہ متعلقین واحباب اور تلامذہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اہل سنت وجماعت کو ان کا بدل مرحمت فرمائے، کسی بندہ کو ان باقیات کتب کو اشاعت کی توفیق بخشے۔

علامہ کامل وعلامہ ساحل رحمہما اللہ الرحمن الرحیم نے علمی ودینی حلقوں میں شہسرام کو خوب متعارف کروایا۔

اشرف رضا قادری نوری

مفتی وقاضی ادارہ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی

17 8 محرم الحرام 1446ھ 24 جولائی 2024ء

اہل سنت ایک مایہ ناز قلم کار سے محروم

کچھ دیر قبل محب گرامی مولانا قاضی خطیب عالم صاحب، لکھنؤ نے بذریعہ واٹس ایپ یہ خبر غم دی کہ جماعت اہل سنت کے معروف عالم دین، کئی علمی وتحقیقی کتابوں کے مصنف، کام کو زندگی اور زندگی کو کارآمد بنانے کا جذبہ رکھنے والے صاحب قلم حضرت مفتی ارشاد احمد رضوی المعروف ساحل شہسرامی صاحب (سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور) برین ہیمبریج کی بنا پر انتقال کر گئے، سنتے ہی کلمہ ترجیع پڑھا؛ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی (پیدائش 1972ء) بہار کے مردم خیز شہر شہسرام سے تعلق رکھتے تھے، جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فضیلت اور تخصص فی الفقہ کیا، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی میں ایم اے کیا، موصوف بڑی خوبیوں کے حامل تھے، عالمانہ خو بو رکھتے تھے، مزاج تحقیقی اور انداز بڑا عمدہ پایا تھا، آپ کے نوک قلم سے کئی بڑے علمی کتابیں سامنے آئے جن میں تحفہ حجاز، خواجہ ہند کی صوفیانہ شاعری، امام احمد رضا اور شہسرام، شدھی تحریک اور صدر الافاضل، غیاث الدین حسن حیات اور شاعری، صادق شہسرامی حیات اور شاعری، متنبی ایک خصوصی مطالعہ، اوراد قادریہ، خانوادہ برکات کی علمی وادبی خدمات، دائرہ قادریہ بلگرام شریف، ملک العلما اور علمائے شہسرام جیسی علمی اور ضخیم کتابیں تالیف فرمائیں۔

اس کے علاوہ کئی اہم کتابوں کے تراجم/ترتیبات وغیرہ کا کام بھی انجام دیا، ہزار سے فتاویٰ بھی تحریر فرمائے، کئی اہم موضوعات پر کئی کتابیں زیر ترتیب تھیں، لیکن قضا وقدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا، وہ شخص جو عمر کے اعتبار سے ابھی بہر حال جوان تھا یوں اچانک ایک ہنگامی بیماری کا شکار ہو کر علمی صفوں میں ماتم برپا کر کے اس جہان سے رخصت ہو گیا۔ ان انتقال یقیناً جماعت اہل سنت کا بڑا خسارہ ہے، قحط الرجال کے اس دور میں علمی شخصیتوں کا کم عمری میں داغ مفارقت دے جانا بہت بڑی خلا ہے، رب کریم ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

غلام مصطفےٰ نعیمی

روشن مستقبل دہلی

17 محرم الحرام 1446ھ 24 جولائی 2024 بروز بدھ

آہ! ڈاکٹر مفتی ساحل سہسرامی

آج تقریباً ۹ بجے دن واٹس ایپ کھولا تو کئی ایک گروپ

میں یہ جان کاہ، جگر پاش اور حوصلہ شکن خبر واطلاع دیکھنے کو ملی کہ علامہ محمد ارشاد احمد مصباحی ساحل سہسرامی ہمیں داغ مفارقت دے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف کئی جہات میں ممتاز اور مشہور تھے، جہاں آپ ایک کہنہ مشق ادیب تھے، وہیں ایک مفکر بھی تھے! جہاں آپ ایک اعلیٰ درجے کے مدرس تھے تو وہیں ایک باکمال محقق ومدقق بھی تھے، جہاں آپ مصنف تھے تو وہیں ماہر مفتی وفقیہ بھی تھے، مطلب یہ کہ علامہ موصوف گوناں گوں خوبیوں اور اخلاق حمیدہ و خصائل ستودہ کے جامع تھے۔

تصنیف وتالیف اور تحقیق وتدقیق کو انہوں نے اپنا اوڑھنا وبچھونا بنا لیا تھا، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں وہ ہم سے ایک جماعت سینئر تھے، ان سے ناچیز کے دیرینہ تعلقات اور اچھے مراسم تھے، زبان وادب اور تصنیف وتالیف کے میدان کے شہسوار تھے اور متعدد کتب ان کی یادگار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام مرحمت کرے، لواحقین وپسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے سرفراز فرمائے، آمین۔

یکے از سوگواران

خواجہ آصف رضا المصباحی

سنگھیا، ڈگروا، پورنیہ، بہار

مفتی ساحل سہسرامی! ایک عظیم اسلامی اسکالر

حضرت مفتی ارشاد احمد مصباحی ساحل سہسرامی صاحب کا انتقال انتہائی افسوس کے ساتھ اطلاع دی جارہی ہے کہ جماعت اہل سنت کے عظیم اسکالر مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی ارشاد صاحب ساحل مصباحی سہسرامی علیہ الرحمۃ سابق استاد جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا ابھی کچھ دیر قبل انتقال ہو گیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کریم ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے، آمین۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ بہت ہی ملنسار منکسر المزاج تھے، کئی مرتبہ الجامعۃ الرضویہ کے سمینار میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے، بہت ہی خوش مزاج شخصیت تھی حضرت کی، اللہ تعالیٰ ان کے خدمات کو قبول فرما کر درجات بلند فرمائے، آمین۔

شریک غم

محمد ماہر القادری

دار العلوم افکار حق انوار القرآن، مہالنگ پور، باگل کوٹ کرناٹک

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

آج صبح تقریباً ساڑھے ۹ ر بجے ہمارے مدرسہ کے صدر المدرسین حضرت مولانا محمد فاروق احمد مصباحی صاحب قبلہ نے بذریعہ فون بڑے دکھ کے ساتھ یہ خبر سنائی کہ جماعتِ اہل سنت کے عظیم محقق ومدبر اور قابل فخر محرر حضرت مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی کا انتقال ہو گیا ہے، خبر سنتے ایسا محسوس ہوا کہ پیر تلے زمین کھسک گئی، کلمہ استرجع زبان زد ہوا اور دعائے مغفرت کے کلمات ادا کیا۔

ڈاکٹر ساحل شہسرامی اپنے وقت کے نایاب محقق، مدبر، مصنف اور محرر تھے، جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فضیلت و افتا کی تعلیم مکمل کرنے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ حاصل کی پھر مبارک پور میں ہی بحیثیت مدرس بحال ہوئے، وہ طلبہ کے لیے بڑے کامیاب اور مشفق مدرس ثابت ہوئے جوان سے پڑھے وہ ان کے گرویدہ اور معترف ہو گئے، ان کے قلم کی جولانی ایسی تھی کہ جس موضوع پر لکھتے خوب لکھتے اور موضوع کا حق ادا کر دیتے تھے، خانقاہِ برکات اور حضرت ملک العلما پر ان کی نگارشات منفرد ومثالی ہیں، رضویات پر بھی ان کے گراں قدر مقالات موجود ہے۔

ابھی حال میں سالانہ محب اعلیٰ حضرت پوکھریرہ میں ان کا ایک تحقیقی مضمون وحدۃ الوجود کے حوالے پڑھنے کا موقعہ ملا جو بڑا لاجواب ہے، فقیر اس سے پہلے اس موضوع پر اتنا تشریحی مضمون نہیں پڑھا تھا، حضرت ڈاکٹر صاحب جہاں باصلاحیت و قابل فخر عالم ومحقق تھے، وہیں بااخلاق ومشفق بھی تھے میری کبھی ان سے بالمشافہ ملاقات نہیں ہوئی لیکن بذریعہ فون اور واٹس ایپ

کبھی کبھار بات ہوتی تھی۔

پہلی بار جب میں حضرت فقیہ اسلام مفتی عبدالحلیم رضوی علیہ الرحمہ پر کام کر رہا تھا، اس وقت بات ہوئی میرے کام کو انہوں بہت سراہا اور خوب دعائیں دی اور میری گزارش پر ایک تحریر " ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم" کے عنوان سے حضرت فقیہ اسلام کے متعلق اپنی یادوں کا گلدستہ پیش کیا، جب بھی میں اپنی تحریر ان کے واٹس ایپ پر بھیجتا وہ حوصلہ افزائی فرماتے تھے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت ان کا طرۂ امتیاز بنا ہوا تھا۔

ان کے اچانک چلے جانے سے پوری جماعتِ اہل سنت کا عظیم نقصان ہوا ہے بالخصوص صوبہ بہار کا کہ فقیہ اہل سنت مفتی آلِ مصطفی مصباحی کے بعد دوسری بڑی اور علمی شخصیت آپ کی تھی جو آج ہم سے رخصت ہوگئی۔

موت کا ایک دن معین ہے، یہ قطرہ بھی وقت موعود پر سمندر سے جاملا" رہے نام اللہ کا" اللہ پاک ان کی خدمات کو قبول کرے اور پروانۂ مغفرت عطا فرما کر درجات بلند کرے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سوگوار: محمد فیضان رضا علیمی

مدیر اعلیٰ سہ ماہی پیام بصیرت سیتامڑھی

واستاد مدرسہ قادریہ سلیمیہ چاند پورہ چھپرہ

ص ۹۴ رکا بقیہ.....................

صبر کر، ڈھارس بندھا، ترجیع پڑھ
کیونکہ دنیا کا یہی دستور ہے
جن کا پیشہ خدمت دین نبی
آخرت میں ان کی خاطر حور ہے
مصطفیٰ کے واسطے قصر دنیٰ
حضرت موسیٰ کی خاطر طور ہے
قبر کی تاریکیوں سے اس کو کیا
ساتھ جس کے علم دیں کا نور ہے
خوب علم دین کی تقسیم کی
یہ علاقہ آپ کا مشکور ہے
ملکیت اس کی، وہ چاہے جو کرے
فیصلہ رب کا ہمیں منظور ہے
موت تیری فی سبیل اللہ ہوئی
تو ہے مرحوم اور تو مغفور ہے
فکر قبر و حشر اے شہزاد کر
کیوں سمجھتا ہے کہ منزل دور ہے

ص ۹۴ رکا بقیہ.....................

آپ ایک جید فاضل، صاحب تقویٰ عالم، ذی استعداد مدرس اور عمدہ مفتی تھے، یقیناً ان کا وصال پر ملال پوری جماعت کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے جس کی بھرپائی مشکل ہے، روشن پیشانی، مسکراتا چہرہ، نگاہوں میں حیا کا خمار، دماغ تدریسی بصیرتوں کے اجالوں سے منور اور دل تقویٰ و طہارت کی آماجگاہ، لباس سادہ مگر سادگی بھی قیامت کی ادا لیے ہوئے، عاجزی، انکساری اور تواضع کا پیکر جمیل لیکن اس پہ وقار و تمکنت کی ردا اوڑھے ہوئے اخلاق اس قدر بلند کہ جو ایک بار ملے اپنا نقد دل ہار بیٹھے، یہ تھے اتنی خوبیوں کے مالک اور اشرفیہ مبارک پور میں میرے ہم درس حضرت علامہ مولانا محمد اعجاز احمد برہانی علیہ الرحمہ۔

ابھی نوجوان محقق، فقیہ، ادیب، شاعر، نقاد اور سو سے زاید کتابوں کے مصنف و مؤلف اور جماعت اہل سنّت کے ممتاز عالم دین حضرت علامہ ڈاکٹر ارشاد احمد مصباحی ساحل شہسرامی سابق استاذ الجامعۃ الاشرفیہ کے وصال کو آج صرف چالیس ہی دن ہوئے، جن کے دنیا سے جانے کا غم ابھی بالکل تازہ تھا، آنکھوں کے سوتے ابھی خشک بھی نہیں ہوئے تھے کہ مولانا اعجاز احمد برہانی بھی ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں کی تربت پر اپنی رحمتوں کے پھول کھلائے، غفران کے بادل برسائے اور لواحقین کو صبر کی دولت سے نوازے، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سوگوار: محمد قمر الزماں مصباحی

ڈایریکٹر ادارہ لوح وقلم، مظفر پور

22/ اگست 2024ء بروز جمعرات

یاد علامہ ساحل شہسرامی

منظومات

لو لگی ہے آقا سے

(از: منصور محوؔر، ڈیہہ پور، کھیری ٹاؤن

کیا پڑی ہے دنیا سے
لو لگی ہے آقا سے

انبیا ہیں مقتدی
اعلیٰ ہیں وہ اعلیٰ سے

شاہ بھی جھولی بھریں
ان کے در کے منگتا سے

مانگ لو جو چاہے تم
دو جہاں کے داتا سے

رنج و غم کی دھوپ ہے
ڈھاپ لو دوشالہ سے

موم پتھر ہو گئے
آقا کے نقشِ پا سے

آنکھیں ٹھنڈی کیجئے
والضحیٰ کے جلوہ سے

سرخرو ہو گی جبیں
بس سجا لو سجدہ سے

ہر سو محوؔر حامی ہے
خوف کیسا صحرا سے

لے کے آیا طیبہ سے خیرات سب سے مختلف

(از: پھول محمد نعمت رضوی، تیغیہ گلشن رضا، مظفر پور بہار

لے کے آیا طیبہ سے خیرات سب سے مختلف
اس لئے کرتا ہے وہ ہر بات سب سے مختلف

مصطفیٰ کے آتے ہی یثرب مدینہ ہو گیا
ہو رہی ہے نور کی برسات سب سے مختلف

حضرت آدم سے عیسیٰ تک سبھی ہیں محترم
ہاں مگر خیر الوریٰ کی بات سب سے مختلف

چین سے خواجہ کے ہندستان میں کٹتی ہے رات
ہو جو طیبہ میں بسر وہ رات سب سے مختلف

مجھ کو بھی اے رب عطا کر دے وہ توفیق و شعور
طیبہ میں لکھوں پہنچ کر نعت سب سے مختلف

حضرت حسان کو اک نعت پڑھنے کے سبب
آپ کے ہاتھوں میں ملی سوغات سب سے مختلف

آج بھی شعر و سخن کی انجمن میں دیکھئے
نعت گویوں کے ہیں انعامات سب سے مختلف

شہر تو دنیا میں یوں ہے خوب صورت اور بھی
تیری گلیوں کی مدینہ بات سب سے مختلف

چشم ابرو اور پیشانی کا تو کہنا ہی کیا
تیری پیزاروں کے ہیں ذرات سب سے مختلف

دین و دنیا کے تعلق سے سنو نعمتؔ میاں
میرے آقا کے ہیں ارشادات سب سے مختلف

یارو! احباب منہ پھراتے ہیں

(از: قاری محمد نعیم الدین قادری، رحمٰن گنج بارہ بنکی

جو بھی طیبہ نگر کو جاتے ہیں
ماہِ قسمت کو جگمگاتے ہیں

یاد وہ جب بھی ہم کو آتے ہیں
ان کی ہم محفلیں سجاتے ہیں

آمدِ مصطفیٰ کے صدقے میں
رحمتِ حق میں ہم نہاتے ہیں

پڑھ کے صلے علیٰ زباں سے ہم
اپنے دل کی کلی کھلاتے ہیں

مصطفیٰ کا یہ معجزہ دیکھو
پانی انگشت سے بہاتے ہیں

عشقِ سرور میں جن کی جاں نکلے
خلد میں شوق سے وہ جاتے ہیں

غم کے مارو! چلو مدینے میں
حالِ دل شہ کو ہم سناتے ہیں

جب گھڑی رنج و غم کی آتی ہے
یارو احباب منہ پھراتے ہیں

بقیہ ص ۸۷ پر

ڈھونڈوں تمھیں کہاں مرے ساحل رفیق درس

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسی، کیلیفورنیا امریکہ

ڈھونڈوں تمھیں کہاں مرے ساحل رفیق درس
تم تھے سکون جاں مرے ساحل رفیق درس

رہ رہ کے یاد آتے ہیں ماضی کے واقعات
تھے کتنے ضوفشاں مرے ساحل رفیق درس

کہتی ہے برملا یہ تصانیف کی قطار
تم ہو قلم کی شاں مرے ساحل رفیق درس

فضل خدا سے جلوۂ اوصاف کا فلک
تم میں رہا نہاں مرے ساحل رفیق درس

خوشبو وہاں سے پھیلتی جاتی تھی علم کی
تم بیٹھتے جہاں مرے ساحل رفیق درس

ہر دلعزیزی تم سے لپٹنے کے واسطے
آئی کشاں کشاں مرے ساحل رفیق درس

تھا منفرد یہ وصف کہ لمحاتِ زیست کو
کرتے نہ رائگاں مرے ساحل رفیق درس

داغ فراق ایسا اچانک دیا کہ اب
مفقود ہے اماں مرے ساحل رفیق درس

تحقیقِ بے مثال سے ابواب مستتر
تم سے ہوئے عیاں مرے ساحل رفیق درس

تم کیا گئے کہ چھا گیا قلب بہار میں
اجڑا ہوا سماں مرے ساحل رفیق درس

قدسی کی ہے دعا رہے تا حشر قبر میں
رحمت کا سائباں مرے ساحل رفیق درس

ادیبوں کی طلب ارشاد ساحل

(از: مولانا سلمان رضا فریدی صدیقی، مسقط عمان

مہِ چرخ ادب ارشاد ساحل
سِدھارے سُوے رب ارشاد ساحل

رواں چشمِ الم سے اشکِ فرقت
فُغانِ قلب ولب، ارشاد ساحل

تھے اک مصباحِ فیضانِ عزیزی
یہی کہتے ہیں سب، ارشاد ساحل

ہلال آسماں، تحریر ان کی
ضیاے چشمِ شب ارشاد ساحل

رگوں میں خوں کے بدلے روشنائی
قلم کے ذی نسب ارشاد ساحل

محقق اور مفکر کی ضرورت
ادیبوں کی طلب ارشاد ساحل

بنے کتنوں کی خاطر راہِ فن میں
بلندی کا سبب، ارشاد ساحل

ہمارے بیچ ہیں وہ یاد بن کر
گئے دنیا سے کب ارشاد ساحل

کتابوں اور مقالوں کے جہاں میں
رہیں گے زندہ اب ارشاد ساحل

قلم مشہور اُس گوشہ نشیں کا
ادیب خوش لقب ارشاد ساحل

رضا کے فیض سے اعدائے دیں پر
تھے اک برق غضب ارشاد ساحل

لحد میں پائیں وہ فضل خدا سے
گل عیش وطرف ارشاد ساحل

جہان فقہ وافتا میں فریدی
فقیہ منتخب ارشاد ساحل

ڈاکٹر ارشاد ساحل تھے ادیبِ عالی شان

(از: محبوب گوہر اسلام پوری

حکمت و دانش کے پیکر، واقفِ رمز زبان
ڈاکٹر ارشاد ساحل تھے ادیبِ عالی شان

نامور فاضل، محقق، دیدہ ور، اہلِ قلم
ماہرِ تاریخ، نکتہ سنج اور نکتہ بیان

منظومات

المیہ یہ ہے کہ اندازہ ہوا رحلت کے بعد
تھے وہ کتنے معتبر فکرِ رضا کے ترجمان
آپ کی تحریر اب مرنے نہ دے گی آپ کو
اے ادیبِ اہلِ سنت، اے فقیہِ نوجوان
محفلِ شعر وسخن میں سوگواری چھا گئی
آپ کے جانے سے سونا ہو گیا علمی جہان

بقیہ ص ۲۶ ر پر

ساحل شہسرامی جناں چل دیئے

از: حافظ سید منور رضوی سراجی، پربھنی ضلع مہاراشٹر

اہلِ سنت کے روحِ رواں چل دیئے
ساحلِ شہسرامی جناں چل دیئے
علم وتقویٰ کے کوہِ گراں چل دیئے
فن تصنیف کے کہکشاں چل دیئے
ماہرِ فنِ تصنیف وشعر وسخن
علم وتقویٰ کے کوہ گراں چل دیئے
جس کے دم سے کھلے ہیں چنبیلی گلاب
اہلِ سنت کے وہ باغباں چل دیئے
چین حاصل ہوا جس کے سائے تلے
میرے محسن مرے سائباں چل دیئے
موت عالِم سے ہے موت عالَم جڑی
ہو گئی موت عالَم کی، جاں چل دیئے
جس کے دم سے منوّر منور ہوا
وہ مری آبرو میری جاں چل دیئے

چراغ چرخ ہدایت تھے حضرت ارشاد

از: ضیا سہسرامی، سہسرام، بہار

چراغ چرخ ہدایت تھے حضرت ارشاد
مرے نبی کی نیابت تھے حضرت ارشاد
وہ فیض باب کمالات شاہ اطہر رضا
انہیں کی زندہ کرامت تھے حضرت ارشاد
حضور حافظ ملت کا فیض روحانی
عطائے تاج شریعت تھے حضرت ارشاد
عزیز تر رہے سادات کی نگاہیں میں
ہاں بلگرام کی چاہت تھے حضرت ارشاد
عیاں ہیں اپنی تصانیف کے حوالوں سے
بلند قامت و قیمت تھے حضرت ارشاد
امور خیر میں سرگرم صورت سیماب
ضرورتوں کی ضرورت تھے حضرت ارشاد

بقیہ ص ۸۳ ر پر

یادِ ساحل سہسرامی

از: شہزاد حسین مرکزی، جامعۃ الرضا بریلی شریف

دل ہمارا اس سبب سے چور ہے
پاس تھا جو، آج ہم سے دور ہے

بقیہ ص ۹۱ ر پر

سید زبید رضوی ہاس پیٹ کو صدمہ

۶ر اگست ۲۰۲۴ء بروز منگل بعد نماز مغرب جناب زبید رضوی جنرل سکریٹری جماعت رضائے مصطفیٰ برانچ ہاسپیٹ وجے نگر کرناٹک کی والدہ ماجدہ کا انتقال پر ملال ہو گیا، انا للہ و انا الیہ رجعون۔

رب قدیر بطفیل نبی کریم ﷺ مرحومہ کو غریق رحمت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل دے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

شریک غم: محمد مقصود عالم فرحت ضیائی
خادم فخر ازہر دار الافتا والقضا وجماعت رضائے مصطفیٰ
برانچ ہاسپیٹ وجے نگر کرناٹک الھند

علامہ اعجاز احمد برہانی کا وصال! اہل سنت کا علمی خسارہ

21ر اگست کی رات جیسے ہی واٹس ایپ کھولا تو نہایت کرب انگیز اور المناک خبر پڑھنے کو ملی کہ حضرت مولانا محمد اعجاز احمد برہانی سابق شیخ الحدیث مدرسہ علیمیہ انوار العلوم دامودر پور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بقیہ ص ۹۱ ر پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोटः-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25

SEP. & OCT.-2024
PAGES 94 WITH COVER

PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

